URDU LITERATURE SERIES

INTIKHAB

MARASI-E-DABIR

With Introduction and Notes



انتخاب مراثیٔ دبیر

مع تمہید و شرح





ALLAHAB

RAM NARAIN LAL BEN

PUBLISHERS & BOOKSELLERS

Price Rs. 1.50 nP.

اُردو لٹریچر سیریز

انتخاب

از

مراثی میرزا دبیر

پبلشرز

رام نرائن لال بینی مادھو

۲-کٹرہ روڈ - الہ آباد

باراول سنہ ۱۹۶۲ء قیمت عہ۸/

فہرست

مرثیہ میرزا دبیر

(کوہ نور پرنٹنگ ورکس الہ آباد ۳)

مرزا دبیر کے کلام کی خصوصیات

مرزا سلامت علی دبیر ۱۸۰۳ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں اپنے والد مرزا غلام حسین کے ہمراہ لکھنؤ آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ دبیر کو شروع ہی سے شعر و شاعری سے دلچسپی تھی اور مرثیہ سے گہرا لگاؤ تھا لہٰذا اس وقت کے مشہور مرثیہ گو میر ضمیر کے شاگرد ہوئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ذہانت اور طبّاعی کی بدولت اس وقت کے تمام مرثیہ گو شعراء سے سبقت لے گئے۔

یہاں دبیر کے کلام کی خصوصیات اختصار کے ساتھ لکھی جاتی ہیں:۔

(۱) دبیر کی زبان اور ان کا انداز بیان بہت پُرشکوہ اور باوقار ہے۔ رونے اور رُلانے کے لئے انھوں نے جو زبان و انداز بیان اختیار کیا وہ عوام کے لئے نہیں بلکہ ایک مخصوص طبقہ کے لئے تھا۔ مرزا دبیر فخر و مباہات۔ معرکۂ جنگ اور رجز وغیرہ جیسے مضامین جن میں پُر زور خیالات کی ضرورت ہوتی ہے، میں بہت آگے ہیں۔

(۲) دبیر نے زبان کی صفائی۔ بندش کی چُستی اور شعر کے تمام ظاہری محاسن میں بہت زور طبع صرف کیا ہے۔

(۳) دبیر نے اپنے مرثیوں میں عام مقبول انداز کے بجائے ایک ایسا انداز اختیار کیا جس میں سوز و گداز کے ساتھ ساتھ جوش و خروش بھی ملے گا۔

(۴) دبیر کے بیشتر کلام میں مضمون بندی - خیال آفرینی - مبالغہ اور تخئیل کی بلندی پائی جاتی ہے - اس سلسلہ میں شبلی "موازنہ انیس و دبیر" میں لکھتے ہیں:-

"مختصر یہ کہ خیال آفرینی، دقت پسندی، جدت استعارات، اختراع تشبیہات، شاعرانہ استدلال، شدت مبالغہ میں ان کا جواب نہیں، لیکن اس زور کو وہ سنبھال نہیں سکتے، اس وجہ سے کہیں خامی ہو جاتی ہے، کہیں تعقید اور اغلاق ہو جاتا ہے - تشبیہات کہیں پھبتیاں بن جاتی ہیں اور کہیں محض فرضی خیال رہ جاتی ہیں - تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جہاں ان کا کلام فصاحت و بلاغت کے پر بھی پورا اُتر جاتا ہے، نہایت بلند رتبہ ہو جاتا ہے۔"

چنانچہ اس سلسلہ میں ایک مثال ملاحظہ ہو ؎

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیٔ پرِ طاؤس شب ہوئی
اور قطع زلفِ لیلیٔ زہرہ لقب ہوئی — مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخ ہنرمند کے لئے
دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لئے

یوسف غریقِ چاہ سیہ ناگہاں ہوا — یعنی غروب ماہ تجلی نشاں ہوا
یونس دہانِ ماہیِ شب سے عیاں ہوا — یعنی طلوع نیّرِ مشرق ستاں ہوا
فرعونِ شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب
دن تھا کلیم اور یدِ بیضا تھا آفتاب

نکلا افق سے عابدِ روشن ضمیر صبح — محراب آسماں ہوئی جلوہ پذیر صبح
کھولا سپیدی نے جو مصلائے پیر صبح — ہر سجدہ گاہ بن گیا مہرِ منیر صبح

کرتی تھی شب غروب کا سجدہ ودود کو
سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو

ظلمت جہاں جہاں تھی وہاں نور ہوگیا — پھر مشک شب جہان سے کافور ہوگیا
گویا کہ زنگ آئینہ سے دور ہوگیا — باطل رسالۂ شب دیجور ہوگیا

کیا بخت روشنائی تھی قدرت کے خامہ میں
مضموں تھا آفتاب کا ذرّوں کے نامہ میں

(۵) ہر جگہ جدّت و ندرت کا خیال رکھا گیا ہے۔ ایک ہی قسم کے خیالات نئے نئے انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

(۶) دبیر کے کلام میں نئی نئی بندشوں۔ ترکیبوں اور تشبیہات و استعارات کی فراوانی ملے گی۔ تشبیہات و استعارات کے علاوہ اور دوسری صنعتوں کا بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً حسن التعلیل۔ مراعاۃ النظیر اور ایہام وغیرہ۔ مثال کے طور پر :-

تن پر کمانیں سہم کے چسپیدہ ہوگئیں — تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہوگئیں

بارش تھی آب تیغ کی برسات سے فزوں — بدلی تھی فوج شام کی رنگت گھٹا تھا خوں

احمد مدینہ علم کا در بوتراب ہے — اس باب میں حدیث رسالتمآب ہے
اس نام کے لیتے ہی طبیعت کا بڑھا زور — شیریں سخنی کا مری عالم میں ہوا شور

(۷) دبیر کا کلام رکیک اور مبتذل مضامین سے خالی ہے اور اخلاقی مضامین کثرت سے مل جائیں گے۔

(۸) حقیقت نگاری۔ جذبات نگاری اور جوش ان کے کلام میں

نمایاں ہے۔

(۹) دبیر نے جہاں معنی آفرینی اور باریک بینی پر زیادہ توجہ کی ہے وہاں ان کے کلام میں ایک قسم کی پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے عربی و فارسی کے نامانوس الفاظ اور فقروں کے استعمال سے کلام میں تعقید کا عیب آگیا ہے مثلاً ؎

کیا شاہ بیت ابروئے اکبر کی ہو ثنا　　یکتا مطالعہ میں ہے یہ مطلعِ رسا
بیت القصیدۂ خمِ ابروئے مصطفٰے　　کیا بیت بحثی ان سے کرے ماہ نو بھلا
پیشِ نگہ یہ بیت ہے اٹھارہ سال سے
آتی ہے بوئے شیر دہانِ ہلال سے

تہِ نگہِ چشمِ نیام اوج پہ آیا　　اور صاف ہر اک فرد بشر کو نظر آیا
خط کھینچنے کو کلک دوات ظفر آیا　　یا دوڑ کے ظلمت کی گلی سے خضر آیا
واں شور تھا پیدا مہِ نو سے مہِ نَو ہے
یاں غُل تھا جُدا شمع سے یہ شمع کی لَو ہے

انیس اور دبیر۔ تقابلی مطالعہ :۔

یہاں ان دونوں شعراء کی خصوصیات اس طرح سے بیان کی جائیں گی کہ دونوں کے کلام کا مخصوص رنگ بآسانی ذہن نشین ہوجائے۔

(۱) انیس کے کلام میں سادگی۔ اصلیت اور جوش پایا جاتا ہے۔ وہ جو کچھ

کہنا چاہتے ہیں سیدھے سادے اور مؤثر انداز میں بڑی بے تکلفی کے ساتھ کہہ جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے کلام سے ہر خاص و عام یکساں طور پر مستفید ہو سکتا ہے۔ برخلاف اس کے دبیر کا کلام بڑا پُر تکلف اور پُر تصنع ہے انھوں نے شعر کے فن پر بہت زور دیا ہے۔ صنائع بدائع۔ دور از کار تشبیہات و استعارات۔ مضمون آفرینی۔ تخئیل کی بلندی اور مبالغہ ان کے کلام میں بہت ہے اور اسی وجہ سے ان کے کلام میں ظاہری چمک دمک ضرور ہے مگر معنوی حُسن بُری طرح مجروح ہو گیا ہے۔ علمیت و قابلیت کے زعم نے کلام کو ادق بنا دیا ہے جسے صرف خواص ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(۲) میر انیس دبیر کی طرح مضمون بندی و خیال آفرینی میں زیادہ زور نہیں صرف کرتے بلکہ وہ ہمیشہ کلام کو مؤثر بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ انیس کے مرثیوں میں منظر نگاری۔ جذبات نگاری۔ واقعہ نگاری۔ رزم و بزم اور فخر و مباہات سب ہی کچھ ہے لیکن کوئی چیز غیر فطری نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے علاوہ چونکہ انیس جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کا براہ راست ان کے دل و دماغ پر بھی اثر ہوتا ہے لہذا بیان بھی مؤثر ہو جاتا ہے۔ دبیر کے یہاں اس چیز کی کمی کا احساس ہوتا ہے کیونکہ وہ مضمون آفرینی۔ جدت اور مبالغہ میں زیادہ زور طبع صرف کرتے ہیں۔

(۳) انیس کے یہاں آمد زیادہ ہے اور دبیر کے یہاں آورد۔

(۴) انیس کی شاعری دہلوی رنگ کی ہے اور دبیر کی لکھنوی رنگ کی۔

اسی سلسلہ میں مصنف "آب حیات" محمد حسین آزاد کے خیالات یوں ہیں:۔

" میر انیس صاحب صفائی کلام۔ لطف زبان۔ چاشنی محاورہ۔ خوبی بندش۔ حُسن اسلوب۔ مناسبت مقام۔ طرز ادا اور سلسلہ کی ترتیب میں جواب نہیں رکھتے

اور یہی رعائتیں ان کی کم گوئی کا سبب تھیں۔ مرزا دبیر صاحب شوکت الفاظ۔ مضامین کی آمد۔ اس میں جا بجا غم انگیز اشارے۔ درد خیز کنائے۔ المناک اور دلگداز انداز جو مرثیہ کی غرض اصلی ہے ان وصفوں میں بادشاہ تھے۔"

صاحب "یادگار انیس" بھی کچھ ایسا ہی خیال رکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

"دونوں اُستادوں کی روش جُداگانہ ہے۔ میر انیس کا کلام فصیح اور شیریں ہے اور مرزا دبیر کا دقیق و ملیح۔ شیرینی اور نمک دونوں کی بنی آدم کو احتیاج ہے اور وہ ایک کو دوسرے پر من کل الوجوہ ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ البتہ میر انیس صاحب کو مرزا صاحب پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان کے کلام کی تاثیر اور تازگی عرصہ تک زندہ رہے گی اور مرزا دبیر کی شوکت الفاظ و بلند پردازی مٹ جائے گی۔ مرزا دبیر نے جو صنائع بدائع اپنے کلام معجز نظام میں صرف کئے ان کے سمجھنے والے بہت کم باقی ہیں اور مشرقی علوم سے بے توجہی کا یہی عالم رہا تو چند ہی روز میں شاید کوئی شخص ان صنائع سے لطف اُٹھانے والا ہندوستان میں تلاش کرنے سے بھی نہ ملے گا۔"

ناظر کاکوروی "مطالعہ انیس" میں فرماتے ہیں:۔

"میر انیس کے دَور میں دوسرے مرثیہ گو شعراء بھی تھے، لیکن ایک مرزا دبیر کے علاوہ کسی کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ مرزا دبیر کے کلام میں ایسی خوبیاں اور خصوصیات ضرور ہیں جن کی بدولت، ان کو قریب قریب وہی عروج و کمال، وہی اعزاز و مرتبہ حاصل ہوا جو میر انیس کو تھا۔ میر انیس کی عُمر ہی نہیں مرثیہ گوئی میں گزری تھی بلکہ تبحّر کی مدّاحی میں وہ پانچویں پُشت میں تھے برخلاف اس کے مرزا دبیر کو شاعری ورثہ میں نہیں ملی تھی، ان کی مرثیہ گوئی

اکتسابی کہی جاتی ہے لیکن میں اسے 'خداداد' سمجھتا ہوں۔ شاعر ہونے کے علاوہ علوم متداولہ میں بھی ماہر تھے اور عربی و فارسی کے منتہی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں عالمانہ وزن اور وقار پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری اور ان کے فضل و کمال نے مل کر انھیں انیس کے مد مقابل بنا دیا اور مرثیہ گوئی میں دونوں باکمالوں کا نام لازم و ملزوم سا ہو گیا ہے۔"

شبلی اور مرزا دبیر:۔

مولانا شبلی نے اپنے تنقیدی کتاب "موازنہ انیس و دبیر" میں دبیر کے ساتھ جو ناانصافی کی ہے اس سے قریب قریب سب ہی کو اتفاق ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ پہلے حصہ میں انیس کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور دوسرے حصہ میں انیس اور دبیر کا موازنہ ہے۔ لیکن پہلے ہی حصہ میں جہاں دبیر کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں تھی بہت سے فقرے ایسے مل جائیں گے جن سے دبیر کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ شروع ہی میں لکھتے ہیں کہ انیس تو بار بار اور باآواز بلند دبیر پر سرقہ کا الزام لگاتے ہیں اور اپنی برتری کا دعویٰ کرتے ہیں مثلاً ؎

لگا رہا ہوں مضامین نَو کے پھر انبار   خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

لیکن دبیر اس پر صرف یہ کہتے ہیں ؎

شکرِ خُدا کہ سرقہ کی حد سے بعید ہوں   ہر مرثیہ میں موجدِ طرزِ جدید ہوں

۔ حالانکہ دبیر کے کلام میں اس طرح کی سیکڑوں مثالیں مل جائیں گی جن میں اپنی برتری کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ مثلاً ان کی ایک رُباعی ؎

شیر ان مضامیں کو کہاں بند کروں ۔۔۔ گونجیں گے ڈکاریں گے جہاں بند کروں
خلاقیٔ مضموں کا ہے دعویٰ سب کو ۔۔۔ کھل جائے حقیقت جو زباں بند کروں

یا

ہر باغ ہے گلچیں مرے مضموں کے چمن کا ۔۔۔ ہر بحر ہے قطرہ مرے دریائے سخن کا

اس کے علاوہ شبلی نے بہت سے اشعار اور مصرعے دبیر سے منسوب کردئے ہیں جو کہ دراصل ان کے نہیں ہیں۔ مثلاً

ع۔ زیرِ قدمِ والدہ فردوس بریں ہے

یا

ع۔ ہے ہے مرے دیور مرے دیور مرے دیور

ایک اور جگہ شبلی دبیر کے کلام کے متعلق یوں فرماتے ہیں:۔

"اس کے ساتھ الفاظ میں فصاحت، سلاست، روانی، بندش میں چستی اور چستی کے ساتھ بے تکلفی، دل آویزی اور برجستگی، لطیف اور نازک تشبیہات و استعارات اصول بلاغت کے مراعات، ان تمام اوصاف میں سے کون سی چیز مرزا دبیر میں پائی جاتی ہے۔ فصاحت ان کے کلام کو چھو بھی نہیں گئی، بندش میں تعقید اور اغلاق، تشبیہات اور استعارات اکثر دوراز کار، بلاغت نام کو نہیں، کسی چیز یا کسی کیفیت یا حالت کی تصویر کھینچنے سے وہ بالکل عاجز ہیں، خیال آفرینی اور مضمون بندی البتہ ہے لیکن اکثر جگہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔"

اب اس بیان کو دیکھنے کے بعد اسی بیان کا دوسرا جزو بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

"ہماری یہ غرض نہیں کہ ان کے کلام میں سرے سے یہ باتیں پائی ہی

نہیں جاتیں۔ وہ نہایت پُرگو تھے، ان کے اشعار کا شمار ہزاروں کیا لاکھوں تک ہے، اخیر اخیر میں وہ میر انیس کی تقلید بھی کرنے لگے تھے، اس بنا پر ان کے کلام میں جابجا شاعری کے لوازم اور خاصے پائے جاتے ہیں، لیکن گفتگو قلت اور کثرت میں ہے۔"

پہلے بیان کو دیکھ کر دوسرے بیان کو دیکھنے سے ہی شبلی کے خیالات میں تذبذب کا احساس ہوتا ہے۔ اس سے ان کی جانبداری کا خیال ہونے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ شبلی نے جان بوجھ کر دبیر کے کلام سے ایک بھی ایسی مثال نہیں پیش کی جس سے ان کی برتری ثابت ہو سکے حالانکہ ایسے ہزاروں اشعار ہوں گے۔

اس کے علاوہ شبلی نے انیس و دبیر کے موازنہ کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ بڑا نامناسب تھا۔ کیونکہ یہ دونوں شاعر دو الگ طرز فکر کے نمائندے ہیں لہٰذا ان دونوں کا کلام ایک ہی معیار پر پرکھنے سے ایک نہ ایک کو ناقابل تلافی نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ جیساکہ موازنہ انیس و دبیر میں دبیر کو۔ اس لئے تنقید نگار کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ان دونوں شاعروں کے کلام کو ایک دوسرے کے پس منظر میں دیکھے اور اس کے بعد کوئی مکمل رائے قائم کرے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر مسیح الزماں کے خیالات بڑے قابل قدر ہیں۔ وہ اپنی کتاب تعبیر تشریح تنقید میں لکھتے ہیں :۔

"انیس و دبیر کی شاعری کا موازنہ کرنے کے لئے اصل میں صحیح راستہ کی ضرورت ہے۔ یہ دونوں شاعر دو مختلف طرز فکر اور طرز سخن کے نمائندے تھے۔ دونوں کے ذہن میں شاعری کی قدریں مختلف تھیں۔ اس وجہ سے دونوں کے کلام

ایک معیار پر جانچنا صحیح نہیں ہے۔ ناسخ اسکول کی وہ خصوصیت جو مضمون آفرینی، بلندیٔ تخیل اور پُرگوئی سے متعلق ہے مرزا دبیر کے یہاں جلوہ گر ہے۔ دبیر اور ان کے پیرو شاعری میں انھیں خصوصیات، انھیں باتوں کو مدِّنظر رکھتے ہیں۔ صنعتوں کا استعمال، لفظوں کی سجاوٹ دبیر اور ان کے شاگردوں میں نمایاں ہے۔ یہ وہی خصوصیات ہیں جو قصیدہ گو کے پیش نظر تھیں۔ جس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ جو منظر سامنے ہے اس کی تصویر ایسے لفظوں میں کھینچی جائے کہ ہو بہو اس کی کیفیت لوگوں کو معلوم ہو۔ بلکہ اس اسکول کے شاعر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ جو منظر بیان کرے اس کا انتہائی درجہ پیش کر دے تاکہ دوسرے یہ سمجھ کر داد دیں کہ جیسا شاعر نے بیان کیا ہے اس میں اس سے زیادہ شدت بھی ممکن ہے یا نہیں۔

اس کے برخلاف میر انیس اس طرز فکر کے نمائندے تھے جس کے نزدیک شاعری جذبات کا آئینہ ہے جو یہ مقصد پیش نظر رکھتے ہیں کہ حالات و مناظر کی تصویریں ایسی پیش کی جائیں کہ پڑھنے والے کو وہی منظر نظر آجائے۔ آخر الذکر معیار پر اگر دبیر کا کلام جانچا جائے تو یہ ان کے ساتھ ناانصافی ہے۔ شاعر کو اس کے اپنے ماحول اور زمانہ کے طرزِ سخن کی اعتبار سے جانچنا چاہیے۔"

انیس و دبیر کے متحد المضمون مرثیے:۔

چونکہ مرثیہ ایک ایسی صنف ہے جس میں تاریخی واقعہ باندھا جاتا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تاریخی واقعات کے نظم کرنے میں مختلف شعراء کے بیشتر مضامین متحد المضمون ہوں گے لہٰذا یہی چیزیں انیس و دبیر کے یہاں بھی ہیں۔ نیچے کچھ متحد المضمون اشعار اور بند دونوں شعراء کے پیش کئے جارہے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑا جارہا ہے۔

دبیر	انیس
چاہوں تو بیٹھے بیٹھے اِک اُنگلی سے زین پر گردوں کی ڈھال چیر کے رکھ دوں زمین پر	طاقت اگر دکھاؤں رسالت مآب کی رکھ دوں زمیں پہ چیر کے ڈھال آفتاب کی
دل صاف ہو کس طرح کہ انصاف نہیں ہے انصاف ہو کس طرح کہ دل صاف نہیں ہے	عالم ہے مکدر کوئی دل صاف نہیں ہے اس عہد میں سب کچھ ہے پر انصاف نہیں ہے
مثلِ تنور گرم تھا پانی میں ہر حباب ہوتی تھیں سیخ موج پہ مُرغابیاں کباب	پانی تھا آگ گرمیٔ روزِ حساب تھی ماہی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی
یوں جسم رعشہ دار سے جانیں ہوئیں رواں جیسے مکاں سے زلزلہ میں صاحبِ مکاں	یوں روح کے طائر تن و سر چھوڑ کے بھاگے جیسے کوئی بھونچال میں گھر چھوڑ کے بھاگے
اہلِ عطا میں تاج سرِ ہل اتیٰ ہیں یہ اغیار لاف زن ہیں شہِ لافتیٰ ہیں یہ خورشید انورِ فلکِ انما ہیں یہ کافی ہے یہ شرف کہ شہِ قل کفٰی ہیں یہ ممتاز گو خلیل رسولانِ دیں میں ہیں کاشف ہے لو کشف یہ زیادہ یقیں میں ہیں	حق نے کیا عطا یہ عطا ھل اتیٰ کسے حاصل ہوا ہے مرتبۂ لافتیٰ کسے کونین میں ملا شرفِ انّما کسے کہتی ہے خلق بادشہِ قُل کفٰی کسے دُنیا میں کون منتظمِ کائنات ہے کس کو کہا خُدا نے کہ یہ میرا ہات ہے

دبیر	انیس
ساماں سے کوئی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا	کچھ خارِ مغیلاں گُلِ تر ہو نہیں جاتا
ہر اہلِ عصا موسیٰ عمراں نہیں ہوتا	قلعی سے کچھ آئینہ قمر ہو نہیں جاتا
پہنے جو انگوٹھی وہ سلیماں نہیں ہوتا	ہر قطرۂ ناچیز گہر ہو نہیں جاتا
آئینہ گر اسکندرِ دوراں نہیں ہوتا	مس پہ جو ملمع ہو تو زر ہو نہیں جاتا
لاکھ اوج ہو پشہ کا ہُما ہو نہیں جاتا	جس پاس عصا ہو اسے موسیٰ نہیں کہتے
بُت سجدۂ کافر سے خُدا ہو نہیں جاتا	ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے
صغریٰ نے کہا صاحبو کیا کرتے ہو گفتار	کیا خلق میں لوگو! کوئی ہوتا نہیں بیمار
اِک بات پکڑ لی کہ یہ بیمار ہے بیمار	ہے کون سی تقصیر کہ سب ہو گئے بیزار
شاید کہ سفر ہی میں شفا دے مجھے غفّار	زندہ ہوں پہ مُردہ کی طرح ہو گئی دشوار
یاں کون خبر لے گا مری یہ در و دیوار	کیوں بھاگتے ہیں سب مجھے ہے کونسا آزار
اتنی بھی تو طاقت نہیں جو اُٹھ کے کھڑی ہو لوں	حیرت میں ہے باعث مجھے کھلتا نہیں اس کا
اے لوگو! میں کیا آپ سے بیمار پڑی ہوں	وہ آنکھ چُرا لیتا ہے مُنھ تکتی ہوں جس کا

اولاد کا غم دراصل ماں باپ کے لئے سب سے بڑا غم ہے۔ واقعہ کربلا میں امام حسینؑ کے سامنے ان کا نوجوان پسر حضرت علی اکبر کس طرح شہید کیا گیا۔ کس طرح اسے جنگ کی اجازت ملی۔ یہ کتنا دردناک واقعہ ہے جسے غالباً سب ہی جانتے ہیں۔ اس مضمون کو انیس و دبیر دونوں نے باندھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ بڑے دردناک انداز میں کہ انسان بغیر متاثر ہوئے نہیں رہ سکتا۔

مثال کے طور پر:۔

دبیر

وہ درد ہے کیا درد کہ درماں نہیں رکھتا — وہ رنج ہے کیا رنج کہ پایاں نہیں رکھتا
کس زخم کا مرہم دلِ انساں نہیں رکھتا — کس چاک کا پیوند گریباں نہیں رکھتا
بے صبر جس اندوہ میں ہر ایک بشر ہے
وہ داغ پسر، داغ پسر، داغ پسر ہے

جس درد کی تسکین میں عاجز ہیں خرد مند — وہ درد ہے کیا رحلتِ فرزند جگر بند
جب دست و گریباں ہو پدر سے غمِ فرزند — وہ چاک یہی چاک ہے جس کا نہیں پیوند
سچ پوچھو تو فرزند کلیجہ ہے پدر کا
ناسور جگر میں نہ ہو اس لختِ جگر کا

فرزند گلِ باغ تمنائے پدر ہے — بے قدر ہے وہ شاخ جو بے برگ و ثمر ہے
تعویذ تسلیِ دلِ خلق پسر ہے — داغ اس کا شگافِ جگر و زخمِ جگر ہے
کیوں دل میں پدر کے نہ ہو ناسور خلف کا
جب چاک گہر کے لئے سینہ ہو صدف کا

انیس

دشمن کو بھی خدا نہ دکھائے پسر کا داغ — دل کو فگار کرتا ہے لختِ جگر کا داغ
آنکھوں کا نور کھوتا ہے نورِ بصر کا داغ — مرنا جوان بیٹے کا ہے عمر بھر کا داغ
یہ حال اپنے فاطمہ کے دل سے پوچھئے
زخمِ جگر کے درد کو گھائل سے پوچھئے

ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے
تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے
ایام ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرام جگر، قوت دل، راحت جاں ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

مالک سے بھرے گھر کے اجڑ جانے کو پوچھو
گھر والوں کے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو
یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نور نظر کا
بہہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

دبیر

ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبط مصطفےٰ
لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
نہ مانگنا ہی آتا ہے مجھ کو نہ التجا
منت بھی گر کروں گا تو کیا دیں گے وہ بھلا
پانی کے واسطے نہ سنیں گے عدو مری
پیاسے کی جان جائے گی اور آبرو مری

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے
چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ حق ہوا تھرا کے رہ گئے
چادر پسر کے چہرہ سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

گر میں بقول عمرو شمر ہوں گناہگار
یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
تشنہ ہے بے زبان، نبی زادہ شیرخوار
ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

یہ کون بے زباں ہے تمھیں کچھ خیال ہے — دُرِّ نجف ہے بانوے بیکس کا لال ہے
لو مان لو، تمھیں قسمِ ذوالجلال ہے — یثرب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے
پوتا علیؑ کا تم سے طلبگارِ آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر — رو کر کہا جو کہنا تھا وہ کہہ چکا پدر
باقی رہی نہ بات کوئی اے مِرے پسر — سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
پھیری زباں لبوں پہ جو اس نورِ عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسین نے

انیسؔ

بولے دکھا کے بچے کو شاہِ فلک سریر — مرتا ہے پیاس سے یہ مرا کودکِ صغیر
پانی ملا ہے کل سے نہ ممکن ہوا ہے شیر — للہ اس غریب پہ کر رحم اے امیر
مہماں ہے کوئی آن کا ہونٹوں پہ جان ہے
اس کا قصور کیا ہے کہ یہ بے زبان ہے

برپا ہے اہلبیتِ محمدؐ میں شور و شین — در پہ پھوپھی بلکتی ہے ماں کر رہی ہے بین
آنکھیں پھرائے دیتا ہے اب تو یہ نورِ عین — لایا ہے اس عطش پہ ترے پاس اب حُسین
تجھ کو قسم ہے روحِ رسالت مآب کی
ٹپکا دے اس کے حلق میں اک بوند آب کی

دبیرؔ

راوی نے حالِ خانۂ زنداں ہے یوں لکھا — وحشت میں مثلِ قبر اور آفت میں کربلا

آئی جو شب اسیر کو صدمہ بڑا ہوا نہ فرش تھا، نہ سایہ، نہ پانی، نہ غذا
شمعوں کی روشنی نہ چراغوں کی روشنی
بس ماتمِ حسینؑ کے داغوں کی روشنی
زینب کو بھی سکوت کا یارا نہ پھر رہا بولے نہ اُن سے پوچھ یہ زینب کا ماجرا
کیا جانئے کہ بعد حسینؑ اس پہ کیا ہوا قدموں پہ ہند گر پڑی پہچان کر صدا
رو کر کہا قسم مجھے ربِّ قدیر کی
زینبؑ تمھیں ہو بیٹی جنابِ امیرؑ کی

انیس

کیجئے شکستگیٔ خرابہ کا کیا بیاں ثابت نہ جس میں سقف نہ در اور نہ سائباں
وحشت کا گھر ہراس کی جا خوف کا مکاں وہ شب کہ الحذر وہ اندھیرا کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی، زنداں کا گھر نہ تھا
حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گذر نہ تھا
یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ پھر مُڑ کے روئے حضرت زینبؑ پہ کی نگاہ
مُنھ سے ہٹائے بال تو حالت ہوئی تباہ بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمھیں ہو خالقِ اکبر گواہ ہے

دبیر

مومنو بے کس و بے یار ہے مظلوم حسین سخت آفت میں گرفتار ہے مظلوم حسین
کیا سراسیمہ و ناچار ہے مظلوم حسین دل شکستہ جگر افگار ہے مظلوم حسین

نیزے کاری ہیں لگے زخم پہ شمشیروں کے
نیزوں کے زخموں میں پیوستہ ہیں پھل تیروں کے
کیا رحیمی ہے کہ غصہ نہیں آتا ہے ذرا
کیا کریمی ہے کہ سر کرتے ہیں اُمّت پہ فدا
کیا تحمّل ہے کہ ہر زخم پہ ہے شکر خدا
کیا شجاعت ہے کہ لاکھوں میں کھڑے ہیں تنہا
تیر بھی نیزے بھی سینے پہ لئے جاتے ہیں
پر دُعا نانا کی اُمّت کو دئے جاتے ہیں

انیس

آج شبیر پہ کیا عالم تنہائی ہے
ظلم کی چاند پہ زہرا کے گھٹا چھائی ہے
اس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے
یاں نہ بیٹا، نہ بھتیجا، نہ کوئی بھائی ہے
برچھیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں
"مار لو پیاسے کو" ہے شور ستمگاروں میں
لاکھ شمشیر ہیں اور ایک تنِ اطہر ہے
ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا لشکر ہے
سیکڑوں خنجر فولاد ہیں اور اک سر ہے
نہ کوئی یار نہ ہمدم نہ کوئی یاور ہے
باگ گھوڑے کی لٹکتی ہے اُٹھا سکتے نہیں
سامنے اہل حرم روتے ہیں جا سکتے نہیں

انتخاب از مراثی میرزا دبیر

(۱)

پیدا شعاعِ مہر کی مقراض جب ہوئی — پنہاں درازیٔ پرِ طاؤس شب ہوئی
اور قطعِ زلفِ لیلیٔ زہرہ لقب ہوئی — مجنوں صفت قبائے سحر چاک سب ہوئی
فکرِ رفو تھی چرخِ ہنرمند کے لئے
دن چار ٹکڑے ہو گیا پیوند کے لئے

فرہادِ چرخ تیشۂ دوراں نے ایک بار — اس کوہِ بے ستون فلک پر کیا قرار
فوراً لگا کے تیشۂ خورشید زرنگار — کی جوی شیرِ صبح سیاہی سے آشکار
پر شیر خوار آبِ پیمبر تڑپ گئے
منہ کھولا دودھ مانگا اور اصغر تڑپ گئے

یوسف فراقِ چاہ میں ناگہ نہاں ہوا — یعنی غروب ماہِ تجلّی نشاں ہوا
یونسؑ دہانِ ماہیٔ شب سے عیاں ہوا — یعنی طلوع نیّرِ مشرق ستاں ہوا
فرعونِ شب سے معرکہ آرا تھا آفتاب
دن تھا کلیم اور یدِ بیضا تھا آفتاب

تھی صبح یا فلک کا وہ جیبِ دریدہ تھا — یا چہرۂ مسیح کا رنگِ پریدہ تھا
خورشید تھا کہ عرش کا اشکِ چکیدہ تھا — یا فاطمہؑ کا نالۂ گردوں رسیدہ تھا
کہئے نہ مہرِ صبح کے سینہ پہ داغ تھا
اُمیدِ اہلبیت کا گھر بے چراغ تھا

۵
روزِ سفید یوسفِ آفاق شب نقاب — مغرب کی چاہ میں تھا جو وہ زیرِ آب
سقّائے آسماں نے کیا دیوِ آفتاب — اور ریسماں شعاع کی باندھی بآب و تاب
یوسف کو دیوِ مہر میں بٹھلا کے چاہ سے
کھینچا نواحِ شرق میں مغرب کی راہ سے

۶
نکلا اُفق سے عابدِ روشن ضمیرِ صبح — محرابِ آسماں ہوئی جلوہ پذیرِ صبح
کھولا سپیدی نے جو مصلّائے پیرِ صبح — پر سجدہ گاہ بن گئی مہرِ منیرِ صبح
کرتی تھی شب غروب کا سجدہ درود کو
سیارے ہفت عضو بنے تھے سجود کو

۷
ظلمت جہاں جہاں تھی وہاں نور ہو گیا — پھر مشکِ شب جہان سے کافور ہو گیا
گویا کہ زنگ آئینہ سے دور ہو گیا — باطل رسالہ نے شبِ دیجور ہو گیا
کیا پختہ روشنائی تھی قدرت کے جامے میں
مضمونِ آفتاب کا ذرّوں کے نامے میں

۸
جوزا عنانوں کے ہوئے جولاں جو راہوار — سیارے کھوئے سیر و تماشائے روزگار
تازی ہوئے جو صرفِ چراگاہ ایک بار — باقی نہ کہکشاں کی رہی کاہِ روزگار
برباد سبزۂ روشِ کہکشاں ہوا
پامالِ بُرجِ سُنبلۂ آسماں ہوا

۹
شیرانِ شیرِ حق تھے شریکِ ثوابِ صبح — سگ خصلتانِ شام تھے مشغولِ خوابِ صبح
پیشِ نگاہ تھا ورقِ انتخابِ صبح — اور اس ورق پہ مصحفِ نورِ آفتابِ صبح
شانِ نزولِ سورۂ والفجر یاد تھی
مشتاقیِ بہشت تھی فکرِ جہاد تھی

۱۰
کھولے ہوا میں طائرِ زرّیں نے بال و پر — بیٹھا وہ آکے چرخِ چہارم کے بام پر
دانے ستاروں کے جو پڑے تھے اِدھر اُدھر — منقارِ زرّیں چُن لئے اس نے وہ سر بسر
پھر میہمان چشمۂ مہتاب ہو گیا
چشمہ تو خشک اور وہ سیراب ہو گیا

۱۱
پھر تھا ہمائے اوجِ سعادت شکستہ بال — جز اشکِ آب و دانہ کا تھا دیکھنا محال
تھا پیاس سے سکینہ و اصغر کا غیر حال — مُنھ زرد ہونٹھ اور زباں سوکھی آنکھ لال
وہ دودھ دودھ کہتا تھا رو کر اشارے سے
یہ پانی پانی کہتی تھی زہراؑ کے پیارے سے

۱۲
تھے خرمنِ فلک پہ ابھی دانۂ نجوم — بونے لگا جو تخمِ ستم ابنِ سعد شوم
غلّے کے بانٹنے کو ندا دی علی العموم — مانندِ مور دانۂ زر دوں نے کیا ہجوم
غلّہ یہ سب قضا نے پئے اشقیا لکھا
اِک دانہ پر بھی نام نہ شبّیر کا لکھا

۱۳
رومال ظالموں نے زمیں پر بچھا دیئے — حصّے عُمر نے لے کے برابر لگا دیئے
اور افسروں کو بدرے کے بدرے اُٹھا دیئے — پھر سر بہ مہر صرّۂ زر بھی دکھا دیئے
لب کھولے جَو فروشی و گندم نمائی میں
ہاں اے دلیرو جان لڑانا لڑائی میں

۱۴
ہاں! اے نمک حلالو نہ ہمّت کو ہاریو — بھوکے کو بھوکا پیاسے کو پیاسا ہی ماریو
ابنِ معاویہ کی خلافت سنواریو — سیّد کے سر کو سینہ پہ چڑھ کر اُتاریو
اب تو ہے غلّہ کل زر و جاگیر مال ہے
شبّیر کو جو ذبح کرو سب حلال ہے

۱۵ زینبؑ نے رفتہ رفتہ جو یہ شور سن لیا　　بے ساختہ حسینؑ کے فاقے پہ رو دیا
جنگل کو رخ کیا کبھی یثرب کو رخ کیا　　آواز دی کہاں ہو تم اے فخر انبیا
قربان جاؤں قبر میں اس شب کو سوتے ہو
یا کربلا میں اپنے نواسے کو روتے ہو

۱۶ نانا یہ کلمہ گو ہمیں ناحق ستاتے ہیں　　پیتے ہیں خود ہمیں نہیں پانی پلاتے ہیں
انصاف کے لئے نہیں کیوں آپ آتے ہیں　　اتنا تو پوچھئے یونہیں مہماں بلاتے ہیں
غلہ سپاہِ شام میں تقسیم ہوتا ہے
کنبہ تمھارا تیسرے فاقے سے روتا ہے

۱۷ سجادے پر مکیں تھا امامِ فلک مکاں　　تقسیم غلہ کا جو ہوا حال ناگہاں
ارزاں دیا رفیقوں کو وہ غلۂ گراں　　جس غلۂ گراں کے تھے نو دانے آسماں
گندم کے بدلے جنتِ آدم میں گھر دیا
گھر کیا کہ کائنات کا مختار کر دیا

۱۸ واں غلہ دے کے سب سے مخاطب ہوا عمر　　کھا لو کہ اب غذا نہ ملے گی کئی پہر
اس جنگ میں ہراس و تردد ہے سربسر　　ایماں کا نقص جان کا خوف آبرو کا ڈر
اُمت سے سامنا ہے امامِ جلیل کا
کاٹا ہے جس کے باپ نے پر جبرئیل کا

۱۹ اِک ایک ان میں حمزۂ صاحبقراں ہے آج　　بندہ حسینیوں کا ہے جو پہلواں ہے آج
اک اِک علی کی طرح شجاعِ جہاں ہے آج　　شہروں میں اُن کی تیغ کا سکہ رواں ہے آج
ہاں صبح ہے قریب نہ کھانے میں دیر ہو
ان بھوکے پیاسے شیروں سے لڑنا ہے سیر ہو

۲۰
بڑھ کر عمر سے کہنے لگے بانیٔ ستم
اپنی تو یہ غذا ہے کہ بھوکے رہیں حرم
نوفل پکارا سیر ہیں آب و غذا سے ہم
کھائی ہے آج قتلِ علمدار کی قسم
چلّایا شمر ہم تو اُسی وقت کھائیں گے
جب تین دن کے پیاسے کا سر کاٹ لائیں گے

۲۱
بولا عمر کہ بیٹھو یہ باتیں روا نہیں
مُنہ کا نوالا شیروں کا سر کاٹنا نہیں
دعوئ بے سند سے تمھیں کچھ حیا نہیں
رُستم بھی بھوکا پیاسا کسی سے لڑا نہیں
اُترے نہ ہوتے تم جو لبِ نہر چین سے
پھر دیکھتا ہوں لڑتے ہو کیونکر حسین سے

۲۲
یہ جو کہا عمر نے وہ چپکے چلے گئے
لے عقل نقد دیں کے عوض جنس لے گئے
سیّد کے قصد ذبح پہ سب غلّے لے گئے
اور یاں عمر کے اسپِ عراقی کسے گئے
چیدہ کئے عمر نے سلح کارزار کے
خادم لے آئے چرخ سے تیغیں اُتار کے

۲۳
بجنے لگا سلاحِ وغا پھر وہ پُر دغا
کی خود ہی خود نمائی سے زیب سر جفا
یا ماہِ آفتاب کو گویا گہن لگا
یا دار قد پہ کفر کا بختِ سیہ جڑا
اسلام میں جو ڈالے تھے رخنے یزید نے
ان کو کیا زرہ تنِ عمرِ پلید نے

۲۴
پاؤں میں پہنے موزۂ گمراہیٔ جہاں
کج فہمی سے معاویہ کی اُس نے لی کماں
اور تیغ ہند بند جگر خار کی زباں
فردِ سیہ تھی نامۂ اعمال شامیاں
چار آئینہ وہ رنگ بھرا اس پلید کا
دل شمر و شیث و ابن زیاد و یزید کا

۲۵ نیزہ سنان ابن انس کا تھا دستِ جور — یہ نیزہ اور حسین کا سینہ مقامِ غور
ترکش بھی تھا دریدہ دہن حرملہ کے طور — گویا سوائے تیر نہ اس کی زباں تھی اور
اوّل خدنگ اُس کا چلے شاہِ خلق پر
آخر کو تیر حرملہ اصغر کے حلق پر

۲۶ پھر زہر کے بجھے ہوئے خنجر طلب کئے — اپنے ملازموں پہ وہ تقسیم سب کئے
سامانِ میہمانیٔ شاہِ عرب کئے — ٹکڑے نبی علی کے جگر بے سبب کئے
مانگا شقی نے توسنِ زرّیں لجام کو
کھا پی کے فوج بھی ہوئی حاضر سلام کو

۲۷ کثرت پہ فوج کی ہوا ناداں وہ خودپرست — بولا کہ اپنی فتح ہے شبّیر کی شکست
پہلے کیا فرات کا ظالم نے بندوبست — بٹھلائے دس ہزار زرہ پوش تیز دست
دیوار آہنی لبِ دریا بلند کی
دریا نے بانگ ہائے حسینا بلند کی

۲۸ گھاٹوں کو روک کر یہ پکارا کہ ہاں سنو — بے آبرو کروں گا نہ مانے گا حکم جو
پائیں نہ ایک قطرہ شہنشاہ نیک خو — میّت کے غسل کو نہ وضو کو نہ پینے کو
جاں بر نہ تشنگی سے امامِ حجاز ہو
خشکی میں غرق آلِ نبیؐ کا جہاز ہو

۲۹ اور سترہ ہزار سوارانِ نیزہ دار — قومِ اسد کے گھیرنے کو بھیجے ایک بار
یعنی بنی اسد اسد اللہ پہ ہیں نثار — ایسا نہ ہو کہ آئیں سوئے شاہِ نامدار
اُن سے جدا حسین رہیں وہ حسین سے
ہم سیدوں کو ذبح کریں رن میں چین سے

۳۰ چیدہ کیا ہزار جوانانِ ناخلف   اس عہدے پر کیا اُنھیں منصوب ہر طرف
ساغر بکف رہیں وہ تنک ظرف ہر طرف   جب العطش کہیں دُرِ پاکِ شہِ نجف
پانی اُنھیں دکھا کے یہ بے آبرو بہائیں
پانی بہا کے تشنہ لبوں کا لہو بہائیں

۳۱ چالیس سَو پھر اُس نے کماندار روسیاہ   بٹھلائے چار گوشوں میں گردِ خیامِ شاہ
سادات کے لئے نہ رکھا گوشۂ پناہ   روحِ بتول کہتی تھی رو رو کے آہ آہ
جلّاد لاکھ تیغوں سے اک سر اُتاریں گے
ناچار کر کے یہ مرے بچّے کو ماریں گے

۳۲ القصہ بند وبست یہ جب کر چکا عُمر   انعام دے کے پیکوں سے بولا وہ بدگُہر
ہاں اب گھڑی گھڑی کی مجھے لاکے دو خبر   نکلیں اُدھر حسین تو ہو صف کشی اِدھر
سُنتا ہوں آن بان پہ سادات مرتے ہیں
دیکھوں تو مورچے کہاں شبّیر کرتے ہیں

۳۳ شبخوں ابھی نہ روز نے مارا تھا رات پر   جو اہلِ شام بیٹھ چلے یاں فرات پر
بلوہ کیا عدو نے شہِ نیک ذات پر   ظلمت محیط ہو گئی آبِ حیات پر
شب کیا گئی نصیب کا کچھ پھیر ہو گیا
ہوتے ہی صبح خیمہ میں اندھیر ہو گیا

۳۴ کھینچوں مرقعۂ سحرِ شاہ خاص و عام   جس کے حضور صبحِ عُمر کی تھی عینِ شام
واں تو یہ دھوم دھام تھی اور یاں خُدا کا نام   تسبیحِ فاطمہؓ ہی ابھی پڑھتے ہیں امام
واں کلمہ کفر کا یہاں شکرِ غیور کا
واں جادہ نار کا یہاں سجّادہ نور کا

۲۵
کیا روسفید فوج خدا ہے ظہور صبح	آتی ہے اُن کے عقد عبادت میں حور صبح
رُخ سے طلوع مہر جبیں سے ظہورِ صبح	اک سمت اُن کا نور ہے اک سمت نورِ صبح
سر سجدے میں بدن ہے قعود و قیام میں
کیا صبح کی بہار ہے فوجِ امام میں

۲۶
آواز ارکیوا جو ملائک سناتے ہیں	غازی نماز پڑھ کے مصلّی اٹھاتے ہیں
تعقیب کی بھی دعائیں مگر پڑھتے جاتے ہیں	سجدہ کو آستانہ مولا پہ آتے ہیں
در پہ رکھے جبینوں کو سب خوشخصال ہیں
ایک آسماں ہے اور بہتر ہلال ہیں

۲۷
مثلِ قمر یہ عابدِ شب زندہ دار ہیں	مانند مہر متقیِ روزگار ہیں
شکلِ فلک رکوع میں لیل و نہار ہیں	مثلِ زمیں سجود میں یہ خاکسار ہیں
سبحہ کی اُن کے ہاتھ سے کیا قدر بڑھتی ہے
تسبیح ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھتی ہے

۲۸
دیکھو خشوع کو تو ہے لرزاں بدن تمام	پوچھو رجوعِ قلب تو دل ہے سوئے امام
واقف نہیں رہا ہے کہ کس شے کا ہے یہ نام	جس کو نماز کہتے ہیں وہ ہے یہ والسلام
روشن ہے ان کا اوجِ عبادت جہان پر
سجادہ ہے زمیں پہ نماز آسمان پر

۲۹
صبر اُن کا ہم نشیں ہے قناعت مکان ہے	حلم اُن کا ہے مزاج صداقت زبان ہے
نورِ خدا بدن ہے حسین اُن کی جان ہے	ہمت اُنھیں کے ہاتھ کا ایک استخوان ہے
فردوس اُن کا خلق ہے نور اُن کا خشم ہے
ایمان اُن کا دل ہے حیا اُن کی چشم ہے

۲۰
ہے دست بوس ایک کے شمشیر آبدار
دُرِّ نجف کا سبحہ کسی کے گلے کا ہار
کوئی خیالِ حورِ شہادت سے ہم کنار
کوثر پہ آنکھ ایک جری کی حباب وار
کہتے ہیں راہِ حق میں شرف کی کمی نہیں
اس راہ میں جو خاک نہ ہو آدمی نہیں

۲۱
سمجھے ہے نامرادیٔ دُنیا کو یہ مُراد
دل اُن کا غم میں شاد ہے غم اُنکے دل میں شاد
ہر عضو میں ہے دل کی طرح سے خُدا کی یاد
قرآن پڑھنا ختم ہے اُن پر درِم جہاد
لڑنے میں دست و تیغ برابر تُلے ہوئے
خود رحل کے ہیں گود میں قرآں کُھلے ہوئے

۲۲
لشکر میں ہے یہ اکبر و عباس کا وقار
وہ انجمن میں شمع تو یہ باغ میں بہار
آنکھوں میں وہ نگاہ تو یہ سینوں میں قرار
وہ بازوؤں میں زور یہ قبضے میں ذوالفقار
اِن دونوں کی یہ فوجِ خُدا میں مثال ہے
دریا میں وہ گہر ہے یہ معدن میں لال ہے

۲۳
وہ چشم ہے پلک میں تو یہ تِل ہے سینے میں
حیدر وہ کعبے میں یہ پیمبر مدینے میں
یوسف وہ خطبے میں وہ سکندر نگینے میں
آبِ بقا وہ چشمے میں یہ زر خزینے میں
وہ آب موتیوں میں یہ اِک گُل ہزاروں میں
خوشبو وہ پھولوں میں یہ تجلّی ستاروں میں

۲۴
ہر صبح مہر و ماہ کی تو کم ہے روشنی
پر دیکھو ان کے عارضوں کی جلوہ افگنی
خورشید وہ جری ہے تو یہ چاند ہے غنی
اِک سمت کو ہے دھوپ اور اک سمت چاندنی
پائی نہ ماہ کے یہ ضیا ماہتاب میں
دیکھی نہ آفتاب نے یہ دھوپ خواب میں

۴۵
والشمس سے رسولِ خدا ہیں مُراد رب — اُس شمس کی شعاع ہے اکبر کے رُخ میں سب
عباسؓ کا ہے ماہِ بنی ہاشمی لقب — وہ در ہیں ان کے مہر و عطا کی یہ روز و شب
ہر صبح و شام روئے خلائق یہ بانہ ہیں
ذرہ نوازہ بھی ہیں اور اختر نوازہ ہیں

۴۶
عباسؓ سے یہ کہتے ہیں اکبر کہ کیوں چچا — کیا ہوگا گردِ خیمہ بھی ہے لشکرِ جفا
اماں کے پردے کا مجھے اندیشہ ہے بڑا — باندھیں گے اپنا مورچہ ہم بھی پئے وغا
خیمے سے فاصلہ نہ پدر سے جدائی ہو
یہ طور ہو اگر تو بخوبی لڑائی ہو

۴۷
اماںؑ نے کہہ دیا ہے کہ بخشوں گی میں نہ شیر — جیتے ترے امام کو نیزہ لگا کہ تیر
حافظ رہوں گا باپ کا میں وقتِ دار و گیر — لیکن غضب ہے والدہ گر ہو گئیں اسیر
خیر اب تو دامنِ شہِ خوشخو نہ چھوڑیں گے
جو ہو سو ہو حسینؑ کا پہلو نہ چھوڑیں گے

۴۸
عباسؓ مدح کرتے ہیں گردن ہلا ہلا — زینبؑ کے پالنے کی یہ غیرت ہے میں فدا
وہ پوچھتے ہیں اب کہیں ہے اور ارادہ کیا — یہ ہاتھ منہ پہ پھیر کے کہتے ہیں دیکھنا
جینے سے ہاتھ اٹھاتے ہیں مرد اپنی بات پر
اپنا تو آج مورچہ ہوگا فرات پر

۴۹
کہتے ہیں جھوم جھوم کے زینبؑ کے یادگار — اک حملے میں سمند ہیں اپنے بھی پلے پار
ابنِ حسنؑ کے حسنِ بیاں سے ہے آشکار — ارزق کا زرق برق مٹا دوں تو ہو قرار
دعوے ہیں آج حیدریوں کو بڑے بڑے
چاہیں تو غرب و شرق کو لے لیں کھڑے کھڑے

۵۰
کیونکر نہ شیر ہوں خلفِ شیرِ کبریا — سیدانیوں کا دودھ ہے اِن پیاسوں نے پیا
دو دن سے ایک لقمہ تناول نہیں کیا — لیکن وہی ہے چہرے کی سُرخی وہی ضیا
سید ہر ایک حال میں خوشحال رہتے ہیں
کھائیں نہ کھائیں شیروں کے مُنہ لال رہتے ہیں

۵۱
دنداں بہادروں کے گُجا اور دُر کجا — لکھے ہیں حرف دُر کے پریشاں جُدا جُدا
دنداں ملے ہوئے ہیں جُدائی نہیں ذرا — پاسِ ادب سے دور ہے گر اُن کو دُر کہا
تو دُر کے کان چھدنے سے گذرا یہ دھیان میں
دنداں کا یہ تبسم ہے بندہ جہان میں

۵۲
رُخ چشمۂ حیات احبا کے واسطے — خط لب کا ذوالفقار ہے اعدا کے واسطے
فیضِ دہانِ تنگ ہے دُنیا کے واسطے — یاں جائے دم زدن نہیں عیسیٰ کے واسطے
دُرجِ دہن کے دانتوں سے اپنے زیادہ ہیں
یہ وہ صدف ہیں جس کے گُہر خانہ زاد ہیں

۵۳
مصحف اگر وہ رُخ ہے تو گیسو ہیں مشکبار — شیرازے کی طرح سے ہیں قرآں کے رشتہ دار
جلدِ کتابِ رُخ کی نزاکت پہ ہیں نثار — خط ہے کہ جلد سے خطِ مصحف ہے آشکار
ان کے شرف پہ عزم قسم کا لئے ہوئے
پھرتی ہے جلد ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے

۵۴
اور زلف حلقہ حلقہ ہے آرام کی جگہ — ظلمت ہے جیسے خضر خوش انجام کی جگہ
اس لام کا ہے دائرہ اسلام کی جگہ — یعنی علی کے دل میں ہے اسلام کی جگہ
یہ زلف و رُخ وہ دفترِ قدرت نگار ہے
اک بیت اس رسالے کی لیل و نہار ہے

۵۵
پلکوں کے نیمچوں سے زبردست زیر ہیں یاں زندگی سے ہمدمِ خونخوار سیر ہیں
صید افگنی پہ چشم کے آہو دلیر ہیں آہو نہیں ہیں بلکہ نیستاں کے شیر ہیں
غیرت سے آبدیدہ ہر اک شہسوار ہے
تیغِ نگہ سناں مژہ آب دار ہے

۵۶
سینہ نگینِ خاتمِ ایجادِ کبریا کندہ ہے اس پہ نقشِ غلامیٔ مرتضیٰ
زیرِ نگیں ہے دل کی طرح کشورِ وفا میں اُن کے حوصلہ پہ فدا زورِ پرِ فدا
ہر اک کے کام آتے ہیں یہ کام کی جگہ
سینہ سپر ہیں مثلِ سپر نام کی جگہ

۵۷
جو نور سب کی آنکھ میں ہے ان کے تن میں ہے تارِ نگاہِ ناز ہر اک پیرہن میں ہے
روشن ہر ایک آنکھ زرہ کے بدن میں ہے دیکھو مبالغہ نہیں میرے سخن میں ہے
تن کی ضیا قرار جو حلقوں میں لیتی ہے
پتلی زرہ کی آنکھوں میں دکھلائی دیتی ہے

۵۸
کیا پیرہن کی زیب ہے کیا اسلحہ کی سج چار آئینہ ہے صوم و صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج
سیدھی نہیں کسی سے بجز فتحِ تیغِ کج قامت ہے خم پہ چلتے ہیں مطلق نہیں ہے کج
جو ہر ہنر پہ تیغ کے قرآں اٹھاتے ہیں
قبضہ پہ مدعی قسمِ راست کھاتے ہیں

۵۹
اُن کے عقاب تیر کا ہے مرغِ جاں شکار طائر کوئی اُڑے نہ مع شاخ زینہار
پر ہُد ہُد خدنگ ہیں اُن کے وہ زور دار اُڑتے ہیں پھل بھی شاخ کے ساتھ اُنکے بار بار
تا پیش دیس نہ آئے عدو قصدِ گشت پر
اک چشمِ تیر آگے ہے اک چشم پشت پر

۶۰ بند

باندھے کمر جہاد پہ خود لیس ہے کماں — غصے سے ایک پوست ہے بالائے استخواں
یہ قوس وہ ہے قوس قزح جن کی مدح خواں — نیزے سے نیزہ باز فلک طالبِ اماں
اس نیزے سے مباحثے کی کس کو تاب ہے
گویا زباں کی طرح یہ حاضر جواب ہے

۶۱ بند

ڈھال اُن کی ہے وہ بدر کہ اکثر دمِ جدال — اس بدر سے تراشے ہیں تیغوں نے سو ہلال
پر ہے جہاد میں یہ وہی بدر بے زوال — حقا وہ حق پہ لڑتے ہیں جو ہیں کہ خوش خصال
پس اُن کی پشت پر یہ سپر کی دلیل ہے
پشت و پناہ کعبہ و رب الجلیل ہے

۶۲ بند

دریا دلوں کے گھوڑے ہیں یا کشتیِ رواں — کشتی کا نقش پا نہیں پائیں گے درمیاں
ان تازیوں کے سم کے زمیں پر نہیں نشاں — انجیل میں ہے اُن کی فضیلت کا یہ بیاں
قطرہ عرق نہ سوکھے گا اُن راہواروں کا
جو داخلہ بہشت میں ہوگا سواروں کا

۶۳ بند

مضموں ہے سست رو قدمِ نظم لنگ ہے — شوخی سے اِن سمندوں کی شوخی بھی دنگ ہے
میداں ردیف و قافیہ کا ایسا تنگ ہے — جلدی ہوا کے سامنے اُن کے درنگ ہے
دریا میں یہ نہنگ ہیں ضیغم مصاف ہیں
حوریں ہیں یہ بہشت میں پریاں ہیں قاف ہیں

۶۴ بند

طاؤس اُن کا جلوہ ہے کبک اُن کا ہے خرام — سر اُن کا پنجہ اور ہرن چشم مشک فام
حور اُن کی پتلیاں ہیں پری ہے ملک کا نام — بجلی بدن ہے اُن کا شرر ہیں رگیں تمام
سیماب ہے پسینہ نسیم اُن کی جان ہے
رعد اُن کا ایک نعرہ ہے شعلہ زبان ہے

۶۵

ناگاہ خیمہ گاہ سے شور بکا اُٹھا سجادہ سے نمازیٔ خیرالنسا اُٹھا

اور سبزہ پردۂ در آلِ عبا اُٹھا آواز آئی بانو کی وارث مرا اُٹھا

راضی سکینہ جان یتیمی پہ ہو گئیں

پہلے سے جاگتی رہیں اس وقت سو گئیں

۶۶

کلثوم صبر کر چکی مظلوم بھائی کو زینب نے بھی لٹا دیا ماں کی کمائی کو

بانو نے بھی قبول کیا بے ردائی کو اب کون روکے ہائے شہِ کربلائی کو

عابد نے کہہ دیا کہ رہ کر دگار میں

ہم تازیانے کھائیں گے بابا بخار میں

۶۷

خدام تازیٔ شہِ غازی کو در پہ لائے مولائے حلہ پوش کفن پہنے باہر آئے

اور چشم سے رکاب نے دونوں قدم لگائے زینبؑ پکاری ہائے حسینا غریب ہائے

تاریک چشمِ اہل حرم میں جہاں ہوا

زہرا کا چاند لے کے ستارے رواں ہوا

۶۸

مثلِ نسیمِ صبح سواری رواں ہوئی پھولوں کو لے کے فصلِ بہاری رواں ہوئی

یاجوج فوج قدرتِ باری رواں ہوئی زینبؑ پکاری جان ہماری رواں ہوئی

باغوں میں گل زمین کے پردیسی آتے ہیں

اماں کے پھول خاک میں ملنے کو جاتے ہیں

۶۹

ہر ذرۂ غبار ثریا وقار تھا ہر ذرہ اُس کا اخترِ خوش روزگار تھا

شیرِ خدا کا شیر ژیاں راہوار تھا زہرا کا آفتاب اسد پر سوار تھا

وہ آس پاس تھے رفقا اُس جناب کے

یا چودھویں کے چاند تھے گرد آفتاب کے

۷۰
رکنِ رکین عرش لئے فوج کا علَم کعبہ فلک پہ صرف طوافِ شہِ اُمم
چھڑکاؤ آب روئے مخالف کا ہر قدم ذالحجہ کی عید فوج پہ قرباں بھی دمبدم
پیدا نیاز نامہ نیا اقتدار تھا
نوروز اک حسین کا تحویل دار تھا

۷۱
قبروں کے واسطے جو خریدی تھی کچھ زمیں ٹھہری وہاں سواریٔ شاہِ فلک نشیں
لشکر کو اپنے دیکھ کے بولے امامِ دیں لے کربلا خُدا نے دئے تجھ کو یہ مکیں
سب شیرِ حق کے لعل ہیں زہرا رضؓ کے پیارے ہیں
دُرِ نجف ہیں عرش معلاّ کے تارے ہیں

۷۲
کہتے تھے کربلا سے یہ سلطانِ کربلا جو مثلِ سیل خیل جفا قہر سے بڑھا
کف باندھنے لگے رفقائے شہِ ہُدا مختار اُس نے میمنہ کا شیث کو کیا
چُن چُن کے نیزہ دار بھی چالیس سَو دئے
رہوار گرم رو دئے ملبوس نَو دئے

۷۳
ازرق کو تیر زن دئے پنجاہ صد جُدا کی اُس نے زیب میسرۂ لشکرِ جفا
اور دے کے دس ہزار جوانانِ پُر دَغا سونپا جناح حنظلہ کو اُس نے برملا
مل کر گلے نبی و علی رَن میں روتے تھے
اِک سر کے کاٹنے کے یہ سامان ہوتے تھے

۷۴
فرزند تھا جو اُس کا حفص ننگِ اشقیا رہوار نقرہ خلعتِ نذریں اُسے دیا
اور اُس کے سر کو تاجِ مرصّع سے دی ضیا لشکر کے قلب میں ولدالقلب کو کیا
بخشی نیابت اپنی اُس ابنِ حرام کو
اور بیرقِ معاویہ سونپی غلام کو

۷۵

یاں دیکھ کر حسینؓ کے لشکر کا رُعب و جاہ   وہ کافروں کی صف تھی رو دیوار رجزنگاہ
دیوار تھی نہ راہ تھی تے وہ صفِ سپاہ   پھر کر چلا جو ایک ستمگر سمٹ کے راہ
ترپے گا بو تراب کا پیارا زمین پر
اس غصے سے شکن تھی زمیں کی جبین پر

۷۶

اکبر امام زادے ہیں تو ہے مرا جگر   صف باندھ کر پسر سے مخاطب ہوا عُمر
سرداروں کو پکارا کہ ہاں صاحبِ ہنر   اپنا حشم دکھا انھیں پھر کر اِدھر اُدھر
فوجِ خُدا کے سامنے جاؤ رجز پڑھو
باگیں اُٹھاؤ نیزے ہلاؤ رجز پڑھو

۷۷

تیر اک چلا کے نیزے کا جوہر دکھا دیا   پہلے پرے سے شیث نے گھوڑا بڑھا دیا
نوفل نے بھی سمند سوئے شہ اُٹھا دیا   قاسمؑ کو دیکھا شاہ نے اور مُسکرا دیا
بولے حسینؓ بند کمر ٹوٹا جاتا ہے
دیکھو جوانو قاتلِ عباسؓ آتا ہے

۷۸

یاد آیا شہ کو دودھ اُگلنا صغیر کا   پلہ دکھایا حرملہ نے بڑھ کے تیر کا
شق ہو گیا کلیجہ رسولِ قدیر کا   چمکا جو بھالا ہلنے میں ابنِ نمیر کا
بے چین دل کے درد سے ہونے لگے حسینؓ
اکبرؓ کا سینہ چوم کے رونے لگے حسینؓ

۷۹

بولا ملا کے آنکھ سپاہِ امام سے   چمکا کے تیغ شمر بڑھا فوجِ شام سے
نکلا ہی پڑتا ہے مرا خنجر نیام سے   کس درجہ بغض ہے کسی پیاسے کے نام سے
سادات پر نہ رحم کروں نے کرم کروں
گر پانچ حلق ہوں تو برابر قلم کروں

۸۰
مولا نے مُسکرا کے فلک پر نگاہ کی — اور داہنی طرف سے صدا آئی آہ کی
سب نے کہا فغاں ہے کسی دادخواہ کی — رو کر حسینؑ بولے جو مرضی اِلٰہ کی
باتوں سے اُس کی خیر نسا ذبح ہوتی ہیں
قاتل کو میرے دیکھ کے ماں میری روتی ہیں

۸۱
ناگہ رواں ہوا پسرِ سعد کا پسر — ہم سن رفیق یار جلو میں اِدھر اُدھر
ہاتھوں پہ خادم آگے لئے تیغ اور سپر — اور اِک غلام کھولے ہوئے سر پہ چترِ زر
یوں رد ہوا وہ آتے ہی اکبرؑ کے سامنے
فرعون جیسے خالقِ اکبر کے سامنے

۸۲
مل کر حسینیوں نے کہا کیوں شہِ اُمم — اب کب تلک سکوت کہ رُکتا ہے اپنا دم
قرنا بجایا چاہتے ہیں بانیِ ستم — یاں صف کشی نہ مورچہ نے طبل نا عَلَم
اب ضبط اے وزیر یداللہ قہر ہے
شیروں کے مُنھ پہ چڑھتے ہیں روباہ قہر ہے

۸۳
شہ بولے کیا ارادہ کریں صف کشی کا ہم — واں لاکھ ہا بشر نئے ہیجے نئے عَلَم
یاں دوست کیا عزیز بھی کم، زندگی بھی کم — مظلوم کھائیں گے مری مظلومی کی قسم
ہر سال اس مہینے میں سب خاک اڑوائیں گے
رہنے دو اب عَلَم مرا شیعہ اُٹھائیں گے

۸۴
مرکر ہم آج قبر و جنازہ نہ پائیں گے — تابوت ہر برس مرا مومن اُٹھائیں گے
ہم پانی مانگتے ہوئے دُنیا سے جائیں گے — شیعہ ہمارے نام پہ شربت پلائیں گے
جب فوت وہ قضائے الٰہی سے ہوئیں گے
ہم اپنے رونے والوں کو جنت میں روئیں گے

۸۵
ناگہ ندا یہ آئی کہ اے شاہِ کربلا گر اُس طرف بشر ہیں تو تیری طرف خُدا
ہاں جلد اب منگا عَلَمِ فوجِ کبریا باندھے پرا کھڑے ہیں زیارت کو انبیاؑ
کس بیرق و نشاں نے بزرگی یہ پائی ہے
تیرے علم کے سایہ میں میری خدائی ہے

۸۶
عباسؑ نامور کو پکارے شہِ اُمم ہاں اے نشانِ شیرِ خُدا لاؤ تو عَلَم
خاطر نشاں رکھو یہ نشاں دیں گے تم کو ہم عباس خیمے میں گئے خوش خوش بصد حشم
کیا دیکھتے ہیں وہ کہ فراقِ حسینؑ سے
خیمے میں رو رہا ہے علم شور و شین سے

۸۷
غازی نے تیغ اُٹھائی جو لیکر علیؑ کا نام آئی صدا علم سے کہ عباسؑ السلام
اِس منصبِ خلیل کا تجھ پر ہے احتشام خوں سے تری بھرے گا پھریرا مرا تمام
بے فوج نے جلوس نہ دربار ہوئے گا
اس گھر میں اب کوئی نہ علم دار ہوئے گا

۸۸
القصہ لے کے رایتِ شاہِ اُمم چلے جنت کو سیدھے چوب عَلَم کر کے خم چلے
اور ہاتھ میں پھریرا اُٹھا کے حرم چلے گودی میں بچے لے کے برابر عَلَم چلے
زینبؑ پکاری شاہِ اُمم یاد آتے ہیں
کس شان سے نشاں لئے عباس آتے ہیں

۸۹
یا رب نشان والے کا نام و نشاں رہے یہ شمس بے زوال یہ گل بے خزاں رہے
لشکر رہے حسین رہے یہ نشاں رہے اس حاملِ علم پہ علی کا اماں رہے
روشن رہے قمر شہِ بدر و حنین کا
وہ خاک میں ملے جو ہو دشمن حسین کا

۹۰
پڑھ کر سکینہ بولی ذرا مُنھ اِدھر پھراؤ پیاسوں کو اس علم کی خوشی میں نہ بھول جاؤ
بابا تو کچھ خفا ہیں تمھیں مجھ پہ رحم کھاؤ اچھے مرے چچا ابھی دریا سے پانی لاؤ
ایسا نہ ہو کہ جا کے فراموش کیجیے
اپنے علم میں مشک مری باندھ لیجیے

۹۱
چمکا نکل کے خیمہ سے جو پنجۂ علَم دن کو دکھائے پانچ ہلال ایک جا بہم
ہر اک کی اُنگلیاں سوئے پنجہ ہوئیں علَم غُل تھا وہ نکلا رایتِ پیغمبرِ اُمم
افسوس مصطفٰے کے مددگار مر گئے
شیرِ خُدا و جعفر و حمزہ کدھر گئے

۹۲
اس شان سے بڑھا علَم اقدسِ رسول سب انبیا جلو میں رواں با دلِ ملول
کرّ و بیانِ عرش کا ہر اک قدم نزول سر ننگے ساتھ حوروں کے زیرِ علَم بتول
مظلومیٔ حسین پہ ہر شیعہ روتا تھا
اِک سمت غاصبوں پہ تبرّا ابھی ہوتا تھا

۹۳
عباس شہ کے پاس جو پہنچے علَم لئے اقبال آیا پُشت پہ جاہ و حشم لئے
شانوں کے بوسے شہ نے بلطف و کرم لئے بخشا علَم تو اُس نے یہ کہکر قدم لئے
آقا نے مجھ کو سب میں نمودار کر دیا
بے بال و پر کو جعفر طیّار کر دیا

۹۴
ناگاہ فضہ دوڑی ہوئی آئی بے حواس کچھ شہ کے کان میں کہا اور پھر گئی اُداس
زہرا کے لعل کو ہوا اندوہ بے قیاس اصحاب پوچھنے لگے آ آ کے آس پاس
نامحرموں میں کہنے کو کیا فضہ آئی تھی
بولے پیام زینب بیکس کا لائی تھی

۹۵
عباس ہاتھ باندھ کے بولے کہ یا امام
میرے عَلَم اُٹھانے میں تو کچھ نہیں کلام
عون و محمد اُن کے پسر ہیں میں ہوں غلام
شہ نے کہا نہیں مجھے بھیجا ہے یہ پیام
مالک ہو جس کو چاہیو جو رُتبہ دیجیو
سردار فوج کا مرے اکبر کو کیجیو

۹۶
سب نے کہا یہی ہے ہمارا بھی مدعا
اکبر پہ سرنثار ہے جاں آپ پر فدا
بیٹا وہاں عمر کا ہے سالار فوج کا
سالار ہوں ہمارے بھی ہمشکل مصطفیٰ
گو وہ ہزار شکل پسر کی بنائے گا
نقشہ کہاں سے احمد مرسل کا لائے گا

۹۷
صف باندھنے لگے رفقائے شہ زماں
کھینچا زمیں پہ مثل فلک خط کہکشاں
صف تھی کہ اُس زمیں پہ سیدھا تھا آسماں
روز ازل سے روئے زمیں تھا فقط عیاں
پر جب درست رَن میں صفِ فوجِ دیں ہوئی
غُل تھا نمود بینیٔ روئے زمیں ہوئی

۹۸
پھر شہ نے کی درست صفِ فوجِ باصفا
روئے زمیں ہوا صفِ لشکر سے خوشنما
بینی میں حُسن چہرہ کا ہو جس طرح سوا
روئے زمیں فقط نظر آتا تھا رونما
آراستہ جو رَن میں صفِ فوجِ دیں ہوئی
غُل تھا نمود بینیٔ روئے زمیں ہوئی

۹۹
اپنے حبیبِ خاص کو تو میمنہ دیا
اور میسرہ ظہیر کو شہ نے عطا کیا
بخشی جناحِ قلب کو اطفال سے ضیا
اکبر سے پوچھا کیوں جگرِ شیرِ کبریا
اس لشکرِ قلیل کے مختار ہوتے ہو
اِک دو پہر کے واسطے سالار ہوتے ہو

۱۰۰
وہ بولے دو پہر کا کسے انتظار ہے　　گر آپ حکم دیں ابھی بندہ نثار ہے
شہ نے کہا یقیں مجھے اے گلعذار ہے　　تیرا جوانا مرگ لقب آشکار ہے
یہ کہہ کے اُس جوان کو سردار کر دیا
ہاتھوں پہ نذر رکھ کے شہیدوں نے سر دیا

۱۰۱
ناگہ عمر کے قصد پہ قرنانے کی فغاں　　بیداد کی گواہی کو ہر سو اُٹھے نشاں
چلائے ہاتھ مل کے جلاجل کہ الاماں　　نقارے سینے پیٹتے آگے ہوئے رواں
دی برق نے ندا کہ دمِ شور و شین ہے
زہرا سے کہدو نوبتِ قتلِ حسین ہے

۱۰۲
خیمہ میں دختران علی ہول کھاتی تھیں　　پردہ اُٹھا کے وارثوں کو دیکھ جاتی تھیں
بہرِ دعا مصلّے برابر بچھاتی تھیں　　گہہ عالمِ ہراس میں زیور بڑھاتی تھیں
باجے کے غل سے بچوں کو دہشت جو ہوتی تھی
اصغر کے دل پہ ہاتھ رکھے بانو روتی تھی

۱۰۳
زینب زمیں پہ لوٹ کے کرتی تھی یہ کلام　　ہے ہے بچے گا کاہے کو بھائی مرا امام
نوجوں کا یاں سے تا درِ کوفہ ہے اژدہام　　قاصد بلاؤ نامے لکھو اور یہ دو پیام
گھیرا ہے سب نے فاطمہؓ کے نورِ عین کو
آؤ مدینہ والو بچاؤ حسینؑ کو

۱۰۴
گاہے ندا یہ دیتی تھی اماں دُہائی ہے　　بی بی ترے قمر پہ گھٹا آج چھائی ہے
کہتی تھی گاہ نرغے میں زینبؑ کا بھائی ہے　　بابا شتاب آؤ دمِ مشکل کشائی ہے
گاہے پکارتی تھی رسالت مآب کو
نانا گہن لگا ہے ترے آفتاب کو

۱۰۵

یہ کہہ کے غش وہ بیکس و ناچار ہوگئی آغازِ قتل گاہ میں پیکار ہوگئی
سر دے کے فوجِ شاہ سبک بار ہوگئی ہمت فدائے سیدِ ابرار ہوگئی
لشکر جو گرد تھا وہ نثارِ خدا کیا
جھولے سے شیر خوار کو لاکر فدا کیا

۱۰۶

نازاں تھا صبر صبرِ شہِ حق شناس پر قرباں تھا ہوش ابنِ علی کے حواس پر
دریا کا زہرہ آب تھا سید کی پیاس پر مایوسی آس پاس تھی مرنے کے آس پر
ماں رن میں اور خیمہ میں ماں جائی روتی تھی
تنہائی پر حسین کے تنہائی روتی تھی

۱۰۷

اُس وقت آئے شمر و عمر روبروئے شاہ بولے سپاہ کیا ہوئی اے شاہِ کم سپاہ
کیوں ہم ہوئے تباہ کہ اب تم ہوئے تباہ اس لشکرِ قلیل پہ تھا فخر تم کو واہ
ہرگز نہ بندگانِ خلیفہ سے ڈرتے تھے
اس فوج کے بھروسے پہ بیعت نہ کرتے تھے

۱۰۸

شہ نے کہا نہ تم میں ہے انصاف نے حیا یہ فوج کیسی فوج کے جرّار و باوفا
اس بیکسی میں بھی ہے وہی حوصلہ مرا بندھ جائیں ہاتھ بیبیوں کے یا سر ہوں بے ردا
سر جائے گا پہ فرق نہ آئے گا بات میں
واللہ ہاتھ دوں گا نہ فاسق کے ہات میں

۱۰۹

ظالم پکارا سر نہ کٹاؤ تو کیا کرو اب اختیار کیا ہے کہ قصدِ وغا کرو
بیعت کرو حسن کی طرح تو بجا کرو تیغِ بنی اُمیہ غضب ہے ڈرا کرو
ہاشم کے خاندان میں تو سب ولی ہوئے
لشکر شکن ہوئے تو فقط اک علی ہوئے

۱۱۰
شہ بولے تم سمجھتے ہو ناچار ہے حسین — مختار سبطِ احمدِ مختار ہے حسین
کرّار ابن حیدر کرّار ہے حسین — قہر و جلال خالقِ غفّار ہے حسین
اچھا وہیں کھڑے رہو اب تم میں آتا ہوں
اک فاقہ کش کے دودھ کی طاقت دکھاتا ہوں

۱۱۱
شہ اک قدم بڑھے تھے کہ وہ دونوں ہٹ گئے — اُلٹی جو آستیں تو دو عالم اُلٹ گئے
رکھا جو ہاتھ قبضہ پہ دل سب کے پھٹ گئے — ہر سمت پیک رو رہے کہ طالع پلٹ گئے
بے پیر و بھاگو تم کو قسم اپنے پیر کی
کھنچتی ہے ذوالفقار جنابِ امیر کی

۱۱۲
باہر نیام سے سرِ تیغ رواں ہوا — یا آستیں سے یدِ بیضا رواں ہوا
اژدر نکل کے غار سے شعلہ فشاں ہوا — بے پردہ قہر خسروِ کون و مکاں ہوا
جوہر نہ تھے وہ تیغ شہِ خوشخصال میں
دن کو چمک رہے تھے ستارے ہلال میں

۱۱۳
کھنچتے ہی تیغ نے شہِ دیں کو یہ دی صدا — اے بے پسر کشندۂ اصغر کو تو بتا
کہدے کدھر ہے قاتلِ ہمشکلِ مصطفا — زینب پکاری خیمہ کے در سے کہ مرحبا
کوئی حسینیوں کا کشندہ نہ چھوڑیو
ہاں ذوالفقار شمر کو زندہ نہ چھوڑیو

۱۱۴
یہ سن کے دو زبانیں نکالے ہوئے چلی — سانچے میں اپنے فتح کو ڈھالے ہوئے چلی
جوہر کا جال دوش پہ ڈالے ہوئے چلی — قبضہ میں قہر حق کو سنبھالے ہوئے چلی
سایہ کو مڑ کے حکم دیا رہ نہ جائیو
انگلی اجل کی پکڑے ہوئے لیتا آئیو

۱۱۵
سیفی چلی کہ سیف یداللہ رواں ہوئی   تیغِ نگہ نیامِ پلک میں نہاں ہوئی
صوفی کی طرح چلہ نشیں ہر کماں ہوئی   ہستی فنا ہوئی اور اماں بے اماں ہوئی
زیرِ فلک تڑپنے سے اُس راہوار کے
بجلی کے سر پہ رعد گرا چیخ مار کے

۱۱۶
آنکھیں زرہ کی تیغ سے گرویدہ ہوگئیں   مانند کاہ برچھیاں کاہیدہ ہوگئیں
تن پر کمانیں سہم کے چسپیدہ ہوگئیں   تیغیں سمٹ کے قبضوں میں پوشیدہ ہوگئیں
تڑپے تو ہاتھ سے گرے ہاتھ آستین سے
سر تن سے پاؤں رَن سے رَن اُٹھا زمین سے

۱۱۷
شامی کباب تھے یہ ہوئی جب شہ زفشاں   اہلِ تتار بن کے ہرن ہوگئے رواں
مصری بنات کرکے سب بولے الاماں   تب بن کے گبر رہ گئے پتھرائیں پتلیاں
زردار زرد ہو کے گُلِ اشرفی بنے
نصرانی خاک ہو کے گُلِ ارمنی بنے

۱۱۸
ترچھی رواں پیادوں کے سر پر اگر ہوئی   سیدھی وہ صف روانۂ قعرِ سقر ہوئی
اللہ ری صفائی لہو میں نہ تر ہوئی   گردن تو اِک طرف نہ خبر کو خبر ہوئی
تیغِ رواں کی طرح جدھر یہ پلٹ گئی
گردن سر آگے پھینک کے پیچھے کو ہٹ گئی

۱۱۹
وہ تیغ یوں چمک کے سوئے راست چپ گئی   کوڑا لگایا رعد نے بجلی تڑپ گئی
بن کر سیاہ کے لئے لرزے کی تپ گئی   دوزخ کے شعلوں کی کفنی تن پہ نپ گئی
دل ناریوں کا تپ کی حرارت سے جل گیا
کچھ کچھ بخارہ تیغ کے دل کا نکل گیا

۱۲۰

بڑھتے ہی سرخرو ہوئی تیغِ خجستہ فال　　منہ ہو گئے لہو سے سیہ باطنوں کے لال
خوں اُس نے ظالموں کا بہایا دمِ جدال　　مادر کا شیر جیسے کہ فرزند پر حلال
بارہ برس میں یوں نہ کسی کا لہو ملا
جو ایک دم میں تیغ سے خونِ عدو ملا

۱۲۱

سایہ رسالہ داروں پہ اُس تیغ کا گرا　　بجلی گری کہ شعلۂ قہرِ خدا گرا
اتنا تو شور ہل کے اُٹھایا کہ کیا گرا　　اور تن جدا سمند جدا سر جدا گرا
تنہا نہ فرشِ خاک پہ خونِ عدو بہا
سایہ کی کیا بساط تھی اُس کا لہو بہا

۱۲۲

قبضہ میں اپنے تیغ دکھاتی تھی جزر و کُل　　گہ موج کے سمندر و گہ طاق و گاہ پُل
گہ شعلہ گاہ آتش و گہ بلغ و گاہ گُل　　گہ سیل کی صدا کبھی طوفاں کا گاہ غُل
غُل تھا کہ دھوپ دیکھنے کو سب ترستے ہیں
چھایا ہے ابر تیغ علی سر پر برستے ہیں

۱۲۳

یہ کلکِ تیغ فردِ سپر پر جو چل گیا　　ہو کر نڈھال ڈھال کا چہرہ بدل گیا
فوراً سپر میں ڈوب کے باہر یہ پھل گیا　　گویا گہن میں آیا ہلال اور نکل گیا
تن غرب تھا کہ شرق تھا اہلِ جدال کا
پر اُس پہ تھا طلوع و غروب اُس ہلال کا

۱۲۴

جو تیغ زن کہ طاق تھے شام و عراق میں　　وہ جفتِ مرگ ہو گئے کفر و نفاق میں
پہنچی پئے مشقتِ مالایطاق میں　　عبرت کو سب نے رکھ دیا تیغوں کے طاق میں
نے قصرِ تن نہ طاق وہ تیغوں کے رہ گئے
یہ آبرو رہی کہ بدن ساتھ بہہ گئے

۱۲۵
ابرو کی شکل تھی دمِ شمشیر سے عیاں — چلتے ہی رن میں بندھ گیا بھونچال کا سماں
یوں جسم رعشہ دار سے روحیں ہوئیں رواں — جس طرح بھاگیں زلزلہ میں چھوڑ کر مکاں
اس زلزلہ میں خانۂ زیں آسیا بنے
پس پس کے راکبوں کے بدن طوطیا بنے

۱۲۶
وہ تیغیں ذوالفقار کے فقروں میں آگئیں — جوہر کی تنگ چشمی سے آنکھیں چرا گئیں
یکسر شکستِ فاش سرِ دست کھا گئیں — تھیں آب کم حیا کہ عرق میں نہا گئیں
تیشہ بنی یہ تیغوں کے دندانوں کے لئے
تیغوں کے دانت نکلے تھے بل کھانے کے لئے

۱۲۷
حکمت میں آنے جانے کو آبِ حیات تھی — اور روشنی میں نیرِ اعظم کی ذات تھی
اندھیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی — مُنہ سے نکلنا اس کے لئے ایک بات تھی
رن میں تو کافروں کے فقط حلق پہ پھری
پر شہروں میں زبانوں پہ مثلِ خبر پھری

۱۲۸
آخر پکارے سب کہ پیمبر کا واسطہ — اے تیغ نوجوانیِ اکبر کا واسطہ
اے تیغ روحِ فاتحِ خیبر کا واسطہ — اے تیغ خود رسائیِ اصغر کا واسطہ
کوفہ کی یا کہ شام کے جانے کی راہ دے
پہنچے سزا کو اپنی ہمیں تو پناہ دے

۱۲۹
قبضہ کو چوم کر یہ پکارے شہِ زمن — بس ذوالفقار بس کہ لرزتے ہیں سب کے تن
شمشیر نے جواب دیا ہو کے نعرہ زن — کچھ یاد ہے جناب کو ہمشیر کا سخن
لاشوں کے شام و کوفہ کے میداں بھردنگی میں
دم لوں گی جب کہ شمر کو بے دم کردنگی میں

۱۳۰
مظلوم نے کہا کہ خدا کی رضا نہیں — زینبؑ کو ہے وہ درد کہ جس کی دوا نہیں
میری قضا ہے شمر کی اِس دم قضا نہیں — معلوم تجکو مصلحتِ کبریا نہیں
زیور یہ آج لوٹے گا زہراؑ کی آل کا
کاٹے گا یہ گلا ترے صاحب کے لال کا

۱۳۱
تیغہ نے کہا کہ پھر مجھے بے سر کرے گا کون — مظلوم کا گلا تہِ خنجر کرے گا کون
تشہیر اہلبیت کو در در کرے گا کون — ویران آج فاطمہ کا گھر کرے گا کون
جانے دے قتلِ شمر سے کیا تجکو کام ہے
یہ تیغ یہ حسین کے قاتل کا نام ہے

۱۳۲
مظلوم نے کہا یہ خیالِ محال ہے — جیتے ہیں اس کی مصلحتِ ذوالجلال ہے
سید کا خون دین میں اس کے حلال ہے — میں کوئی دن جہاں میں ہوں وہ ایک سال ہے
سیدانیوں کو وہ ابھی در در پھرائے گا
سب ظلم ہو چکے گا تو قہر اُن پہ آئے گا

۱۳۳
روتی ہوئی وہ تیغ در آئی نیام میں — اور شاہِ بے سپاہ گھرے فوجِ شام میں
آئے ملک فلک سے رکابِ امام میں — ہر اک یہ نوحہ کرتا تھا اس اژدہام میں
روح الامیں پروں میں چھپا لو حسینؑ کو
لے جاکے عرشِ حق پہ بٹھا دو حسینؑ کو

۱۳۴
صابر نے ہاتھ اُٹھا کے ندا دی نہیں نہیں — اب تیغ سے پناہ گلے کو کہیں نہیں
خیبر شکن کا بیٹا ہوں چیں بر جبیں نہیں — شوقِ لحد ہے خواہشِ عرشِ بریں نہیں
مر کر حسین مرتبہ معراج پائے گا
اب آسماں پہ لاشۂ شبّیر جائے گا

۱۳۵
پیری میں نوجوانیٔ اکبر کو رو چکا بابا کی بھی کمائی کو دریا پہ کھو چکا
ششماہہ بچہ قبر کے جھولے میں سو چکا کٹتا ہے حلق خیر جو ہونا تھا ہو چکا
اب جلد جاؤ تم کہ مجھے جلد مرنا ہے
دوزخ سے سارے شیعوں کو آزاد کرنا ہے

۱۳۶
خاکِ شفا سروں پہ اُڑاتے چلے ملک خونِ جگر سے سبحۂ یاقوت تھی ملک
پہنچے تھے تا فلک کہ لرزنے لگے فلک اور یہ فغاں زمیں سے گئی آسماں تلک
فریاد گوشوارۂ عرشِ خدا گرا
لو خاک پہ ستارۂ خیر النسا گرا

۱۳۷
گرتے ہی خاک پہ شہِ دیں کو غش آگیا پھر بھی نہ کوئی پیاسے کو پانی پلا گیا
خنجر لگا گیا کوئی نیزہ لگا گیا کھولی جو آنکھ میں نے جگر تھرا گیا
سر کاٹنے کو پاؤں کسی کا نہ بڑھ سکا
جز رنگ زرہ اور کوئی مُنھ نہ چڑھ سکا

۱۳۸
پر آہ شمر نے بڑھ کر غضب کیا سینہ پہ موزہ حلق پہ خنجر کو رکھ دیا
چلاتے آئے قبر سے محبوب کبریا باہیں گلے میں ڈال دیں خنجر پکڑ لیا
زہراؑ پکاری یہ دلِ حیدر کا چین ہے
میرا حسین ہے ارے میرا حسین ہے

۱۳۹
اے شمر مصطفٰے کی رسالت کا واسطہ اے شمر مرتضیٰ کی امامت کا واسطہ
اے شمر اہلِ بیت کی حُرمت کا واسطہ اے شمر کبریا کی عدالت کا واسطہ
صدقے نبیؐ کی روح کا حیدر کی گور کا
تو گل نہ کر چراغ پیمبر کی گور کا

۱۴۰
روشن اِسی نواسے سے نانا کا نام ہے　　یہ سرپرست عترتِ خیرالانام ہے
خنجر نہ پھیر پیاس سے یہ خود تمام ہے　　آخر خُدا ہے حشر ہے اور انتقام ہے
لِلّٰہ جائیوں کو نہ میرے تباہ کر
تو اس کے ننھے بچوں کے اوپر نگاہ کر

۱۴۱
چلّائی در سے زینبؑ مضطر میں واا خا　　اماں تو آئیں میں بھی نکل آؤں ننگے پا
بولی سکینہ روک لوں میں خنجرِ جفا　　بابا پکارا روکے میں سو جان سے فدا
شاید یہ ہاتھ تھام لے معصوم جان کر
دادا ترے گلے پہ گلا رکھ دوں آن کر

۱۴۲
مُڑ مُڑ کے زیرِ تیغ یہ بولے شہِ اُمم　　زینب تجھے یتیمیٔ شبیر کی قسم
بہلا مِرے یتیموں کو خیمہ میں ایک دم　　بیٹھا ہے دھیان محوِ جمالِ خُدا ہیں ہم
بچوں کو لے کے ڈیوڑھی سے زینبؑ تو ہٹ گئی
یاں بوسہ گاہِ احمد مختار کٹ گئی

۱۴۳
لو مومنو بپا ہوا محشر بپا کرو　　تن سے جُدا ہوا سرِ سرور بُکا کرو
لاشہ تڑپ رہا ہے زمیں پر بُکا کرو　　نیزوں پہ چڑھتا ہے سرِ اطہر بُکا کرو
بجوائیں نوبتیں عمرِ رو سیاہ نے
تکبیر تین بار کہی فرقِ شاہ نے

۱۴۴
بس اے دبیرؔ بس کہ ملک کر رہے ہیں بین　　جبریل دے رہے ہیں ندا یوں بہ شور و شین
آگاہ ہو کہ قتل ہوئے شاہِ مشرقین　　عابد یتیم ہو گئے مارے گئے حسین
کھیتی علیؑ کی لُٹ گئی بستی اُجڑ گئی
پردیس میں حسین سے زینب بچھڑ گئی

تم

مرثیہ مرزا دبیرؔ

مرثیہ (۲)

۱
گلگونۂ رُخسارِ فلک گرد ہے رَن کی — ہر خار میں خوشبو ہے بہشتوں کے چمن کی
خورشید نقیبانہ لئے چوب کرن کی — کہتا ہے کہ آمد ہے خداوند زمن کی
مانند بُراقِ نبوی رخش ہے رَو میں
روح الامیں آتے ہیں خوشزادے کے جلو میں

۲
رخشندہ ہے رَن مہر درخشاں کی ہے آمد — ایمن ہوا ابن موسیٰ عمران کی ہے آمد
جن پڑھتے ہیں کلمہ کہ سلیماں کی ہے آمد — سجدے میں ہیں سب قبلۂ ایماں کی ہے آمد
پریوں کے پرے قاف میں بیہوش پڑے ہیں
پر خوف سے بالائے بدن بال کھڑے ہیں

۳
رَن میں خلفِ ضیغم داور کی ہے آمد — رخشندہ ہیں ذرے شہِ خاور کی ہے آمد
اعدا ہیں ہرن شیر دلاور کی ہے آمد — دریائے تہور کے شناور کی ہے آمد
بالائے زمیں گرد سواری کی نہیں ہے
پردے میں بلا گرد زمیں چرخ بریں ہے

۴
رن نور زمیں نور جہاں نور ہوا ہے — ظلمات تلک نور سے معمور ہوا ہے
دریا صفتِ تختہ بلّور ہوا ہے — اب سوکھ کے کانٹا شجرِ طور ہوا ہے
عالم ہے ستاروں کا جو کانٹوں کی چمک پر
ہنستی ہے زمیں ذردوں کے دانتوں سے فلک پر

۵
کیا یمن تجلیٔ ورودِ شہِ دیں ہے — روشن ہے فلک پر کہ زمیں عرش بریں ہے
جو ذرّہ ہے خورشید کی مسند پہ مکیں ہے — نگہت وہ ہے جو صحن جناں رن کی زمیں ہے
اِس مہر سے ذرّوں کی جو تقدیر لڑی ہے
دن کو رُخِ خورشید پہ آج اوس پڑی ہے

۶
محشر ہے عیاں ہیبتِ سلطانِ زمن ہے — اے تخت رواں روح ہے اعدا کے بدن سے
شیروں کو تعرض نہیں صحرا کے ہرن سے — شاہین کے پر جلتے ہیں اب کبکِ چمن سے
یہ مصحفِ رُخ بلبلوں کے پیشِ نظر ہے
ہر باغ میں سیپارۂ گُل زیر و زبر ہے

۷
باران ہے نے رعد ہے نے برق فلک پر — یہ اشک ہے وہ نالہ یہ آہِ دلِ مضطر
نے ماہ نہ خورشید نہ گردوں ہے نہ اختر — وہ داغ وہ رعشہ وہ دُھواں اور وہ اخگر
الیاسؑ و خضرؑ کو ہوسِ سیر نہیں ہے
سیاروں کو ثابت ہے کہ اب خیر نہیں ہے

۸
اطلس کے بچھونے پہ فلک کو نہیں آرام — اس مرتبہ کوٹا ہے کہ نیلا ہے سب اندام
سیاروں پہ ثابت ہوئی اب گردشِ ایام — خورشید سحر کے لئے اب حشر کی ہے شام
اِک دم قدمِ گاہِ زمیں جم نہیں سکتے
گردش میں ہیں قطبین فلک تھم نہیں سکتے

۹
عدلِ شہِ والا کا چراغ اب ہوا روشن — فانوس بنے شمع بگولے کا ہے دامن
ہے ایک جگہ باز و کبوتر کا نشیمن — بجلی ابھی جل جائے جو دیکھے سوئے خرمن
اللہ رے اثر معدلتِ شاہ زماں کا
دل سوز شرر پنبہ کا ہے ماہِ کتاں کا

۱۰ ذرّوں کی نگاہوں میں سماتا نہیں گردوں کیا دے گیا ہے سر کو اُٹھاتا نہیں گردوں
کس سمت بھٹکتا ہوا جاتا نہیں گردوں پُر امن کا گوشہ کہیں پاتا نہیں گردوں
گردشِ مہ و خورشید کو گردوں پہ نہیں ہے
یہ پُتلیاں پھرتی ہیں دمِ باز پسیں ہے

۱۱ شیروں کا نہ بیشہ ہے نہ آہو کا ختن آج مچھلی کا نہ دریا ہے نہ بُلبُل کا چمن آج
لعلوں کا بدخشاں ہے نہ موتی کا عدن آج مصر و حلب و زنگ ہے نے روم و یمن آج
رہ جائیں گے خود برق کے پر کاٹے بھی جل کر
بہہ جائیں گے تلواروں کے جوہر بھی پگھل کر

۱۲ کہتی ہے زمیں گنبدِ گردوں سے ٹھہر جا مستی پہ ہے پیغامِ اجل رَن سے گذر جا
شہرہ جو سُنا رخشِ فلک سیر کا ہر جا دل پھوٹ گیا بادل کا نہ پھر رعد بھی گرجا
بجلی کی تڑپ اور کڑک آج کہاں ہے
بن بن کے شررِ نعل نگادر میں نہاں ہے

۱۳ نَے لعل یمن میں ہے نہ دریا میں گُہر ہے آنسو ہے یہ سوکھا ہوا وہ خونِ جگر ہے
اس دم چمنِ دہر میں جو شاخِ شجر ہے وہ شاخ ہے آہو کی نہ گُل ہے نہ ثمر ہے
گلچینوں کے رُخ گلشنِ ہستی سے مُڑے ہیں
صیّادوں کے بُلبُل کی طرح ہوش اُڑے ہیں

۱۴ رَن میں ہے عجب دبدبۂ خسروِ عادل شمشیر ہر اک نشترِ جوہر سے ہے بسمل
جوڑے ہوئے ہاتھوں کو ادب سے ہے جلاجل سمٹی سپر ایسی کہ ہتیلی کا بنی تل
تیغیں ہیں نیاموں میں مگر آب نہیں ہے
ناوک ہیں ملے چلّوں سے پر تاب نہیں ہے

۱۵
دریا میں ہے جو شور تو میداں میں ہے ہل چل   ایک ایک کا ہے مشورہ لشکر سے نکل چل
سر پاؤں پہ پڑتا ہے ارے جلد سنبھل چل   نقارے دمادم یہی کہتے ہیں کہ چل چل
پتلی تو ہر اک اوٹ میں مژگاں کے نہاں ہے
بینائی مگر دیدۂ مردم سے رواں ہے

۱۶
تائید خدا پشت پہ ہے فتح و ظفر پیش   جس طرح سے اک حرف پہ ہوں زیر و زبر پیش
مومن کو سبق سورۂ توحید کا درپیش   ہے سورۂ اخلاص جدا شام و سحر پیش
واں سورہ میں اک زیر ہے یاں شان خدا ہے
یاں زیر نہیں پشت پہ تائید خدا ہے

۱۷
تقریر ہے آپس میں یہی اہل ستم کی   آمد ہے ابھی رن میں شہنشاہ امم کی
موقوف ہے پر آمد و شد سینہ میں دم کی   دم ہوگا عدم تیغ دو دم رن میں جو چمکی
لڑتا نہیں کچھ ذہن کوئی خاک لڑے گا
رن ہوگا نہ بن ہوگا وہ رن آج پڑے گا

۱۸
نامردوں سے ابن شہ مرداں نہیں رکتا   ہاں مورچوں سے رخش سلیماں نہیں رکتا
بے خون پیے خنجر براں نہیں رکتا   بے غرق کیے نوح کا طوفاں نہیں رکتا
لڑنا نہیں درپیش عذاب اپنے لیے ہیں
اب ان کا بھگتنا ہے جو اعمال کیے ہیں

۱۹
اب ہم ہیں نہ تم ہو نہ یہ لشکر نہ نشاں ہے   اب تیغ ہے نے تیر ہے چلہ نہ کماں ہے
آنکھیں ہیں نہ چہرہ نہ دہن ہے نہ زباں ہے   سر دوش سے دل سینہ سے جاں تن سے گریزاں ہے
تا شام نہ تسکیں سپہ شام کو ہوگی
چیونٹی بھی نہ اب مورچوں میں نام کو ہوگی

٢٠
لگیں جو اماں اب بھی شہ دیں سے ترپائیں   اغلب ہے کہ اُمت پہ نہ پھر ہاتھ اُٹھائیں
مُنہ اپنے تو ایسے نہیں کیا جا کے دکھائیں   اکبر کی جوانی کے مرقع کو ہٹائیں
اس طرح مسافر کوئی لُٹتے نہیں دیکھا
سردار کو یوں فوج سے چُھٹتے نہیں دیکھا

٢١
اب سمجھے کہ بیکس کا ستانا نہیں اچھا   اولادِ پیمبر کا رُلانا نہیں اچھا
دل دردرسیدوں کا دُکھانا نہیں اچھا   سید پہ کبھی ہاتھ اُٹھانا نہیں اچھا
سیدانیوں کی آہ سے وسواس نہیں ہے
مہمان بُلانے کا بھی کچھ پاس نہیں ہے

٢٢
کیا کیا ستم وجور ہوئے آج نہ ہم سے   زخمی سرِ عباس کیا گُرزِ ستم سے
ٹوٹی کمر شاہِ ہُدیٰ بھائی کے غم سے   سیدھے نہیں ہو سکتے ہیں اِس بارِ الم سے
زخمی کیا برچھی سے جگر نورِ نظر کا
حضرت کے کلیجہ کو دیا داغ پسر کا

٢٣
زینب کے جگر گوشوں پہ بھی چل گئے بھالے   بیدم ہوئے شبیر کی آغوش کے پالے
کب تک جگرِ شاہِ رُسل دل کو سنبھالے   شہ ایک طرف روتے ہیں سب دیکھنے والے
زینب کے وہ رونے کی صدا آتی ہے یارو
ماتم میں جگر گوشوں کے چلاتی ہے یارو

٢٤
بعضے رہے چُپ بعضے یہ سُن سُن کے پکارے   مُردہ ہوئے جاتے ہو عبث خوف کے مارے
دریافت کرو حال تو شبیر کا بارے   رُخ رن کا ہے یا جاتے ہیں دریا کے کنارے
رن میں نہ تہیہ وہ لڑائی کا کریں گے
پیاسے ہیں بہت قصد ترائی کا کریں گے

۲۵
ناگاہ نمایاں ہوا اک پیک بہت شاد   چلایا مبارک ہو مٹی جنگ کی بنیاد
ہے قابلِ عبرت شہِ مظلوم کی روداد   بیووں کو کہوں بین دیا بچوں کی فریاد
فرزند نبی رخصتِ کفن مانگ رہا ہے
روتی ہے بہن بھائی کفن مانگ رہا ہے

۲۶
کہتی ہے بہن مڑکے بقیعہ کی دوہائی   اماں مجھے برباد کئے جاتے ہیں بھائی
شہ کہتے ہیں زینب شدنی ہے یہ جدائی   خالق نے کیا یاد قضا لینے کو آئی
یہ حکم سلاطین سے بھی ٹل نہیں سکتا
چلنے کے سوا عذر کوئی چل نہیں سکتا

۲۷
اماں بھی بہت چاہتی تھیں نانا نبی کو   پہ جب اجل آئی تو نہ چارہ تھا کسی کو
ہم سب تھے پہ روکا نہ ضربتِ علی کو   اور زہر ہلاہل سے بچایا نہ اخی کو
سب سے یہی شیوہ ہے جہان گذراں کا
دیکھے گا لحد جس نے شکم دیکھا ہے ماں کا

۲۸
بے فوج سلیمان و سکندر گئے زینب   ایک ایک ہزاروں ہی پیمبر گئے زینب
دنیا سے اکیلے علی اکبر گئے زینب   بانو نے دیا ساتھ نہ ہم مر گئے زینب
بچے کی رفاقت بھی نہ کی ہائے لحد میں
تنہا علی اصغر کو سلا آئے لحد میں

۲۹
وہ کہتی ہے بھائی کسے گھر بار کو سونپا   فرماتے ہیں شہ خالق مختار کو سونپا
یہ قافلہ سب عابدِ بیمار کو سونپا   گھر فاطمہ کا حیدرِ کرار کو سونپا
جب شمر ہمیں ذبح کرے بین نہ کرنا
خنجر کے تلے بھائی کو بے چین نہ کرنا

۴۴۹۳

۳۰ سر لاشۂ شبیر پہ عریاں نہ کرنا — ماتم میں مرے چاک گریباں نہ کرنا
گردوں کے تلے بال پریشاں نہ کرنا — اُمت کے ستانے پہ کبھی دھیان نہ کرنا
غصہ شہِ مرداں کا بُھلا دیجیو زینبؑ
اماں کے تحمل پہ نظر کیجیو زینبؑ

۳۱ یہ سُن کے سکینہ نے گریباں کیا پارا — چلائی کہ حضرت نے بھی کی موت گوارا
اب کون ہے اے قبلۂ حاجات ہمارا — شہ بولے خُدا ہے نہ ہراساں ہو خُدارا
بی بی کو تو بہلاتے ہیں سب رنج و محن میں
صغرا پہ کرو غور کہ تنہا ہے وطن میں

۳۲ جس کا نہ کوئی یار و مددگار ہو بیٹی — دُنیا میں جو بے فوج کا سردار ہو بیٹی
اکبر سے جواں کا جو عزادار ہو بیٹی — کیوں اپنی اجل پہ نہ وہ تیار ہو بیٹی
اب حال نہ اپنوں کے لئے غیر ہو میرا
مانگو یہ دُعا خاتمہ بالخیر ہو میرا

۳۳ گھبرا کے پکاری وہ گرفتارِ مصیبت — اب مر گئے سب آ گئی اس گھر پہ قیامت
اے میرے جناب اے مرے بابا مرے حضرت — بچپن پہ سکینہ کے اب اتنی ہو عنایت
ناقہ دو نہ محمل دو نہ پانی نہ غذا دو
لے جا کے ہمیں نانا کے روضہ پہ بٹھا دو

۳۴ واں سے تو نہ بندی ہمیں لائیں گے کفار — روضے میں نبی کے تو نہ لوٹیں گے ستمگار
تھرا کے دمِ سرد بھرا شہ نے کئی بار — فرمایا کہ اے جانِ پدر یہ بھی ہے دُشوار
ناکوں پہ کئی کوس تلک فوجِ لعیں ہے
جز قبر کہیں جانے کی اب راہ نہیں ہے

۳۵
جانے دیں جفاکار تو لے جائیں ابھی ہم　　نانا کی لحد پر تمھیں پہنچائیں ابھی ہم
مرتے ہوئے صغرا سے بھی مل آئیں ابھی ہم　　تقدیر میں ہے حلق کو کٹوائیں ابھی ہم
ایسے نہیں بچھڑے کہ ملیں قبر نبی سے
تا حشر نہ اب ہوگی ملاقات کسی سے

۳۶
پھر عالمِ حسرت میں چلے شاہِ دوعالم　　اور گرد چلیں بیبیاں کرتی ہوئیں ماتم
مجموعۂ سادات ہوا درہم و برہم　　نزدیک تھا تھرّا کے گرے عرشِ معظم
رونا تھا قیامت حرمِ زار و حزیں کا
اس وقت عزاخانہ تھا خیمہ شہِ دیں کا

۳۷
بولا عمرِ سعد کہو اب تو ملی کل　　ناحق کا یہ وسواس تھا بے وجہ کی ہلچل
جی چھوٹ گئے فوج کے افسر تھے معطّل　　مرنے کو حسین آتے ہیں قصہ ہوا فیصل
ایسا کوئی حیدر کے گھرانے میں نہیں ہے
حضرت سا اُولوالعزم زمانے میں نہیں ہے

۳۸
یہ ذکر تھا جو نور کا مجمع نظر آیا　　مجموعۂ قدرت کا مرقع نظر آیا
بیتِ دوسرا حُسن کا مطلع نظر آیا　　خورشید فقط شرم کا برقع نظر آیا
پریوں نے کہا بادِ بہاری نظر آئی
سرتاج سلیماں کی سواری نظر آئی

۳۹
ہر ایک طرف قدرتِ باری نظر آئی　　کانٹے ہوئے گل بادِ بہاری نظر آئی
کونین کے سلطاں کی سواری نظر آئی　　اعدا نے کہا موت ہماری نظر آئی
یا شاہِ نجف کہہ کے جو لشکر یہ جھکیں گے
ہم کیا ہیں فرشتوں سے ہمارے نہ رکیں گے

عکسِ رُخِ پُرنور سے گھر بن گیا ایمن فانوس کا پردہ ہے بیاباں کا دامن
کانٹے عوضِ شمع ہیں فانوس میں روشن ہے دھوپ کی گرمی کہ ہے اک تختۂ گلشن
یہ دھوپ یہ عکسِ رُخِ گلرنگ پڑا ہے
یا تختۂ الماس پہ یاقوت جڑا ہے

چُمکار کے روکا فرسِ تیز قدم کو اور شہ نے ندا دی عمرِ نحس شیَم کو
او بے خبر آ سامنے کچھ کہنا ہے ہم کو مکّار نے لبّیک کہا شاہِ اُمم کو
استادہ ہوا خسروِ جمہور کے آگے
ناری نے قیام آکے کیا نور کے آگے

کی عرض کہ حاضر ہے یہ خاطی پہ پشیمان بسم اللہ اگر بیعتِ حاکم کا ہے سامان
فرمایا کہ انجان نہ بن اب بھی مجھے جان ہیں تین سوال اُس میں سے جو سہل ہو وہ مان
یہ کہہ کے جواب بند کروں گا میں دہاں کو
اُمت کے لئے حشر میں کھولوں گا زباں کو

نخوت سے کہا اُس نے کہو ہم نے رضا دی وہ بولے قریشوں کی حمیت بھی بھلا دی
تو نے ہمیں پانی نہ دیا ہم نے دُعا دی اب راہِ وطن دے کہ نکل جائے یہ ہادی
روضہ کو پیمبر کے عزاخانہ کروں گا
رو رو کے وہیں ماتمِ اکبر میں مروں گا

وہ بولا کہ یہ بات تو بندے نے نہ مانی تو مطلبِ ثانی کہو اے حیدرِ ثانی
فرمایا کہ اب قہر ہے یہ تشنہ دہانی جلتا ہے کلیجہ ارے پانی ارے پانی
اللہ یہ روشن ہے پیمبر کا میں جو ہوں
سمجھو نہ امام اپنا بنی فاطمہ تو ہوں

۴۵
مُنہ پھیر کے حضرت سے پکارا یہ وہ ظالم کھائی ہے قسم پانی پلانے کے نہیں ہم
حضرت کو ابھی پیاس کا صدمہ ہے بہت کم اُس وقت مزا ہوگا کہ جب تڑپوگے باہم
ہے بہر جہاں نہر کے تالاب کا پانی
حضرت کے لئے خنجرِ بے آب کا پانی

۴۶
گر آپ پیمبر کے نواسے ہیں ہمیں کیا بچے شبِ ہفتم سے جو پیاسے ہیں ہمیں کیا
محروم جو سادات غذا سے ہیں ہمیں کیا سر ننگے جو قتلِ شہدا سے ہیں ہمیں کیا
پانی کی حقیقت نہیں پر تم کو نہ دیں گے
دکھلا کے بہا دیں گے مگر تم کو نہ دیں گے

۴۷
تھرا کے کہا شاہ نے ہم ایسے ہیں توبہ مہماں یہ روا ظلم و ستم ایسے ہیں توبہ
مجرم مرے نانا کے حرم ایسے ہیں توبہ ناموس شہنشاہِ اُمم ایسے ہیں توبہ
محشر میں رسولِ دوسرا سے بھی یہ کہنا
جو ہم سے کہا آج خُدا سے بھی یہ کہنا

۴۸
کہہ دوں تو پگھل کر ابھی کُہسار ہو پانی جنگل میں ہر اک ذرہ ہر اک خار ہو پانی
تیرے لئے دریا میں شرر بار ہو پانی اپنے لئے آتش میں نمودار ہو پانی
چاہوں تو ابھی غرقِ تحیر میں جہاں ہو
فوارہ مرے خون سے کوثر کا رواں ہو

۴۹
پر آبِ بقا سے بھی مجھے تو ہے کنارا پیاسا مرا شش ماہہ زمانے سے سدھارا
اب قتل ہی منظور ہے تجکو جو ہمارا تو حکم یہ دے فوج کو تو اے ستم آرا
تنہا یہ نہ سب ٹوٹ پڑیں چار طرف سے
ایک ایک لڑے حیدرِ صفدر کے خلف سے

۵۰
بیساختہ ظالم نے کہا یہ بھی ہے دشوار　　مطلب تو یہ ہے جلد ہوں بے سر شہِ ابرار
ناگاہ بجے طبل کھنچے خنجرِ خونخوار　　چلّوں سے ملے تیر ہوئے لیس کماندار
دل کہتا تھا رحم آیا نہ اپنے تن و سر پر
نامرد جھکے پھر شہِ مرداں کے پسر پر

۵۱
ڈنکے پہ لگی چوب عَلَم ہو گئے بھالے　　بڑھ آئے پیادوں سے سواروں کے رسالے
تلواریں لئے ہاتھ میں بھالوں کو سنبھالے　　اِک چاند کے چوگرد یہ عقرب تھے یہ ہالے
تھا معرکہ جو فاتحِ خیبر کے پسر سے
نشئے تھے شجاعوں کے ہرن جان کے ڈر سے

۵۲
کاٹھی میں نہ ٹھہرا گیا شمشیرِ دوسر سے　　وہ میان سے نکلی کہ قمر برجِ قمر سے
خورشید نے کی جلوہ گری جیب سحر سے　　رخشاں ہوا گوہر صدفِ فتح و ظفر سے
تھا ماہ دو ہفتہ کہ گہن سے نکل آیا
طاؤس خیابانِ چمن سے نکل آیا

۵۳
طوفان سمٹ کر لبِ تنور سے نکلا　　یا شورِ قیامت دہنِ صور سے نکلا
یہ حُسن کا جملہ لبِ جمہور سے نکلا　　پھل نور کا شاخِ شجرِ طور سے نکلا
خالی جو ہوا میان تو نقشے تھے غضب کے
مُنھ سانپ نے کھولا تھا نگل جانے کو سب کے

۵۴
تھی جامہ سے باہر جو وہ تیغ شہِ عالم　　تن برہنہ اور سر نئی بیاہی کی طرح خم
شوخی میں غزالِ ختنی رُعب میں ضیغم　　پردہ میں منیزہ تو صفِ جنگ میں رستم
باہر جو ہوئی میان سے غل تھے یہ اجل کے
مردانہ دُلھن تنتی ہے حجرہ سے نکل کے

تلوار کا بڑھا تھا کہ سب رن سے پرے تھے　　نوبت تھی نہ رایت نہ صفیں تھیں نہ پرے تھے
جوہر سے کھلے پیٹ میں گُن جتنے بھرے تھے　　بے فصل برابر چمنِ زخم ہرے تھے
جب سیر ہوئی سیر سے تو میوہ خوری تھی
پھر تیغوں کے پھل تھے نہ سناں تھی نہ چھری تھی

اس حُسن سے تابندہ ہوئی تیغ حسینی　　خوش ہو کے کہا فتح نے یا قرۃ عینی
بے دینوں کا ہے قتل تجھے واجبِ عینی　　یہ کوفی و شامی ہیں وہ بدری و حُنینی
بجلی یہ ٹھہرتا نہ سرِ گاؤ زمیں پر
دم لیجیو بوسے کے لئے عرشِ بریں پر

پھر موذیوں کا شعلہ چمکتا نظر آیا　　کانٹا تھا کہ آنکھوں میں کھٹکتا نظر آیا
ناگ جہنم کا لپکتا نظر آیا　　جوہر سے ترا زہر ٹپکتا نظر آیا
جو دام میں جوہر کے پھنسا پھر نہ جیتا تھا
ناگن کی طرح جس کو ڈسا پھر نہ جیتا تھا

بجلی کی چمک شعلہ فشانی نے دکھائی　　اور شمع کی لَو چرب زبانی نے دکھائی
طوفان کی رُت دھار کے پانی نے دکھائی　　گھاٹوں پہ نئی سیر روانی نے دکھائی
تھی آگ بھی اور پانی بھی اُس تیغ قضا میں
جل جل کے عدو بہہ گئے دوزخ کی ہوا میں

جان دو قالب ہے مثل اہلِ سخن میں　　اس تیغ دو پیکر کے تھے پیکر کئی رن میں
قالب کے بدن میں کبھی مرکب کے بدن میں　　گہ خود میں گہ سر میں گہے چشم و دہن میں
یہ مُردہ وہ بسمل یہ سرِ راہِ عدم تھا
نو لاکھ کے قالب تھے اور اک تیغ کا دم تھا

٦٠

اِس صف کو اُجاڑا وہ پرا کر دیا سونا — شمشیر تھی یا قہر الٰہی کا نمونہ
چاٹا جو لہو کاٹ ہوا تیغ کا دونا — نے ننگ سمجھتی تھی وہ کُفّار کا چھونا
اللہ ری صفا صاف کیا غُل عدو کا
دھبّہ نہ لگا دھار میں کافر کے لہو کا

٦١

جس صف پہ گری سیف صفائی نظر آئی — تُل کر جو پڑی ضرب ہوائی نظر آئی
ترکیب عناصر میں جُدائی نظر آئی — نے شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی
بازو پہ جو تڑپی نہ کسی دوش پہ سر تھا
پہلو پہ جو جُھکی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا

٦٢

اعدا کے اُڑے ہوش نشانوں کے پھریرے — اور تیر یہ سہمے کہ نہ چلّے پہ بھی ٹھہرے
دریا پہ نہ چوکی تھی نہ گھاٹوں پہ تھے پہرے — پانی ہوئے جاتے تھے نگہبانوں کے زہرے
اس تیغ کو جو ناریوں سے لاگ لگی تھی
دریا کے کنارے بھی عجب آگ لگی تھی

٦٣

شہباز اجل تیغ تھی اعدا تھے چکاوک — جز موت سر و تن کا خریدار نہ گاہک
چھلنی تھا جگر سینوں میں ڈھالیں تھیں خستک — بوڑی تھی جُدا چھڑ سے تو سوفار سے ناوک
چلّے بھی کمانوں سے کشیدہ نظر آئے
دل اہلِ کبادہ کے کبیدہ نظر آئے

٦٤

اُن ناریوں سے تیغ شرر دم کو جو تھی لاگ — صحرا کُرۂ نار تھا برسائی تھی یہ آگ
سر پاؤں سے کہتا تھا ارے بھاگ ارے بھاگ — بل کھاتا ہے من اپنا دہن میں لئے وہ ناگ
ڈستے ہوئے لگ جاتی ہے اِک آگ بدن میں
شعلہ غضبِ حق کا ہے اژدر کے دہن میں

۶۵
عالم تھا تلاطم کا صفِ جنگ میں ہر سو　　جس تن کے مقابل ہوئی تیغ شہِ خوشخو
ڈر ڈر کے نکل جاتا تھا دل چیر کے پہلو　　نیچے سے کلائی تھی جدا شانے سے بازو
بے ضرب عیاں فصل تھا وصل تن و سر میں
دھڑ لوٹتا تھا خاک پہ سر قعرِ سقر میں

۶۶
تیزی کا یہ عالم اسے کاٹا اُسے مارا　　غُل اٹھتا تھا پیہم اِسے کاٹا اُسے مارا
یاں سر لیا واں دم اسے کاٹا اُسے مارا　　حیران تھے اظلم اِسے کاٹا اُسے مارا
اس تیغ کے سائے کا نہ میں میں جو گذر تھا
قبروں میں کسی مُردے کی گردن پہ نہ سر تھا

۶۷
گہہ شعلہ کبھی برق جہندہ نظر آئی　　گہہ ناخنِ ضرغامِ درندہ نظر آئی
گہہ صورت ثعبان گزندہ نظر آئی　　آب اُس کی مگر زہر کشندہ نظر آئی
رُکنے کا کہوں ڈھنگ دیا چال کا عالم
تھا ابروئے شمشیر میں بھونچال کا عالم

۶۸
غُل تھا کہ عجب ضربتِ شمشیرِ دودم ہے　　لو سر وہ پہلوانِ دمشقی کا قلم ہے
بسمل وہ یلِ روم ہے وہ ترکِ عجم ہے　　وہ خاک پہ ترکش وہ کبادہ وہ عَلَم ہے
وہ تو وہ ہے تیروں کا وہ چلّہ ہے کماں کا
کاٹا ہوا جنگل ہے وہ لشکر کے نشاں کا

۶۹
گہہ شرق میں خورشید کے مانند عیاں تھی　　گہہ غرب میں مثلِ مہِ نو جلوہ کناں تھی
گہہ چرخ پہ روشن صفتِ کاہکشاں تھی　　یہ تیغ کے پرتو تھے فقط خود وہ کہاں تھی
کب دیکھنے میں صورتِ سیفِ دوسر آئے
ہاں موت نظر آئے تو یہ بھی نظر آئے

۷۰
یاں شور وہاں غُل اِدھر آئی اُدھر آئی — وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی
وہ تیر گئی خود میں وہ سر میں دَر آئی — گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی
سن اُس کا گھٹا تھا جو دلیرانہ بڑھا تھا
مُنہ کی وہی کھاتا تھا جو مُنہ اس کے چڑھا تھا

۷۱
توسن کا لقب ہے شہِ جن قوم پری میں — شمہ نہیں گرمی یہ نسیمِ سحری میں
پریوں سے بھی سبقت ہے اسے تیز پری میں — دُم اُس کی ہے طاؤسِ جناں جلوہ گری میں
سُرعت میں جو یہ نعل در آتش نظر آیا
خورشید بھی سیماب بر آتش نظر آیا

۷۲
اک حُسن کی تصویر تھا نِک سُکھ میں وہ یوں — دُہرا بدن آہوئی نگہ شیر کا چتون
شہباز کا سینہ تھا تو طاؤس کی گردن — دُم رشک دہِ سُنبلہ سُم بدر سے روشن
جادو تھا کہ اعجاز و کرامات تھا گھوڑا
چھل بل تھا چھلاوا تھا طلسمات تھا گھوڑا

۷۳
ہیں شش جہت اس رخش کی رفتار سے ششدر — درماندہ ہے دورِ فلک افسردہ ہیں اختر
خورشید و قمر اُس کی رکابیں ہیں مقرر — جنبش دمِ جولاں ہوئی ساتھ اُسکے جو دم بھر
مدت ہوئی گھوڑا تو نگاہوں سے نہاں ہے
اب تک حرکت دونوں رکابوں میں عیاں ہے

۷۴
آہو سے دو چند اُس کے طرارے نظر آئے — سایہ جو پھرا ساتھ چمکارے نظر آئے
آیا جو عرق ابر میں تارے نظر آئے — چل پھر فقط ابرو کے اشارے نظر آئے
یکتا ہوئے گُل تین فرس دونوں جہاں میں
یہ رن میں ہے اور دُلدل و رفرف ہے جناں میں

خورشید رکاب ایک ہے اور اک قمر اُس کی　　سجنے میں کوئی دم ہوئی وصلت مگر اُس کی
چلنے میں مہ و خور سے جو بد کی نظر اُس کی　　پھر اُس کی خبر اُن کی نہ اُن کو خبر اُس کی
سُرعت مہ و خور کو یہ سکھائی ہے اُسی نے
دیکھی ہیں فلک سیر رکابیں بھی کسی نے

ہر جَست میں کفِ مُنھ سے جو شبدیز نے ڈالا　　ہر مزرعِ ہستی میں پڑا قہر کا پالا
ساتھ اس کے پھرا یہ تو کیا چرخ نے نالا　　سورج سے عیاں تھا کہ پڑا پاؤں میں چھالا
شبدیز فلک چلنے میں توسن سے ہٹے ہیں
کوچوں میں یہ پھرتا تھا وہاں کوچے کٹے ہیں

دھنس دھنس گیا ٹاپوں کی دھمک سے سرِ قارون　　پس کر سُمِ توسن سے جبل بن گئے ہامون
خونریزیِ شمشیر سے جنگل ہوا گلگوں　　ناگہ نظرِ شاہ گئی جانبِ گردوں
بولے کہ دمِ فرض قدیرِ ازلی ہے
اب ظہر کا ہے عصر کہ دوپہر ڈھلی ہے

چلائی قضا وعدہ وفائی کی گھڑی ہے　　حملہ کا نہ موقع نہ لڑائی کی گھڑی ہے
اب زینبِ مضطر سے لڑائی کی گھڑی ہے　　دوزخ سے غلاموں کی رہائی کی گھڑی ہے
فردوس سے زہراؑ کے اب آنے کی ہے ساعت
دربارِ خداوند میں جانے کی ہے ساعت

پر میان میں آئی تھی نہ تیغِ شہِ والا　　جو شیث نے مارا جگرِ پاک پہ بھالا
فاقے میں کلیجے کا لہو مُنھ سے جو ڈالا　　پھر آپ نہ سنبھلے یہ ہوا دل تہ و بالا
سجدہ کی تمنا تھی جو زہراؑ کے خلف کو
مُنھ پھیر دیا گرنے میں قبلہ کی طرف کو

۸۰
گرد شہِ دیں چار ہزار آئے کماں دار — جو گرد سے اِک سینہ پہ کی تیروں کی بوچھار
اور خیمۂ عصمت کو بڑھا شمرِ ستمگار — لشکر کو پکارا کہ یہی وقت ہے ہشیار
تجویز یہ ظالم کی نرالی ہے جہاں سے
جلتی ہے زباں آہ کہوں کیا میں زباں سے

۸۱
اللہ سدا اُس کو جہنّم میں جلائے — جس خیمہ میں جبریلِ امیں سر کے بل آئے
نیزے کئی اُس خیمہ پہ ظالم نے لگائے — لشکر کو ندا دی کہ ترس کوئی نہ کھائے
ہاں خیمۂ زنگاریِ شبّیر جلا دو
اس گھر کو مع صاحبِ تطہیر جلا دو

۸۲
یہ وقت غنیمت ہے کبھی پا نہ سکیں گے — یوں رنج کبھی رانڈوں کو پہنچا نہ سکیں گے
بے بس ہیں حرم گھر سے کہیں جا نہ سکیں گے — شبّیر ہیں نرغے میں یہاں آ نہ سکیں گے
یاں آگ وہاں تیروں کا باراں شہِ دیں پر
یہ سیر بھی دیکھی ہے کبھی روئے زمیں پر

۸۳
خیمہ کے جلانے کو ہوئے جمع جو مردود — دیکھا شہِ مظلوم نے ہو کر غضب آلود
آواز دی یہ شمر کو او ثانیِ نمرود — باز آ ارے باز آ ابھی زندہ ہوں میں موجود
کس کو تو جلائے گا یہ کیا بے ادبی ہے
اس گھر میں کوئی اور نہیں آلِ نبی ہے

۸۴
کیا ناریوں کو مکر سے بھڑکاتا ہے ناری — واللہ کہ ہے نور خدا آل ہماری
مانندِ خلیل ان پہ بھی ہے رحمتِ باری — ہاں آگ ہو گل اور دھواں ابرِ بہاری
جن کے لئے مخلوق فقط رحمتِ رب ہے
منگواتا ہے آگ اُن کے لئے کیا یہ غضب ہے

٨٥ تبلا تو جلائے گا کسے او ستم آرا کبریٰ و سکینہ کے جلانے کا ہے یارا
یا زینبِ بیکس پہ ہے یہ ظلم گوارا یا عابدِ بیمار جو ہے پھول ہمارا
وہ رحم کے قابل ہے ستائے گا اُسے کیا
جلتا ہے بدن تپ میں جلائے گا اُسے کیا

٨٦ خیمے کو نہ تو لوٹے گا کیا بعد ہمارے باندھے گا نہ بچوں کا گلا بعد ہمارے
جو چاہیو کیجو وہ جفا بعد ہمارے لے لیجیو زینب کی ردا بعد ہمارے
نانا کے حضور ان سے جو مُنھ موڑ کے جاؤں
پردے میں تو سیدانیوں کو چھوڑ کے جاؤں

٨٧ خیمہ نہ جلا آ سرِ شبّیر قلم کر اُٹھ جاؤں میں دُنیا سے تو زینب کا کھُلے سر
ناگاہ پکارا عمرِ سعدِ ستمگر اس ظلم کے شایاں نہیں اولادِ پیمبر
جب تک پسرِ فاطمہ کا سر نہ اُتارو
ناموس یداللہ کی چادر نہ اُتارو

٨٨ یہ سُن کے لعیں جانبِ فوجِ عمر آیا یہ کہتا برابر اِدھر آیا اُدھر آیا
لو لشکریو خوش ہو کہ وقتِ ظفر آیا بے سر کرو شبّیر کو ارمان بر آیا
جس کو کہ نبی زادے کا سر ہاتھ لگے گا
مفلس نہ کبھی ہوگا وہ زر ہاتھ لگے گا

٨٩ مکّار یہ سُنتے ہی پھنسے دامِ ہوس میں دادر سے پھرے آگئے شیطان کے بس میں
اک دم میں کیا وہ جو نہ ہو لاکھ برس میں قتلِ شہِ مظلوم پہ کھانے لگے قسمیں
شبّیر کی اک جان سے گاہک تھے ہزاروں
اک سینہ تھا اور ظلم کے ناوک تھے ہزاروں

۹۰
فرزند حسن کا تھا جو عبداللہ ذی جاہ   کی اُس نے نظر خیمہ سے میدان کو ناگاہ
دیکھا کہ ہے شہ پر یورشِ لشکرِ گمراہ   بس ہائے چچا کہہ کے بڑھا جانبِ جنگاہ
سیدانیوں میں غُل ہوا فریاد و فغاں کا
زینب نے کہا واری ارادہ ہے کہاں کا

۹۱
مقتل کو نہ جا میں ترے صدقے ترے واری   تیار وہاں جنگ پہ ہے لشکرِ ناری
تم لڑنے کے قابل نہیں کیا عمر تمہاری   قاسم کی جوانی پہ ابھی کرتی ہوں زاری
دیکھو تو وہاں بانیٔ بیداد کھڑے ہیں
تیغوں کو نکالے ہوئے جلاد کھڑے ہیں

۹۲
وہ بولے کہ رُکنے کے نہیں ہم پھوپھی اماں   ٹھہراؤ نہ گھر میں نہیں اس دم پھوپھی اماں
تنہا ہیں کھڑے قبلۂ عالم پھوپھی اماں   غمخوار کوئی اب ہے نہ ہمدم پھوپھی اماں
رُکنے کا نہیں سینہ میں جب تک مرا دم ہے
اس وقت چچا پاس نہ جاؤں تو ستم ہے

۹۳
یہ کہہ کے چلا رن کی طرف ابنِ حسن آہ   پہنچا جو قریب شہِ دیں غنچہ دہن آہ
دیکھا کہ ہے مجروح وہ آوارہ وطن آہ   تیروں سے قبا ٹکڑے ہے پُرزے ہے بدن آہ
سینہ سے لپٹ کر کہا کیا حال ہے حضرت
مُنہ زرد ہے اور خوں سے بدن لال ہے حضرت

۹۴
ہیہات ابھی ختم ہوئی تھی نہ یہ گفتار   جو حرملہ آیا وہاں تولے ہوئے تلوار
اور غصہ سے چاہا کہ سرِ شہ پہ کرے وار   ہاتھوں کو سپر کر دیا معصوم نے اک بار
بولا کہ چچا جان پہ میرے نہ ستم کر
حاضر ہے مرا سر مری گردن کو قلم کر

٩٥
عادل ہے خدا بھول نہ تو عدلِ خدا کو — کیا ذبح کرے گا مرے مظلوم چچا کو
یہ سنتے ہی پیار آگیا شاہِ شہدا کو — اور سینہ سے لپٹا لیا اُس ماہِ لقا کو
فرمایا جو گزرے وہ گزر جانے دو بیٹا
آتی ہے بلا صبر کرو آنے دو بیٹا

٩٦
چُپ رہ گیا پر مُنہ کو حمایت سے نہ موڑا — ملعون نے اُدھر تیر ستم چلّے میں جوڑا
زہ کر کے کماں تیر کو اس طرح سے چھوڑا — بچے کا گلا چھید کے دل شاہ کا توڑا
گردوں پہ گئی آہ شہِ تشنہ دہن کی
تھرّانے لگی قبر مدینے میں حسنؓ کی

٩٧
کُمھلا کے گرا پھول رسالت کے چمن کا — مچھلی سا تڑپنے لگا فرزند حسنؓ کا
اور سرد ہوا ہائے ہر اک عضو بدن کا — اُودے ہوئے لب پھر گئے تو ڈھل گیا منکا
دم نکلا گلے سے کہ لہو بہہ گیا ہے ہے
مُنہ دیکھ کے سکتے میں چچا رہ گیا ہے ہے

٩٨
زینب درِ خیمہ سے یہ رو رو کے پکاری — آباد کیا پہلوئے قاسم کو میں واری
پیارے نے بھی جان اپنی چچا جان پہ واری — ہے ہے نہ دُلھن آئی اجل آئی تمھاری
ملنے کو شہیدوں سے مری جان سدھارے
لیکن یہ غضب ہے کہ پُر ارمان سدھارے

٩٩
خیمہ سے پھرے رن کی طرف بانیِ بیداد — اور ٹوٹ پڑا شاہ پہ سب لشکرِ جلّاد
اک شیرِ نیستانِ علی سیکڑوں صیّاد — یاں نیزۂ بیداد وہاں خنجرِ فولاد
بڑھ کر قدر اندازوں نے دکھلایا ہُنر کو
غربال کیا سینہ کو پہلو کو جگر کو

۱۰۰
تھا سنگ دلوں کو جو نبی زادے سے کینہ | برساتے تھے پتھر بھی سوئے شاہِ مدینہ
سب توڑتے تھے مُہرِ نبوت کا نگینہ | خشکی میں ڈبوتے تھے پیمبر کا سفینہ
وہ دھوپ کی ایذا کسی مجروح سے پوچھو
شبیرؑ سے یا فاطمہؑ کی روح سے پوچھو

۱۰۱
پہلو میں نہ قاسمؑ تھے نہ ہمشکل نبی پاس | بن ہاتھ کے دریا پہ پڑے سوتے تھے عباسؑ
گِردِ شہِ والا تھی فقط بیکسی و یاس | تالو سے زباں لگ گئی کس قہر کی تھی پیاس
دل سینے میں ہلتا تھا بدن کانپ رہا تھا
اور بالیں پہ رہوار کھڑا ہانپ رہا تھا

۱۰۲
فرماتے تھے اعدا سے ارے پانی پلاؤ | وہ کہتے تھے کوثر سے کوئی جام منگاؤ
چلاتے تھے مولا کہ ترس زخموں پہ کھاؤ | وہ کہتے تھے عباسؑ اور اکبرؑ کو بلاؤ
کیا بغض تھا بے رحموں کو شاہِ مدنی سے
زخموں پہ چھڑکتے تھے نمک طعنہ زنی سے

۱۰۳
پیدا ہوئے آفاق میں آثارِ تباہی | چھائی فلک و ارض پہ اک دفعہ سیاہی
موقوف فرشتوں نے کیا ذکرِ الٰہی | مقتل کو ہوئے چار ہزار اُن میں سے راہی
سر کھولے ہوئے ماتمِ سلطانِ زمن میں
پر نوچتے سر پیٹتے وارد ہوئے رَن میں

۱۰۴
دیکھا کہ زمیں پر ہے پڑا تاجِ امامت | سر پر بنی آدم کے ستم سے ہے قیامت
کہنے نہیں دیتے ہیں نمازی کو اقامت | ہر بار قلم کرتے ہیں طوبیٰ سا دہ قامت
سینے میں سناں مُنھ سے زباں نکلی ہوئی ہے
خیمے سے بہن قبر سے ماں نکلی ہوئی ہے

۱۰۵
دیکھا کہ ہے نرغے میں جگر بندِ پیمبر
باقی کوئی ہمدم نہیں غیر از دمِ خنجر
گہہ غش میں گہہ ہوش میں ہے نائبِ حیدر
شق ہو گئے زباں منہ سے نکل آئی ہے باہر
ہے خون جراحت کا تو مخلوط عرق میں
بالائے زمیں نیرِ اعظم ہے شفق میں

۱۰۶
منہ پیٹ کے سب نے سرِ تسلیم کیا خم
چلّائے علیک الصلوات اے شہِ عالم
ہے ہے ترے قاتل کلمہ گو بنی آدم
ہو مرضیٔ اقدس تو انھیں قتل کریں ہم
کونین میں شہزادۂ جبریل امیں ہو
جبریل تو ہو سدرہ پہ تم خاک نشیں ہو

۱۰۷
قابیل نے ہابیل کا جو خون بہایا
نہلایا بھی کفنایا بھی مدفن بھی بنایا
یہ بھی بنی آدم ہیں پہ رحم اتنا نہ کھایا
بسمل تو کیا اور نہ لاشوں کو اٹھایا
جنت میں فرشتوں سے خجل ہوتے ہیں آدم
ہفتم سے خوزادوں کے لئے روتے ہیں آدم

۱۰۸
لکھا ہے کہ نو درد رسیدوں کو دلاسا
قرآں کا بھی ان میں نہیں کوئی شناسا
آدم کا شرف فخرِ ملائک کا نواسا
اور ہائے غضب تین شب و روز کا پیاسا
پتھر ہیں جگر ان کے یہ انسان ہیں کیسے
کافر بھی نہ ہوں گے یہ مسلماں ہیں کیسے

۱۰۹
حضرت نے کہا میری مروت سے ہے یہ دور
انسان نظر آتے ہیں ملک آنکھوں سے مستور
قطع نظر اس کے مجھے احساں نہیں منظور
سب کچھ مرے مالک نے دیا ہے مجھے مقدور
ممکن نہیں شبیرؑ تمھیں حکمِ وغا دے
پوچھا مجھے اس دکھ میں خدا تم کو جزا دے

۱۱۰ ہر چند فرشتوں نے کیا شاہ سے اصرار — پر کُل کا مددگار نہ راضی ہوا زنہار
انکار سے حضرت کے مَلک ہو گئے ناچار — کی عرض کہ مجبور ہیں ہم آپ ہیں مختار
خیر آپ نے جانے کو کہا جاتے ہیں حضرت
پر حکمِ خُدا لے کے ابھی آتے ہیں حضرت

۱۱۱ یہ کہہ کے فلک پر گئے ساکن وہ فلک کے — اور حشر کیا تاج مقرب کو پٹک کے
کی عرض جنابِ احدی میں یہ بلک کے — مشتاق ہیں امداد شہِ جنّ و ملک کے
نو لاکھ کی تیغیں ہیں اور اک اُس کا گلا ہے
پیارا ترے پیارے کا گرفتارِ بلا ہے

۱۱۲ پوشاک جسے عید کے دن تو نے عطا کی — پرزے ہے قبا تیروں سے اُس شاہِ ہُدا کی
جو لوٹتا تھا چھاتی پہ محبوبِ خُدا کی — آج اُس کا بچھونا ہے زمیں دشتِ بلا کی
ایسی کسی بسمل کو اذیت نہیں دیتے
جلاّد تڑپنے کی بھی مہلت نہیں دیتے

۱۱۳ ہم فرطِ محبت سے گئے تھے کئی باری — کیا کیا نہ کہا پر نہ سُنی ایک ہماری
تجھ پر ہے توکّل اُسے اے خالقِ باری — فرمانِ مدد کر تو ہمارے لئے جاری
پھر جانبِ مقتل ابھی پرواز کریں ہم
جا کر مددِ شاہ سرافراز کریں ہم

۱۱۴ آئی یہ ندا جاؤ اجازت ہے خُدا کی — امداد کرو مالکِ تسلیم و رضا کی
پائی جو فرشتوں نے رضا ربِّ ہُدا کی — بیساختہ پرواز سوئے دشتِ بلا کی
یہ شوق مددگاریٔ شاہِ دو جہاں تھا
رستے میں انھیں سانس کا لینا بھی گراں تھا

۱۱۵
افسوس فرشتوں کو رہی حسرتِ امداد　رستے میں خبر پائی کہ زہرا ہوئیں برباد
وارد ہوئے رن میں تو نظر آئی یہ روداد　سر کاٹ کے سید کا لئے جاتا ہے جلاد
زہرا و پیمبر نے کفن خوں میں بھرے ہیں
منھ اپنا علی حلقِ بریدہ پہ دھرے ہیں

۱۱۶
چلاتی ہے خواہر مرے بھائی مرے بھائی　اے کشتۂ خنجر مرے بھائی مرے بھائی
ہے ہے مرے بے سر مرے بھائی مرے بھائی　اب مرگیا سب گھر مرے بھائی مرے بھائی
کیوں بھائی سفر میں یہی وعدہ تھا بہن سے
لاشے پہ رلاؤں گا تجھے لا کے وطن سے

۱۱۷
ہے ہے مری ماں کی مرے بابا کی کمائی　لوٹی ملک الموت نے امت نے لٹائی
ویرانے میں بستی مرے نانا کی بسائی　شششماہے کو موت آئی مجھے موت نہ آئی
وارث رہے میداں میں نہ بچے رہے گھر میں
کیا ہو گیا ہے ہے یہ غضب تین پہر میں

۱۱۸
آئے تھے مدد کو وہ فرشتے جو زمیں پر　صف باندھ کے رونے لگے لاشِ شہِ دیں پر
پھر حق سے کہا شہ کا لہو مل کے جبیں پر　یاری کی نہ صدقے ہوئے اس عرشِ بریں پر
ہمچشموں کو منھ اب تو دکھایا نہیں جاتا
کیا حکم ہے گردوں پہ تو آیا نہیں جاتا

۱۱۹
پیدا ہوئی آواز کہ اب حق کا ہے فرماں　تا دفن رہو لاشۂ بے سر کے نگہباں
تعمیر ہو جب مقبرۂ شاہِ شہیداں　روضے میں کرو ماتمِ شبیر کا ساماں
احسان خدا کا ہے یہ ہے حکم خدا کا
دو اس کے محبوں کو ثواب اپنی بکا کا

۱۲۰

کیا تم کو دبیر اور مضامین بتائیں ہر بند پہ دیتے ہیں عزادار دعائیں
اللہ کرے ہم بھی اُسی روضہ پہ جائیں یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کے فرشتوں کو سُنائیں
دُنیا میں اگر دولتِ عقبیٰ ہے تو یہ ہے
باقی مرے دل میں جو تمنّا ہے تو یہ ہے



مرثیہ (۳)

۱؎ جب سرنگوں ہوا عَلَمِ کہکشانِ شب — خورشید کے نشاں نے مٹایا نشانِ شب
تیرِ شہاب سے ہوئی خالی کمانِ شب — تانی نہ پھر شعاعِ قمر نے سنانِ شب
آئی صبح جو زیورِ جنگی سنوار کے
شب نے سِپر ستاروں کی رکھ دی اُتار کے

۲؎ شمشیرِ مشرقی جو چڑھی چرخ پر شتاب — پھر تیغِ مغربی نے دکھائی نہ آب و تاب
تھا بس کہ گرم خنجرِ بیضائے آفتاب — باقی رہا نہ چشمۂ نیلوفری میں آب
محتاج ماہتاب ہوا آب و تاب کا
باغِ جہاں میں پھول کِھلا آفتاب کا

۳؎ تھی جوشِ خوں کے عارضہ میں مبتلا شفق — فصّادِ صبح آیا لئے نشتر و طبق
کھولی شفق کی فصد تو رنگِ اُفق تھا فق — گُل رنگ تھا صحیفۂ گردوں ورق ورق
خونِ شفق میں سُرخ قضا نے قلم کیا
اور خط و خالِ روزِ شہادت رقم کیا

۴؎ صرفِ نگاہداشت ہوا شاہِ خوش نہاد — دفتر کشا نے کھول دیا دفترِ مُراد
چہرے پہ صبح کے جو کیا آبِ زر سے صاد — کافور ہو گئی شبِ تاریک کی مِداد
رُتبہ سے سرفراز کیا آفتاب کو
عہدہ ہراولی کا دیا آفتاب کو

طغرا نویس روز نے پھر جس قدر لکھا — وہ حرف حرف موجبِ حکمِ قدر لکھا
خورشید کو ہراولِ فوجِ سحر لکھا — حُر کو ہراولِ شہِ والا گہر لکھا
چہرہ تو دو ہراولوں کا ایک جا ہوا
پر حُر کا نام مہر سے روشن سوا ہوا

شب نے نکالا پنبۂ اختر جو کان سے — غُل نوبتِ سحر کا سُنا آسمان سے
اور شورِ کوسِ رحلتِ سرورِ جہان سے — فریاد یا حسینؑ حرم کی زبان سے
نعرہ سُنا اذاں کا خیامِ امام سے
اور اُقتلوا الحسینؑ کا غُل فوجِ شام سے

مصروفِ دار و گیر ہیں تھا خسروِ سحر — دریا کے بندوبست ہیں تھا لشکرِ عمر
ظاہر ہیں آبِ نہر پہ قبضہ تھا سربسر — باطن ہیں سب کے ملک ہیں تھی آتشِ سقر
آواز آرہی تھی مزارِ رسولؐ سے
مُہرِ بتولؑ چھن گیا ابنِ بتولؑ سے

چاروں طرف تھا بسکہ ہجومِ سیاہِ شام — گویا سیاہ پوش تھا آبِ رواں تمام
ماتم یہ تھا کہ مالکِ کوثر ہے تشنہ کام — بالکل اُلٹ دیئے تھے حبابوں نے اپنے جام
مُنہ پر طمانچے مارتا تھا دستِ موج سے
دریا جو دور پیاس ہیں تھا شہ کی فوج سے

خیمہ ہیں ابنِ سعد کے مجمع تھا بے شمار — بیٹھا تھا زرد رو سرِ کرسیٔ زرنگار
جاسوس پہلوؤں ہیں کھڑے تھے اُمیدوار — اور حکمِ صف کشی کا نقیبوں کو انتظار
جو قصد تھا سو دین کے برباد ہونے کا
جو ذکر تھا سو فاطمہ زہراؑ کے رونے کا

۱۰
کہنے لگا رفیقوں سے ناگاہ وہ شریر — اِک خواب ہم نے دیکھا ہے آج اے جوانو دلیر
کہنے لگے یہ دستِ ادب باندھ کر شریر — خیرٌ لنا وہ خواب ہے یا ایہا الامیر
بولا وہ فکرِ جنگ سے تھا اضطراب میں
اپنے نبیؐ کو ذبح کیا میں نے خواب میں

۱۱
شبث نے کہا کہ فتح مبارک ہو اے عمر — کاٹا سرِ حسینؑ تو کاٹا نبیؐ کا سر
چلایا شمر خواب ہے اپنا عجیب تر — گویا سوار ہوں شہِ بیکس کے سینہ پر
بولا میں فکرِ جنگ سے تھا اضطراب میں
اپنے نبیؐ کو ذبح کیا میں نے خواب میں

۱۲
صدقہ خدا کے خواب میں کیا کیا مجھے دیا — بانوؑ کا برقع اور سرِ کلثومؑ کی ردا
ہشیار کتنا خواب کے عالم میں مَیں رہا — زینبؑ چھپی تو ڈھونڈھ کے عریاں سر کیا
ننھی سی ایک بچی کے گوہر اُتارے ہیں
روئی ہے وہ تو مَیں نے طمانچے بھی مارے ہیں

۱۳
ناگاہ حرملہ نے کہا خواب سُن مرا — گویا کئے ہیں تو نے دو خلعت مجھے عطا
ہیں دو نشانے تیر کے میرے جُدا جُدا — اِک بازوئے حسینؑ اور اِک بچے کا گلا
فرزند اور پدر کا لہو مِل کے بہہ گیا
وہ تو تڑپ کے مر گیا یہ رو کے رہ گیا

۱۴
بولا عمر کہ کہنے کی کیا اس میں احتیاج — سب کچھ تمہارے واسطے ہے بعد فتح آج
جس زخم کا رفو نہ ہو جس درد کا علاج — آج ابن فاطمہؑ کے لئے اس کا ہو رواج
سادات کی ردائیں بھی نوشہ کا سر بھی لو
خلعت بھی لو کتاب بھی لو مال و زر بھی لو

۱۵
جاسوسوں کو قریب بُلا کر کہی یہ بات — لو تم بھی اب کہو خبر شاہ نیک ذات
بن پانی کس طرح سے کٹی یہ تمام رات — شب کیا تھی واردات اور اب کیا ہے واردات
نامہ تو کوئی اہل وطن کو لکھا نہیں
بہر کمک کسی کو طلب تو کیا نہیں

۱۶
کس کس کو شہ نے اسلحہ بخشا ہے کچھ سُنا — شمشیر حیدری ہوئی کس شیر کو عطا
پچھلے کو خیمہ گاہ میں کیوں حشر تھا بپا — ہم کو تو دیتے ہوئیں گے شبیرؑ بد دعا
مشتاقِ اجل ہے کہ شوقِ جہاد ہے
جاسوس نے کہا کہ فقط حق کی یاد ہے

۱۷
ہر سجدہ میں شفاعتِ اُمت کی تھی دُعا — کیسی مدد حسینؑ کو ہے احتیاج کیا
اکبرؑ سے شاہ کہتے تھے بیٹا وطن کو جا — تنہائی کی اجل میں ہے پیارے بڑا مزا
کب اسلحہ کسی کو دیا ہے حسینؑ نے
تقسیم سب کو صبر کیا ہے حسینؑ نے

۱۸
پچھلے پہر کے رونے کا مضمون دردناک — شبیر نے سکینہؓ کا کرتا کیا تھا چاک
منھ پہ ملی پھر اس کے یتیموں کی طرح خاک — روتے تھے سب کہ صلح نہ ٹھہری امام پاک
فرماتے تھے حسینؑ کہ کل صلح ہوئے گی
لیکن وہ صلح ہوگی کہ سب خلق روئے گی

۱۹
حضرت نے بیکسی سے کہا جب کہ یہ سخن — مل کر گلے سے بھائی کے رونے لگی بہن
پہنائے اپنے بیٹوں کو چھوٹے سے دو کفن — زینبؓ ہوئی جوانیٔ اکبرؓ پہ نعرہ زن
غش آیا تین بار شہِ بے نظیر کو
بانو سے بخشوایا جب اکبرؓ نے شیر کو

۲۰

پیاسا تو ہے حسینؑ پر اس ضبط پر فدا　　اک چشمہ خیمہ گاہ میں اس وقت تک رہا
پینے دیا کسی کو نہ خود شاہ نے پیا　　دھویا کفن کو غسل کیا اور وضو کیا
نہرِ بہشت بہرِ طہارت خود آئی تھی
گویا رسولؐ زادے کے گھر میں خدائی تھی

۲۱

لیتے ہوئے خبر جو پھرے ہم ہر ایک جا　　پر سوئے پشت خیمہ نہ اپنا قدم بڑھا
آتی تھی ہائے ہائے پسر کی وہاں صدا　　شبیرؑ کہتے تھے یہ مری ماں کی ہے پکار
خیمہ کے گرد نعرۂ شیر آشکار تھا
آئی صدا وہ شیرِ خدا بے قرار تھا

۲۲

بولا عمر ہر ایک طرح اپنی ہے ظفر　　ہاں اب سلاح باندھیں جوانانِ خوش سیر
دوڑے نقیب باندھ کے دامن اِدھر اُدھر　　صف باندھی چار لاکھ نے قتلِ حسینؑ پر
انصاف کہہ رہا تھا کہ یہ کیا خیال ہے
اے ظالمو بتولؑ کا اب ایک لال ہے

۲۳

جب مورچے بندھے تو علم یک قلم کھلے　　تیرِ جفا کمانوں کی میزان میں تلے
وہ دَف کا شور وہ نوبت کے غلغلے　　جن کی صدا سے خون ہو خشک اور بدن گلے
ترکش کا تیر دیکھ کے آتا تھا دھیان میں
غُل کے سبب سے انگلیاں دے دی تھیں کان میں

۲۴

جاروب کش نے آئینہ رن کو بنا دیا　　سقوں نے حرب گاہ میں دریا بہا دیا
پیغامِ صور شورِ دہل نے سنا دیا　　بانگِ نقیب نے دلِ اعدا بڑھا دیا
غُل تھا کہ کوئی دم میں شہ دوسرا نہیں
زینبؑ کا اب جہاں میں کوئی آسرا نہیں

۲۵
اب آن کر حسینؑ کا دیکھو جلال و جاہ
بالکل شگفتہ ہے چمن قدرتِ الٰہ
میدان میں سپاہ ہے خیمہ میں بادشاہ
انجم تو محو سیر ہیں، بُرجِ شرف میں ماہ
اہلِ وفا سپاہِ شہِ دیں پناہ ہے
دونوں کی پیاس ان کی وفا پر گواہ ہے

۲۶
تھی بس کہ آمد آمد ابنِ ابو ترابؑ
تھامے ہوئے خضر سے عصائے پُر آب وتاب
الیائس آب پاش تھے بادیدۂ پُر آب
فرشِ زری بچھایا تھا فرشِ پر آفتاب
حالت تھی غیر بنت رسالتؐ پناہ کی
بالوں سے جھاڑتی تھی زمیں قتل گاہ کی

۲۷
قربان بارگاہِ حسینؑ و نثار فوج
خیمہ فلک شکوہ تو یہ فوج عرشِ اوج
جنت رواق تکیۂ آفاق حور زوج
دریا زرہ نہنگ سپر اور تیغ موج
کیا اِن کے آگے صولتِ سُہراب و زال ہے
زال اُن کے رُعب و دبدبہ سے پیرزال ہے

۲۸
رُخ ایک مفسّرِ والشمس والضحیٰ
خال ایک مترجمِ والنجم اِذا ہوا
چہرہ کسی کا زلف میں کالبدرِ فی الدجا
فرقِ بلند ایک کا تفسیر والسما
خود اوج سر ہے خود کا سر سے عروج ہے
ہر خود سر مشرحِ ذات البروج ہے

۲۹
ابنِ حسنؑ ہے رات کا دولھا بنا ہوا
سہرا ابھی اور کفن بھی ہے سر پر بندھا ہوا
سُرمہ میانِ نرگسِ شہلا لگا ہوا
نرگس کہا جو چشم کو تو لُطف کیا ہوا
نرگس سے خوب ہے کہیں اُس گلبدن کی چشم
نرگس چمن کی چشم یہ چشم حسنؑ کی چشم

۳۰
چشم و چراغ ہے جو حسینؑ کا یہ مہ لقا
کہیے چراغ دیدۂ روشن تو کیا ہوا
پر ہے چراغ قمقمۂ قدرتِ خُدا
صرصر ہو یا نسیم ہو روشن ہو دائما
نرگس نہیں ہر آنکھ تجلّی کا باغ ہے
سُرمہ نہ سمجھو ہالہ کا دود چراغ ہے

۳۱
اکبر کھڑے ہیں ساغرِ عرفاں پئے ہوئے
دو چار ہم سنوں کو جلو میں لئے ہوئے
دستِ قضا میں نقد جوانی دئے ہوئے
دل میں خُدا سے عہد شہادت کئے ہوئے
نقشہ تھا اِک نبیؐ کا اس افلاک کے تلے
اٹھارویں برس میں چھُپا خاک کے تلے

۳۲
چہرہ سے تا بہ ناف ہے پیغمبرِ زمن
محبوبِ عصر ثانیٔ محبوب ذُوالمنن
ہے ناف یا کہ عکس فگن غنچۂ دہن
بالکل خطا ہے کہئے اگر نافہ ختن
کب نافۂ ختن میں بھلا بوئے ناف ہے
یہ نافِ روح پرورِ عبدِ مناف ہے

۳۳
نیلے ہیں لب جو پیاس سے تو حُسن ہے بنا
غنچۂ دہن کا غنچۂ نیلوفری بنا
قاسم ہیں خُلق و حِلم ہے میراثِ مجتبیٰ
مظلومیت حسینؑ کی یاں سر سے تا بہ پا
یہ آفتابِ حُسن ہے وہ ماہِ حُسن ہے
وہ شاہِ حُسن ہے یہ شہنشاہِ حُسن ہے

۳۴
شوکت نثار شوکتِ عباسؑ نامور
اللہ کی وہ سیف تو شبیرؑ کی سپر
حمزۂ حشم عقیل شیم صاحبِ ہنر
تیار مثل جعفرؑ طیّار جنگ پر
کہتے ہیں گو علم مرا نخلِ مراد ہے
سقۂ سکینہ کا ہوں یہ رُتبہ زیاد ہے

۲۷
مرثیہ مرزا دبیر

۳۵

لہرا رہا ہے سر پہ پھریرا بہ آب و تاب ہوتا ہے آفتاب پہ قربان آفتاب
دو فتحہ ایک لفظ علم پر ہیں انتخاب دونوں جہاں میں ہے یہ علمدار لاجواب
کیونکر گرہ کشائی میں بے مثل یہ نہیں
شکلِ کلید چوب علم میں گرہ نہیں

۳۶

مڑ کر وطن کو کہتے ہیں با حالتِ تغیر اماں حسینؑ کے لئے بخشو حقوقِ شیر
سوئے نجف دُعا ہے کہ تم ہونا دستگیر آتی ہے یہ علیؑ کی ندا اے مہِ منیر
سر کو کٹا کے ہو جیو فدیہ حسینؑ کا
عباسؑ تجھ پہ دَین ہے یہ والدین کا

۳۷

ہیں پاس پاس مسلمؓ و زینبؓ کے یادگار اِک جا ستارے چار ہیں یا آفتاب چار
مسلم کے دونوں لختِ جگر لعلِ آبدار زینبؓ کے لعل دُرِ نجف زیبِ روزگار
ماں باپ اُن کے جیتے ہیں اور وہ یتیم ہیں
یہ دُرِ بے بہا ہیں وہ دُرِ یتیم ہیں

۳۸

قرآن ناظریں ہے رُخِ غیرتِ قمر کچھ کچھ عیاں ہے سبزۂ خط روئے پاک پر
جس طرح سے کہ سورۂ اخلاص مختصر سورہ تو مختصر پہ فضیلت زیادہ تر
خط سبزہ گوں رُخوں میں عقیقِ یمن کا رنگ
کیا چار جا ہے آج حسینؑ و حسنؑ کا رنگ

۳۹

دیکھی شکوہ فوج سُنو شہ کا ماجرا آخر ہوا وظیفہ آخر جو شاہ کا
اُٹھتے ہوئے مصلے سے فوراً غش آگیا زینبؑ نے دیکھا لب کو تھی جنبش کہ اے خدا
سہل است گر رود سر من بر سرِ حسین
زینبؑ اگر اسیر شود وائے بر حسین

۳۰
زینبؑ پکاری ہائے مسافر اخی مرا   رکھا جو ہاتھ سینہ پہ دل مضطرب ہوا
نبضیں جو دیکھیں سُست تو رو رو کے یہ کہا   اے صاحبو ابھی کے ابھی میں یہ کیا ہوا
کس کی نظر لگی مری ماں کی کمائی کو
دم توڑتے ہیں یا کہ غش آیا ہے بھائی کو

۳۱
ناگاہ آئے ہوش میں کچھ کچھ شہِ زمن   رو کر پکاری خواہرِ مولائے بے وطن
یہ غم بہن کا ہے تو میں صدقہ ہوئی بہن   باقی ہے پنجتن کی نشانی کا ایک تن
اماں کی طرح عشق تمہارا بہن کو ہے
گر تم جیو تو قید گوارا بہن کو ہے

۳۲
سایہ میں آپ کے مِرا سر ہوئے بے ردا   میرا گلا بندھے نہ کٹے آپ کا گلا
گھر گھر پھروں میں گھر رہے آباد آپ کا   دولت بچے بتولؑ کی زیور لُٹے مرا
زنداں ہو بے ردائی ہو اور شور و شین ہو
زینبؑ کو سب قبول ہے لیکن حسینؑ ہو

۳۳
بولے حسینؑ بس کہ ہوا ٹکڑے دل مرا   میں جانتا ہوں ماں کی طرح مجھ پہ ہو فدا
اب صبر دے خُدا تمھیں اور حشر میں جزا   ہذا طریق بینی و بینک کہ میں چلا
کیونکر خلافِ مرضیٔ ربِّ قدیر ہو
شبیرؑ ذبح ہوئے تو زینبؑ اسیر ہو

۳۴
باہیں گلے میں ڈال کے زینبؑ نے دی ندا   لیٹی ہوں فضہ اکبرؑ و عباس کو بُلا
آئے جو رن سے اکبرؑ و عباسؑ یہ کہا   لو ہم سے بھائی جان بھی اب ہو گئے خفا
اماں بھی مر گئیں مرے بابا بھی مر گئے
مر جاؤں گی جو یہ بھی مجھے چھوڑ کر گئے

۴۵ میں تو ابھی ہوں چار بزرگوں کی سوگوار ناسور دل میں چار ہیں سینہ میں داغ چار
اب داغ پانچواں کیا قسمت نے ردبکار کیوں ماں کے ساتھ مر نہ گئی میں جگر فگار
جس کو کہ آسرا ہو فقط ایک بھائی کا
حال اس بہن سے پوچھئے زہراؑ کی جائی کا

۴۶ سر خم کئے خموش کھڑے تھے قلق میں سب زینبؑ کا بھی ادب شہِ بیکس کا بھی ادب
اصغرؑ کو لائی جھولے سے وہ گشتہ تعب بولی کہ منصفو سُنو انصاف سے تم اب
لوگو چھٹا مہینہ ہے اور بے زبان ہے
قابل یتیم ہونے کے ننھی سی جان ہے

۴۷ لوگو جواب کچھ نہیں دیتے زباں سے آہ تنہا نہیں میں لُٹتی ہوں سب ہوتے ہیں تباہ
آساں نہیں یتیمئ اصغرؑ خدا گواہ شہ نے کہا اِک اور سُنو خواہشِ الٰہ
یہ تیر کھا کے باپ کے پہلو میں سوئیں گے
عابدؑ یتیم ہوئے گا سب قتل ہوئیں گے

۴۸ اس حرف سے قیامتِ کُبریٰ ہوئی عیاں بھائی بہن کے آنسو تھے رخسار پر رواں
سر کھولے گرد بیبیاں کرتی تھیں یہ بیاں لُٹتے ہیں پر ہلا نہیں سکتا کوئی زباں
یہ بیٹی ہے یہ لاڈلا خیبر شکن کا ہے
ہم کیا کہیں مقدمہ بھائی بہن کا ہے

۴۹ ناچار ہو کے ماں کو پکاری وہ نامراد آئی ندا کہ خیر تو ہے کیوں کیا ہے یاد
دولھا بنے ہیں کیا ترے فرزند خوش نہاد کہدو تو روح فاطمہؑ زہرا بھی ہووے شاد
شادی سفر میں کون سی مدِ نگاہ ہے
اصغرؑ کا دودھ چھٹتا ہے اکبرؑ کا بیاہ ہے

۵۰
زینبؑ پکاری بھائی بہن ہوتی ہے جُدا لُٹتا ہے بی بی آپ کا گھر اب بھرا ہوا
چوتھا برس سکینہؑ کو اور داغ باپ کا بابا کا کوچ عابدؑ بیمار بے دوا
اماں جھنڈولے بال اب اصغرؑ کے بڑھ چکے
اکبرؑ تو رَن کو جاتے ہیں یہ دان چڑھ چکے

۵۱
یہ کہہ کے منتظر تھی نداکی وہ دل ملول آئی صدا نبیؐ کی کہ غش ہوگئی بتولؑ
احساں ہے میری روح پہ یہ داغ کر قبول اس داغ سے ہے مغفرتِ اُمتِ رسول
ہو کر جُدا حسینؑ سے یوں نالہ کش ہوئی
سَو بار آئی ہوش میں سَو بار غش ہوئی

۵۲
عصمت سرا سے پھر تو برآمد ہوئے جناب عباسؑ لائے مرکب ابن ابو ترابؑ
حاصل جُدا جُدا کیا ہر ایک نے ثواب چومے عناں نے ہاتھ گری پاؤں پر رکاب
جب زینِ ذوالجناح پہ مولا مکیں ہوا
غُل تھا کہ عرش عرش پہ کُرسی نشیں ہوا

۵۳
رخشِ حسینؑ قدرتِ حق صنع کبریا دُلدُل خرام برق لجام و بُراق پا
پروین دم و سہیل دوال و قمر ضیا گلگونِ شاہ دیں کی نزاکت کہوں میں کیا
گر بوسہ زن نسیم دمِ سیر باغ ہو
فوراً نمود جلد سے لالہ کا داغ ہو

۵۴
وہ دُلدُل و بُراق پہ کرتا تھا افتخار میرا سوار دوشِ محمدؐ کا ہے سوار
میکالِ جبرئیل عناں بوس بار بار سُرعت یہ تھی کہ باگ ہلی اور فلک کے پار
مثلِ ہلال نقش کے جا آسماں پہ تھی
پرواز اَوج کنگرۂ لامکاں پہ تھی

۵۵
مُجرے سے باریاب ہوئی فوجِ کبریا — مُجرے میں شہ نے حکم صف آرائی کا دیا
میکال و جبرئیل نے رستہ کیا صفا — سیلی زنِ قمر ہوئی ہر چہرے کی ضیا
کھایا طمانچہ غازیوں نے آب و تاب کا
چوتھے فلک پہ پھر گیا مُنھ آفتاب کا

۵۶
ناگاہ اُدھر سے جنگ کا پیغام لائے تیر — چُن چُن کے فوج نے شہِ دیں کو دکھائے تیر
بولے حسینؑ سینہ سپر ہو برائے تیر — ہاں ہاں ابھی ادھر سے نہ کوئی لگائے تیر
پوچھا جو سب نے کیوں تو کہا کچھ خبر بھی ہے
اِک عاشقِ جدید ہمارا اُدھر بھی ہے

۵۷
یاں صبر تھا عروج پہ واں اَوج پر ستم — ناگاہ ابن سعد نے شمشیر کی عَلَم
بولا کہاں ہے حُرّ جری صاحبِ حشم — لایا ہے گھیر کر وہی شہ کو مع حرم
اب تیغ تو عُمر کی ہو اور حُر کا ہات ہو
اور زیرِ تیغ خلقِ شہِ کائنات ہو

۵۸
حُر صبح سے علیحدہ کونے میں تھا کھڑا — انگشت حیف لب کے تلے اور یہ تھی ندا
اللہ توبہ آہ بڑی میں نے کی خطا — سیّد کو گھیر کر یہاں لایا غضب کیا
قتلِ حسینؑ قیدِ حرم یاں ثواب ہے
اِک میری جان کے لئے یہ کیا عذاب ہے

۵۹
حُر سے کہا برادر و فرزند نے یہ کیا — اے رُستمِ زمانہ ہزاروں سے تو لڑا
ستّر دو تن سے تیرے لرزتے ہیں دست و پا — حُر نے کہا وہ خوف ہیں کانپوں نہ کیوں بھلا
یاں تو مقابلہ پسرِ مصطفےٰ کا ہے
اور بعد اس کے سامنا اِک دن خدا کا ہے

۶۰ے

اب اپنی تم کہو کہ تمہارا ہے قصد کیا — مجکو تو جان لو کہ میں شبیرؑ سے ملا
بولا پسر کہ گھر کی تباہی ہے ظاہرا — فکرِ متاع و مال نہیں دے گا پھر خدا
جب آبرو گئی تو پھر آنا محال ہے
پر ماں بہن کی قید کا دل کو ملال ہے

۶۱ے

حُر بولا تجکو عقل سے بہرہ نہیں ذرا — کیا پردہ تیری ماں کا ہے زینب سے بھی سوا
کُبرا سے بھی بہن کی شرافت ہے کچھ سوا — نادان آج آلِ نبیؐ ہوں گے بے ردا
ویراں جو خاندانِ رسالتؐ پناہ ہو
اب گھر تباہ ہو تو بلا سے تباہ ہو

۶۲ے

ناگہ سُنا غلامِ عُمر نے یہ ماجرا — چُپکے سے اُس نے کان میں ظالم کے یہ کہا
تو بہر جنگ حُر کو بُلاتا ہے رن میں کیا — وہ کوئی دم میں ہوتا ہے شبیرؑ پر فدا
سر کاٹ یا تو بیڑیاں پہنا کے کام لے
یہ ہو تو پھر حسینؑ کا کوئی نہ نام لے

۶۳ے

حُر تو ہے عاشقِ پسرِ شیرِ کبریا — دریا پہ صبح کو گیا پانی نہیں پیا
ہے ہے حسینؑ پیاسا کہا اور رو دیا — بولا عُمر تو ہم سے فریب آج تک کیا
لو حُر کو شاہِ دیں کی مدد کا خیال ہے
اب قید کیسی خون تک اُس کا حلال ہے

۶۴ے

ناگہ اُٹھا یہ شور کہ لو حُر تو وہ چلا — بڑھ بڑھ کے سدّ رہ ہوئے ظالم ہزارہا
گرز و کمند و نیزہ و ناوک تھے جابجا — بولا عُمر نوشتۂ حاکم تو دیتا جا
دیکھیں گے ہم بھی چین وہاں جا کے کیجیو
جاگیر اب نبیؐ کے نواسے سے لیجیو

۶۵
حُر نے دیا وہ نامہ تو ہاتف نے دی صدا   مختار نامہ خُلد کا ہم نے تجھے دیا
اس وقفہ میں مخالفوں نے نرغہ کر لیا   زہراؑ کی تھی ندا مرے مہماں ترے خُدا
گو مستعد بہ جنگ ہر اک بے دریغ ہے
زہراؑ تری سپر ہے علیؑ تیری تیغ ہے

۶۶
نرغے کو حُر نے دیکھ کے فرزند سے کہا   واللہ اعلم اب مری ہستی ہے یا قضا
مشکلکشا کے بیٹے کی خدمت میں یاں سے جا   اور کہہ دعا کا وقت ہے اے گُل کے پیشوا
افسوس گر میں قتل ہوا اِس سپاہ میں
جنّت میں تو نہیں ہوں یہ جنّت کی راہ میں

۶۷
گر قتل اس گھڑی مجھے فوجِ جفا کرے   تو ہاتھ میرے مُردہ کے کوئی جُدا کرے
آئندہ تا نہ پھر کوئی ایسی خطا کرے   سیّد کی راہ روکے اسیرِ جفا کرے
پہلے سے قصد فوج کا پہچانتا نہ تھا
اللہ جانتا ہے کہ میں جانتا نہ تھا

۶۸
مُردہ اُٹھاؤ یا نہ اُٹھاؤ نہیں گِلا   چاہو کفن بہشت کا دو چاہو خاک کا
چاہو قریب دفن کرو چاہو تم جُدا   خاکِ شفا کجا مِرا ناپاک تن کجا
ایسا نہ ہو عذاب لحد میں خُدا کرے
زینبؑ سے کہدو اب نہ مجھے بد دُعا کرے

۶۹
تم ہو کریم ابن کریم اے شہِ انام   میرا قصور بخش دو واللہ یا امام
ستّر دو تن سے کہدو کہ شاہد رہیں تمام   اکبرؑ کا صدقہ لکھ لو غلاموں میں میرا نام
آئی ندا علیؑ کی تو کیوں بے حواس ہے
شبیرؑ گرچہ دور ہے حیدرؑ تو پاس ہے

۵۰ حُر کے پسر نے شہ سے کہا تب یہ ماجرا   بہرِ مدد حسینؑ نے حیدرؑ کو دی صدا
عمامۂ رسولؐ کو ہاتھوں پہ رکھ لیا   ڈیوڑھی پہ آکے زینبؑ بیکس نے یہ کہا
کیوں بھائی جان گیسوئے اطفال کھول دوں
میں بھی نجات حُر کے لئے بال کھول دوں

۵۱ زینبؑ نے کی جو حُر کے لئے درد سے فغاں   حُر کی مدد کو عون و محمدؑ ہوئے عیاں
شہ نے کیا اشارہ کہ اے لاڈلو کہاں   جاؤ تم اپنی ماں کے قریں اور کہو بیاں
زینبؑ ابھی نہ گیسوئے اطفال کھولیو
مر جائے جب حسینؑ تو تم بال کھولیو

۵۲ واں حُر پہ تھا محاصرۂ فوج مکر باز   یاں شاہ دیں نے دستِ دُعا کو کیا دراز
وہ ہاتھ جن پہ تھا یدِ قدرت کو فخر و ناز   پھر شل تھا دستِ فتنۂ اعدائے حیلہ باز
جنبش میں دستِ قدرتِ حق ساتھ ساتھ تھا
گویا کہ حُر کے ہاتھ میں مولا کا ہاتھ تھا

۵۳ حُر یوں محاصرہ سے نکل آیا بے خطر   جیسے گہن سے مہر منیر ابر سے قمر
بولا ملا کے آنکھ کہ کیوں لشکرِ عمر   دیکھا غلامئ اسد اللہ کا اثر
شیرِ خُدا کے شیر بھلا صید ہوتے ہیں
مشکل کشا کے بندے کہیں قید ہوتے ہیں

۵۴ پھر یوں پکارتا ہوا شہ کی طرف چلا   اے یادگارِ فاطمہؑ روحی لک الفدا
پہنچا قریب فوجِ خُدا جب یہ باوفا   بولا بُلا کے بیٹے کو لایا تو یوں خدا
سُن کر مرا پیام شہِ دیں نے کیا کہا
وہ بولا آفریں کہی اور مرحبا کہا

اے بابا مہربان ہیں زینبؑ بھی بے شمار میں نے سُنا پکار کے فرمایا تین بار
سیدؑ کا ہے وطن کا بنا حُر رفیق و یار میں صدقے حُر پہ اور مرے ماں باپ بھی نثار
اک چھوٹی شاہزادی کو شادی بڑی ہوئی
تیری بلائیں لیتی تھی در پر کھڑی ہوئی

یہ سُن کے حُر زمین پہ سجدے کو گر پڑا زینبؑ بھی در سے دیکھ رہی تھی یہ ماجرا
غربت پہ اپنی رو کے یہ بھائی کو دی صدا کیوں حُر تمھارے پاس نہ آیا یہ کیا ہوا
دشمن بہت ہیں دوست ہیں کم بھائی جان کے
مہمان کی ہے فکر ہمیں نادار جان کے

کیا خوف قتل سے ہے ہراساں ہے نیک ذات مشکل ہے دینا ہم سے مصیبت زدوں کا ساتھ
کیا قحطِ آب سُن کے اٹھایا مدد سے ہات اصغرؑ کو لا دو جھولے سے اے شاہ کائنات
مہماں کو خشکئ لبِ اصغرؑ دکھائیے
اس پر بھی ہو نہ صبر تو کوثر دکھلائیے

شاید جواں پسر کی ہو الفت اُسے زیاد اک ہم ہیں پائمال ہوس کے اکبرؑ سے نامراد
آیا تھا پہلے فوج مخالف سے شاد شاد قوتوں سے بیکسوں کے ہوا ضعف اعتقاد
کیا بھائی اس کو فکر ہے اہل و عیال کی
بیٹی کوئی سکینہ سی ہے چار سال کی

راہِ خدا میں مرنے کو دل چاہیے بڑا محتاج کے عوض ہے بھلا کوئی بھی لڑا
افسوس آکے راہ پہ بخت اُس کا پھر گیا جنت ہے دو قدم پہ یہ حیران ہے کھڑا
پھر بولی خیر روحِ شہِ لافتا تو ہے
آئے نہ آئے کوئی مدد کو خدا تو ہے

۸۰
شہ نے کہا یہ شکر کے سجدے میں ہے کھڑا — گر اب زمیں پھرے نہیں پھرتا یہ باوفا
کی شہ نے پیشوائی مع لشکرِ خُدا — بولے رفیق شاہ کے یہ ماجرا ہے کیا
انبوہ ایک گرد ہے اس خود سرشت کے
آئی ندا یہ سب ہیں فرشتے بہشت کے

۸۱
حُر تو اُدھر سے آیا اِدھر سے حسینؑ آئے — آقا نے دونوں ہاتھ ملاقات کو بڑھائے
اور حُر نے موزہ پاک لئے آنکھوں سے لگائے — بولا خُدا رسول نے پھر یہ قدم دکھائے
کیا کیا نہ راستے میں مجھے تیغ زن ملے
پہنچا جو یاں خُدا ملا اور پنجتن ملے

۸۲
فرمائیے خطا بھی مری بخشی یا امام — شہ بولے عفو ہو گئے تیرے گُنہ تمام
تب سایۂ برادر و فرزند اُس نے تھام — کی عرض اور تو کسی قابل نہیں غلام
بندہ کا سر تو سبطِ پیمبرؐ کی نذر ہے
عباسؑ کی یہ نذر یہ اکبرؑ کی نذر ہے

۸۳
چھاتی سے سر لگا کے شہِ دیں نے یہ کہا — فاقہ ہے تین دن کا تواضع کروں میں کیا
ناداری حسینؑ پہ بھی حُر نے رو دیا — شہ کے رفیق چومتے تھے حُر کے دست و پا
غُل تھا یہ بنت فاتح بدر و حُنین کا
لوگو مبارک آیا ہراول حسینؑ کا

۸۴
ناگہ رضا طلب ہوا شہ سے حُرِ جواں — پیاسا چلا جہاد کو پیاسوں کا میہماں
ڈیوڑھی سے فضہ بولی کہ حیدرؑ نگاہباں — اے حُر بلائیں لیتی ہیں زہراؑ کی بیٹیاں
خوش خوش چڑھا دلیر سمندِ دلیر پر
گویا سوار شیر ہوا پشتِ شیر پر

۸۵
اب ہے یہاں اشارۂ تائیدِ کبریا — شکلِ ہراول شہِ دیں کھینچ کر کہا
قربان اس اشارہ کے اس لطف پہ فدا — اب تک کسی نے حُر کا سراپا نہیں لکھا
گنجینہ فیض سے ہے خُدا کا بھرا ہوا
مضمون میرے حصّہ کا یہ تھا دھرا ہوا

۸۶
لکھتا ہوں حُسنِ چہرۂ حُرِّ وفا سرشت — شیعہ تو داد دیں گے مجھے پنجتن بہشت
جس نے لکھا یہ وصف ہوئی خلد سرنوشت — رویا جو حُر کو سبز ہوئی مغفرت کی کِشت
حُر کی طرح بہ خیر ہوا کس کا خاتمہ
سر زانوئے حسینؑ پہ بالیں پہ فاطمہؑ

۸۷
خورشیدِ صبحِ کشورِ مہر و وفا ہے حُر — گنجینۂ محبّتِ آلِ عبؑا ہے حُر
سرتاج شیعیانِ علیؑ جو بنا ہے حُر — گویا کہ ابنِ فاطمہؑ کا نقشِ پا ہے حُر
ہے فخر جو غلامِ حُرِ نیک نام ہو
آقا حسینؑ سا ہو تو حُر سا غلام ہو

مہمانِ کربلا کا یہ مہماں ہے باوفا — آیا تھا پیاسا پیاسا ہی مرنے کو یہ چلا
پھر حق کے روبرو ہو نہ کیوں آبرو سوا — پیاسا سوائے حُر کوئی مہماں نہیں سُنا
دیکھو تو قدر اُلفتِ سبطِ رسولؐ کی
اِک خشک آبِ تیغ کی دعوت قبول کی

۸۹
حالِ حُرِ شہید پہ اے صاحبِ شعور — تحسین بھی ضرور ہے اور گریہ بھی ضرور
تحسین تو وفا جو کی شاہ نے حضور — اور گریہ بیکسی پہ کہ ہے قبر کتنی دور
اب بھی بتولؑ واردِ مقتل جو ہوتی ہے
ماں بھی نہ روئے جیسا کہ وہ حُر کو روتی ہے

۹۰
بندِ صبح صاف کرو دل کو اب شتاب   تا جلوہ گر ہو چہرۂ حُر مثلِ آفتاب
نظارۂ جمالِ غلامِ ابو ترابؑ   لاریب ہے زیارتِ شاہِ فلک جناب
خاکِ فنا ہے اور یہ رُخ رشکِ طور ہے
خاکِ عزا سے تم کو تیمم ضرور ہے

۹۱
چہرہ ہے فردِ دستخطِ منشیٔ وفا   طغرا ہے نقش دوستیٔ سبطِ مصطفےٰ
آزار کفر کے لئے ہے نسخۂ شفا   دو رُخ دو آفتاب دو آئینۂ ضیا
اِک آفتاب علم کا ہے اِک یقین کا
اِک آئینہ ہے شرع اور ایک دین کا

۹۲
بڑھتا ہے تا دو ہفتہ ہر اِک ماہ میں قمر   عارض پہ حُسن کرتا ہے پیدا زیادہ تر
اِک شب بھی روئے حُر کے مقابل نہیں اگر   یہ بدرِ رُخ تو اوجِ ابد پر ہے جلوہ گر
وہ حُسن عارضی ہے سو کیا اعتماد ہے
وہ داغ ہے یہ صاف وہ کم یہ زیاد ہے

۹۳
کس سے رویاں ہو قدر مہ و آفتاب کو   مصحف کا ہے شرف رُخِ پُر آب و تاب کو
یہ مصحفِ وفا ہے رسالت مآب کو   مثلِ پسر عزیز ہے اُمّ الکتاب کو
جاری ورق پہ چشم سے خونناب کیجئے
سُرخی سے اس صحیفہ پہ اعراب کیجئے

۹۴
اب وصفِ خط و خال قلم بند کیجئے   اس بند پر ستاروں کو اسپند کیجئے
دل مدحِ رُخ کے لکھنے سے خرسند کیجئے   نقطہ پہ فخر چاند سے دو چند کیجئے
وصفِ جبین و عارض و خال آشکارا ہے
خورشید میں قمر ہے قمر میں ستارا ہے

۹۵
چہرہ ہے ماہ شان دو ابرو کرو خیال — یہ کون سا مہینہ ہے جس میں ہیں دو ہلال
اب تو یہ ہے ثنا دُرِ دنداں کی ہے مجال — پاؤں دہن تو کچھ دُرِ دنداں کی دوں مثال
دنداں دُرِ عدن یہ دہن رشکِ درج ہے
بتیس ۳۲ آفتاب ہیں اور ایک برج ہے

۹۶
اب مدحِ چشمِ حُر کی نہ کیوں فرضِ عین ہو — جس پر کہ عینِ عفوِ جنابِ حسینؑ ہو
مدِّ نظر جسے دلِ زہراؑ کا چین ہو — دو عین کیوں نہ شیعوں کو پھر فرضِ عین ہو
ابرو کا ہے اشارہ کہ حاصل مراد ہے
میں مدِّ عرضداشت ہوں یہ عین صاد ہے

۹۷
فردوس کی نسیم جو آتی ہے خوشگوار — ہوتی ہے بند نرگسِ بیدار بار بار
بر وقت جنگ بند ہے کیوں چشمِ ہوشیار — عینِ عزائے سبطِ پیمبر ہے آشکار
وضعِ زمانہ دیکھ کے حُر کو جو خشم ہے
ل کر پلک پلک سیہ پوش چشم ہے

۹۸
دونوں لبوں کے وصف کا مضموں نیا ہے واہ — شیرینیِ زباں یہ ہیں گویا یہ دو گواہ
دو شغل ان لبوں کے ہیں ہر شام و ہر پگاہ — ذکرِ اللہ و منقبتِ ضیغمِ الٰہ
شیرینیِ دہن کی رقم گر صفات ہو
ہو نیشکر قلم شکرستاں دوات ہو

۹۹
اک رمز ہے جو کاکل رُخ ہیں جو پاس پاس — عالم کو صبح و شام کا کرتے ہیں روشناس
کاکل پہ حُسنِ مصرعۂ واللیل کا قیاس — رُخ سے ہوا ہے مطلعِ والفجر اقتباس
پیدا قریب چہرہ کے جادید زلف ہے
خورشید رُخ ہے سایۂ خورشید زلف ہے

۱۰۰
پائے حسینؑ سے جو سرِ حُر کو ہے نیاز   یاں ہر بلند و پست ہے ہنگامِ امتیاز
کرتا ہے فرقِ حُر پہ سرِ عرش فخر و ناز   روزِ ازل سے حق نے کیا حُر کو سرفراز
زانوئے شاہ تکیۂ خوابِ بہشت ہے
اس سر کے ہم نثار کہ کیا سرنوشت ہے

۱۰۱
رُخ پر عرق کے قطروں کا ہے دھوپ میں وفور   یا ہے گہر کا چشمۂ خورشید سے ظہور
ہے عازمِ جہاد جو گرمی میں یہ غیور   قطرے نہ سمجھو منھ پہ برستا ہے آج نور
پیاسا نثار ہوتا ہے اپنے امام پر
نیساں گہر فشاں ہے حُرِ تشنہ کام پر

۱۰۲
ابرو ہیں یا دو مصرعۂ اک بیت ذوالفقار   بہرِ عدو دو فقرۂ شمشیر آبدار
لیکن جبیں سے رفعتِ گردوں ہے آشکار   تو واقعی ہلال ہے ابروئے پائدار
یہ ماہِ نو جبیں پہ جو بے اختلاف ہے
رویت کا یہ سبب ہے کہ مطلع بھی صاف ہے

۱۰۳
حُسن و جمالِ حُر پہ ہے تائیدِ کبریا   چاہِ ذقن میں چشمۂ حیواں نہاں ہے کیا
اور آب و تابِ چاہِ ذقن کی کہوں میں کیا   الیاس مردِ خضر وفا زندہ دل ہیں وا
چاہِ ذقن میں بینیٔ اقدس کا نور ہے
روشن خضر کے چشمہ پہ یہ شمعِ طور ہے

۱۰۴
پیشِ بیاضِ گردنِ حُر صبحِ فردِ شام   شمعِ حرم جھکاتی ہے گردن پئے سلام
صبحِ گلو کے نور کے درجے ہوئے تمام   رومالِ فاطمہؑ پہ ہے باقی فقط مقام
بس نور میں تو نور کا پیوند چاہیے
رومالِ فاطمہؑ کا گلوبند چاہیے

۱۰۵

لوحِ دُعائے مہر و وفا حُر کا سینہ ہے / بابِ علوم کی یہ وِلا کا مدینہ ہے
کیا خوب اس سے کعبۂ دل کا قرینہ ہے / وہ کعبہ میں کہاں ہے جو دل میں خزینہ ہے
کعبہ بھی دل بھی خانۂ ربِّ جلیل ہے
یہ دل بنائے حق وہ بنائے خلیل ہے

۱۰۶

کیا آستیں میں ہاتھوں کی طلعت کا ہے ظہور / فانوسِ کعبہ میں نظر آتی ہے شمعِ طور
کیا نور کا ہے ناخنِ انگشت پہ وفور / تشبیہ ماہِ نو سے جو دیں صاحبِ شعور
تشبیہ میں ہلال کو یہ آب و تاب ہو
پھر وہ بڑھے تو بدر نہ ہو آفتاب ہو

۱۰۷

طوبیٰ سے قدِ حُر کی نہ کیوں قدر ہو سوا / تعظیمِ سرو قد کریں جس کی سب انبیاءؑ
جوشِ تصورِ قدِ موزوں سے آ رہا / طوبیٰ کی یہ صدا ہے کہ طوبیٰ لک الفدا
تصویرِ قدِ حُر اُسے اُستاد کہتے ہیں
یہ وجہ ہے جو سرو کو آزاد کہتے ہیں

۱۰۸

اب زیورِ سلاح کو دیکھیں جوان و پیر / خود و سنان و جوشن و تیغ و کمان و تیر
ہے نقش نامِ اکبر و اصغر کا دل پذیر / کیا جوشنِ کبیر ہے کیا جوشنِ صغیر
تیغِ زبان تیز کا جوہر ہے بڑھ رہا
لا سیف و لا فتیٰ کی وہ سیفی ہے پڑھ رہا

۱۰۹

دل صاف سینہ صاف بدن صاف واہ واہ / تن پہ زرہ پنہاتے ہیں گو صاحبِ نگاہ
پر عقل کہہ رہی ہے کہ سب کو ہے اشتباہ / حُر کی صفائی قلب ہے اس بات پر گواہ
دل حُر کا مضطرب غمِ شاہِ زمن سے ہے
یہ دل کا پیچ و تاب نمایاں بدن سے ہے

۱۱۰
وصفِ زرہ کیا تھا سنو اب عجیب تر — گن لو کہ چار آئینہ ہے اور اک سپر
یہ پانچ مہریں کیسی زرہ پر ہیں جلوہ گر — سمجھو نہ تم زرہ سوئے شہ اس نے آنکر
محضر کیا ہے اُلفتِ آلِ رسولؐ پر
مہریں یہ پنجتن کی ہیں حسنِ قبول پر

۱۱۱
نیزہ ہے تازیان مناجات جبرئیل — قرصِ سپر ہے یا کہ شبِ قدر کی دلیل
تیغِ روانِ معجزۂ سیدِ جلیل — یہ آب بے نظیر تو ہے تاب بے عدیل
حیرت ہے ایک قبضہ میں برق و سحاب ہے
قدرت ہے ایک موج میں آتش دو آب ہے

۱۱۲
تریاق زہر کفر ہے آبِ حسام حُر — تصویر برق غیب ہے تیغِ نیامِ حُر
جاری ہے ملک فتح میں سکہ بنامِ حُر — کہتے ہیں جس کو دبدبہ وہ ہے غلامِ حُر
شمشیر کلک دستخطِ شاہِ فتح ہے
قرصِ سپر سیاہۂ تنخواہ فتح ہے

۱۱۳
وصفِ سمندِ حُر میں کروں اب قلم رواں — جس کے حضور موج ہو اک نبضِ ناتواں
رکتا نہیں کہیں صفتِ چشم نوجواں — ہوتا ہے تیر سہم کے اس سے دواں دواں
دیکھو وہ گوش اسپِ حُر بے نظیر ہیں
پیکاں نہ دیکھے ہوئیں گے دو ایک تیر ہیں

۱۱۴
توسن کی کوئی مدح نہیں ہوتی دلنشیں — دیکھی ہے یا سنی ہے یہ سرعت بھلا کہیں
اب سایہ جس جگہ ہے یہیں کا رہے یہیں — اور ٹھے کر آئے توسنِ حُر دورۂ زمیں
مثلِ ہما یہ اہلِ زمیں پر سعید ہے
عنقا اُسی کا سایہ ہے جو ناپدید ہے

۱۱۵
گر بہرِ فیض جان عدوئے شہِ زماں — ہمراہ اس سمند کے ہووے اجل رواں
راکب ہلا کے باگ بس اتنا کہے کہ ہاں — پھر یاں کے بعد موت کہاں اور یہ کہاں
دونوں کو گر تلاش کرو رزم گاہ میں
توسن سرِ عدو پہ ملے موت راہ میں

۱۱۶
شانِ شکوہِ آمد حُر پر کیا خیال — یہ دبدبہ یہ طنطنہ یہ جاہ یہ جلال
پڑھتا ہے وہ رجز وہ حضورِ صفِ قتال — یارو میں ہوں غلام شہنشاہِ خوش خصال
اُن سے جُدا ہوں گھر کا جن کو مزا ملا
اُن سے ملا ہوں ملنے سے جن کے خُدا ملا

۱۱۷
دیتا ہوں اُس پہ جان جو زہرآ کی جان ہے — مہماں ہوں اُس کا موت کا جو میہمان ہے
اُس کی ہوں میں اماں جو کل کی امان ہے — وہ جس پہ مہربان ہو خُدا مہربان ہے
اب دامنِ حسین ہے اور میرا ہاتھ ہے
میں اُس کے ساتھ ہوں کہ خدا جس کے ساتھ ہے

۱۱۸
بولا عمر خموش یہ سب ہے سُنا ہوا — ہم کچھ نہیں سمجھتے کہ تو کہہ رہا ہے کیا
آنکھیں کبھی چار کرتا ہے آتی نہیں حیا — وہ پرورش یزید کی اور یہ تری دغا
خنجر سے سر حسینؑ کا تو نے جُدا کیا
حقِ نمک یزید کا اچھا ادا کیا

۱۱۹
غصہ سے حُر پکارا کہ بس بس زباں سنبھال — حاضر سمجھ خُدا کو گریباں میں مُنھ کو ڈال
اے شور بخت کیسا نمک ہے کدھر خیال — تو ہی نمک حرام ہے میں ہوں نمک حلال
کیوں ذاتِ ذوالجلال کو لاتا ہے قہر میں
آب و نمک تو آیا ہے زہرآ کے مہر میں

۱۲۰ ناموسِ پنجتن پہ یہ فاقہ ہے تیسرا — کس نے اُنھیں بُلایا ہے مہماں یہ سچ بتا
پاسِ نمک یہی ہے کہ حضرت پہ ہوں فدا — دریا تھا مہرِ فاطمہؑ سو تم نے لے لیا
مُلکِ یزید آج جہیزِ بتول ہے
اب کل نہ کہیو نانا بھی اُس کا رسولؐ ہے

۱۲۱ پُشتین سے یزید تو کافر ہے اے عُمر — پر تیرا باپ کون ہے دل میں خیال کر
حیرت ہے سعد کا پسر اور نحس اس قدر — مَیں بد نہیں ہوں نیک نہ تھا گو مرا پدر
گُل کر کے مرقدِ شہِ خیر الانام کو
روشن تو آج کرتا ہے بابا کے نام کو

۱۲۲ خندق میں میرا باپ تھا کُفار کی طرف — تیرا پدر تھا احمدؐ مختار کی طرف
تو آج ہے یزیدِ بد اطوار کی طرف — اور میں ہوں ابن حیدرؑ کرار کی طرف
انصاف کر کہ صاحبِ عز و شرف ہے کون
باطل کی سمت کون ہے حق کی طرف ہے کون

۱۲۳ میرا پدر تھا نحس ترا باپ سعد تھا — زہراؑ کے در پہ ریش سے جاروب دی صدا
پیغمبرؐ اس کو کہتے تھے خیبر میں مرحبا — میرا پدر تھا موردِ نفرینِ مصطفےٰ
پر اب یوں ہی ہے عدلِ نبیؐ سے یقیں مجھے
نفرین تجکو کہتے ہوں اور آفریں مجھے

۱۲۴ بولا عمر غرور سے گردن ہلا ہلا — بڑھ بڑھ کے خیر بول لے اس وقت تو بھلا
کوفہ میں جل کے سمجھوں گا میں کیا مضائقہ — اے تو یہی کہ لوں تری ماں بہنوں کی ردا
حُر نے کہا کہ شوق سے اُن سب کو لوٹیو
پر واسطے خدا کے نہ زینبؑ کو لوٹیو

۱۲۵

پھر حُر نے تیغ فتح سے خالی کیا غلاف ——— اور کہہ کے یا حسینؑ ہوا عازمِ مصاف
ہیبت سے تھر تھرا گئے کہسار تا رباف ——— خورشید برگ بید صفت کانپتا تھا صاف
جُنبش سوئے یسار جو قطبِ یمیں نے کی
سکتے میں چرخ آ گئے گردش زمیں نے کی

۱۲۶

نکلا اُدھر سے جنگ کو حجاج کا پسر ——— سردار اہل میمنۂ لشکرِ عمر
کف در دہان و تیغ بکف دوش پر سپر ——— بہرِ مدد گروہِ مسلّح اِدھر اُدھر
حُر بولا آ تو میرا ترا امتحان ہے
میں حیدری جواں تو یزیدی جوان ہے

۱۲۷

وہ حملوں میں یہ ایک رہے گا ہزار میں ——— وہ بولا بے مثال ہے تو روزگار میں
غالب ہزار پر ہے صفِ کارزار میں ——— حُر نے کہا اب اور صفائی ہے وار میں
اب ہوں غلام پنجتنِ نامدار کا
تب زور تھا ہزار کا اب سو ہزار کا

۱۲۸

غصہ سے برق تیغ کا اُس نے لگایا وار ——— خورشید پر کیا اثر برق نے مدار
حُر نے سپر پہ روک کے وہ تیغ آب دار ——— تیغ اپنی تول کر کہا یا شاہ ذوالفقار
چالاکی اِس کو کہتے ہیں بس اتنی بات میں
یہ تیغ اُس کے سر پہ وہ تیغ ان کے ہات میں

۱۲۹

بے خود ہوا یہ تیغ جو ہیں خود پہ گری ——— پڑتے ہی خود پر سوئے سینہ اُتر گئی
چلنے سے اُس کے سانس عدو کی ٹھہر گئی ——— بہرِ زرہ سے تا سرِ ماہی گذر گئی
ہر جا گرہ گرہ سے بدن میں زرہ کھلی
یہ کیا ہے بند بند کی پھر تو گرہ کھلی

۱۳۰

حاضر شریک نام تھا اُس کا جواں پسر　　آگے ہوا شریک بد رنیزہ تان کر
یاں نیزہ مارا اور چلا تیر سا اُدھر　　للکارا حُر ٹھہر تو جواں مرد ہے اگر
رستے سے مثل طالع برگشتہ پھر پڑا
بس پھر پڑا کہ گھوڑے سے دو ہو کے گر پڑا

۱۳۱

شہ نے کہا یہ ضربت ہوش و حواس ہے　　واللہ راہ حق ترا جوہر شناس ہے
حال اپنے دل کا کہہ کہ مرا دل اُداس ہے　　سوکھی زباں دکھا کے وہ بولا کہ پیاس ہے
زینبؑ پکاری پیاس سے گھبرا نہ جائیو
ہاں اے دلیر شمر کا سر لے کے آئیو

۱۳۲

یہ سُن کے حُر کی طاقت و ہمت ہوئی فزود　　آگے بڑھا حسینؑ پہ پڑھتا ہوا درود
کیا ان کی اصل تھی کہ بھلا لڑتے وہ حسود　　ذرّات بے نمود تھے قطرات بے وجود
پھر سر بدن پہ تھے نہ بدن راہوار پر
تیغ آئی یا کہ برق گری پنبہ زار پر

۱۳۳

کرتی تھی تیغ حُر تو سر تیغ زن جُدا　　سہمے ہوئے تھے تیر سے ناوک فگن جُدا
آ آ کے تیغ و تیر دکھاتے تھے فن جُدا　　مردم سے چشم، چشم سے سر، سر سے تن جُدا
تھی قہر ضرب گُرز سر بے شکوہ کو
کیا حُر نے ریزہ ریزہ کیا کوہ کوہ کو

۱۳۴

اعدا حضور تیغ سے کیونکر کریں قرار　　شکل کمند تھی خم جوہر سے آشکار
یاں گل کھلایا واں ہوئی جا کر گلے کا ہار　　قبضہ میں تیغ حُر کے خزاں بھی تھی اور بہار
دو کر کے دو ہزار کیے اک ہزار کے
خارج کیا سرائے سپنجی سے مار کے

۱۳۵
جوشِ ہزار چشم سے حیران تیغ و تیر — اور کوزہ پُشت مثلِ سپر ہر جوان و پیر
دامِ زرہ میں سارے زرہ پوش تھے اسیر — مثلِ کماں تھے شیر فگن رن میں گوشہ گیر
تحت الثریٰ سے واہ تھی فوق السما تلک
فوق السما سے دھوم تھی عرشِ علیٰ تلک

۱۳۶
دیکھا جو بسملوں کو پکارا یہاں وہاں — مُڑ کر سوئے حسینؑ پکارا وہ نوجواں
راضی ہوئے حضور پکارے حسینؑ ہاں — بس اتنی بات سُننے میں دل پر لگی سناں
آقا کو دی ندا کہ شتاب آؤ ہم چلے
سر اپنا پیٹتے ہوئے شاہ اُمم چلے

۱۳۷
کس وقت آہ لاش پہ پہنچا علیؑ کا لال — جب جسم حُر کا ہو چکا گھوڑوں سے پائمال
سینہ ذرا تھا گرم بدن برف کی مثال — آغوش میں اُٹھا لیا شہ نے بصد ملال
وہ لاش یوں کلیجہ سے مولا لگائے تھے
بعد اس کے یوں ہی لاشۂ اکبرؑ پہ آئے تھے

۱۳۸
کچھ حُر نے آنکھیں کھول کے دیکھا اِدھر اُدھر — پوچھا جو شاہِ دیں نے تو بولا وہ خوش سیر
شفقت سے زینبؑ آئی ہیں بندہ کی لاش پر — زینب کا رونا سُنتا ہوں زینبؑ نہیں مگر
شہ بولے فاطمہؑ ترے قربان ہوتی ہے
زینبؑ نہیں ہے مادرِ زینبؑ یہ روتی ہے

۱۳۹
در پر وہ لاش لا کے رکھی شہ نے ایک سات — میداں کی سمت ڈیوڑھی پہ رکوا دی اک قنات
رو کے پکارے اے حرمِ فخرِ کائنات — پرسا دو ہم کو چھوڑتا ہے حُر ہمارا سات
مُحسن کو میرے شوق ہے جنت کی سیر کا
بخشو ثواب تم اِسے اعمالِ خیر کا

۱۴۰ زینبؑ سخی کی بیٹی تھی چلائی آن کر قرآں پڑھا ہے میں نے جو اماں کی قبر پر
اُس کا ثواب دیتی ہوں حُر کو میں نوحہ گر فرطِ کرم سے بولی یہ بانوے نوحہ گر
اکبرؑ شہید ہوئے گا اٹھارہ سال کا
میں نے ثواب بخشا اُسے اپنے لال کا

۱۴۱ شہ نے کہا کہ جھولے سے اصغرؑ کو کوئی لائے فضہ لے آئی پیاسے کو پر غش میں تھا وہ ہائے
ہاتھوں پہ لیکے شاہ نے قبلہ کو ہاتھ اُٹھائے بولے کہ ننھے حلق پہ جس دم یہ تیر کھائے
یارب یہ التجا مری مقبول کیجیو
حُر کو ثواب اس کی شہادت کا دیجیو

۱۴۲ یہ نوحہ تھا کہ دیکھتے ہیں کیا شہ زمن حُر کے گلے کے زخم کا دریا ہے موج زن
ہاتھ اپنا رکھ کے واں کیا زینبؑ سے یہ سخن کھولو تبرکات کا صندوق اے بہن
زخمی گلا میں باندھوں گا اس میہمان کا
روماں جلد لاؤ میری اماں جان کا

۱۴۳ روماں فاطمہؑ وہیں زینبؑ نے لا دیا شہ نے لپیٹا گردنِ حُر کو اُٹھا دیا
تب چشمِ نیم باز سے حُر دیکھنے لگا نورِ نگاہِ فاطمہؑ پر جان کی فدا
روئے حرم عزیز اُسے اپنا جان کر
لاشے پہ بال کھول دئے سب نے آن کر

۱۴۴ بس اے دبیرؔ چاک فرشتوں کی جیب ہے اس نظم سے عیاں ہے کہ تائیدِ غیب ہے
اپنے سخن کی آپ ثنا سخت عیب ہے تجھ پر کرم حسینؑ کا بیشک وہ ریب ہے
خالق سے کہہ کہ عرض یہ میری قبول ہو
مرنے کے بعد حُر کی غلامی حصول ہو

مرثیہ (۴)

۱ پرچم ہے کس علم کا شعاعِ آفتاب کی　　پانی ہے کس پھریرے سے تہمت سحاب کی
یہ شان ہے نشانِ رسالت مآب کی　　چوبِ علم کلید ہے جنت کے باب کی
نقشہ علم کے پنجہ میں اللہ کا مِلا
بندوں کو اس نشان سے نشانِ خُدا مِلا

۲ صبحِ جہاد شاہِ ثریا جناب ہے　　فوجِ حسینؑ بن کے ظفر ہمرکاب ہے
مشرق سے واں علم۔ علمِ آفتاب ہے　　یاں نور کا نشان علمِ بوتراب ہے
روشن علم سے آئینۂ مشرقین ہے
مشرق میں شمس عکس نشانِ حسینؑ ہے

۳ طوبیٰ کی شاخ تیشۂ قدرت نے کی قلم　　اور نورِ نخل طور بھرا اس میں یک قلم
کی صادقوں کی راستیٔ قول اس میں ضم　　بے پردہ ہو کے عفو بنی پوششِ علم
جب باندھ کے پھریرے کو سیدھا علم کیا
صانع نے پردے میں یدِ طولیٰ علم کیا

۴ دامن ہے کبریا کا سراپردۂ جلال　　ماہی مراتب اس سے ہے شاہوں کا پائمال
بپھرا ہوا ہے شیر پھریرے کا بے جدال　　شیرِ فلک کو دیکھ کے ہوتا ہے لال لال
روباہِ شام کانپتے ہیں اس کی شان سے
بو آرہی ہے شیرِ خدا کی نشان سے

۵
نورِ خدا سے قالبِ خیرالامم بنا ۔۔۔ سایہ نبیؐ کا ہو کے مجسم علم بنا
واں ابر چتر فرقِ نبیؐ ہر قدم بنا ۔۔۔ یاں پوششِ علم وہ سحابِ کرم بنا
دامن اُڑا تو چرخ پہ یہ غلغلہ ہوا
دیکھو خدا کے فیض کا چشمہ کھلا ہوا

۶
اب رایتِ زباں سرِ منبر علم کروں ۔۔۔ پھر معنیِ بلند کا لشکر بہم کروں
مجلس پہ آشکار وقارِ علم کروں ۔۔۔ رایت میں سلکِ نظم کے پرچم کو ضم کروں
مشتاقوں کو زیارتِ رایت ضرور ہے
اس رایتِ نبیؐ کی درایت ضرور ہے

۷
جب شاہِ انبیاؐ کو ہوئی خواہشِ علم ۔۔۔ آئی ندا فلک سے ابھی بھیجتے ہیں ہم
جاری ہوا یہ حکم خداوندِ محترم ۔۔۔ ہاں قدسیو علم کی درستی کرو بہم
تیار میرے دوست کی خاطر نشاں کرو
یعنی علم کی فکر میں خاطر نشاں کرو

۸
موجود کارخانۂ قدرت میں کیا نہیں ۔۔۔ محبوب کوئی خیرؐ ورا کے درا نہیں
رایت زمیں پہ لائقِ فوجِ خدا نہیں ۔۔۔ حاشا کسی علم میں جناں کی ہوا نہیں
ہوگا نہ تھا نہ آج یہ رتبہ کسی کا ہے
جو کچھ خدا کے گھر میں ہے وہ سب نبیؐ کا ہے

۹
کی عرض قدسیوں نے کہ صدقت یا ودود ۔۔۔ ہم بھی ترے نبیؐ پہ سدا پڑھتے ہیں درود
بہتر ہے جو ہو مصلحتِ واجب الوجود ۔۔۔ فوجِ محمدیؐ کی ہمیشہ رہے نمود
آئی ندا کہ رتبۂ طوبیٰ بلند ہے
ہم کو اُسی کی شاخ کا رایت پسند ہے

۱۰
قدسی یہ سُن کے جانبِ طوبیٰ ہوئے ہوا — حکمِ[ل] خُدا و شوق پیمبرؐ کیا ادا
طوبیٰ نے جھوم جھوم کے طوبیٰ لکم کہا — شاخیں جو تھیں گھنی ہوئیں پھیلیں وہ جابجا
ہر شاخ چاہتی تھی کہ میں سرفراز ہوں
ہو کر قلم نشانِ رسول حجاز ہوں

۱۱
طوبیٰ نے بھی زبانِ ادب سے کیا خطاب — جو حکم ذوالمنن ہے بجا لاؤ تم شتاب
پیوند نخلِ دیں سے میں ہوتا ہوں باریاب — اِک شاخ کی جُدائی میں ملتے ہیں دو ثواب
حکمِ خُدا جُدا ہے نبیؐ کی خوشی جُدا
اچھی سی اچھی شاخ مری ہو ابھی جُدا

۱۲
کاٹی جو شاخ سبز فرشتوں نے ایک بار — حوران سبز پوش ہوئیں چار آشکار
اِک اِک الم سے چار علمداروں کے دو چار — قد بارِ غم سے خم صفتِ شاخِ میوہ دار
دُو بولیں ہم ہیں حمزہؓ و جعفرؓ کے واسطے
اِک نے کہا میں زید دلاور کے واسطے

۱۳
سب سے سوا تھا حورِ چہارم کا شور و شین — وارث کی لاش پر زنِ بیوہ کے جیسے بَین
کہتی تھی ہائے بازوئے سلطان مشرقین — قربان حاملِ علمِ حضرتِ حسینؑ
ہیہات جب یہ نہر پہ بیدست ہوئیں گے
نَو تیر ایک آنکھ میں پیوست ہوئیں گے

۱۴
قُدسی پکارے نام۔ کہا اُس نے بھر کے آہ — عباسؑ حاملِ علمِ شاہِ کم سپاہ
یہ سُن کے قدسیوں کی بھی حالت ہوئی تباہ — بولے کہ اس عزا کی جزا دے تجھے الٰہ

ل تھے باغ باغ حکم خُدا سے وہ یا خُدا۔

حالی ترے بیاں سے ہوا حال رونے کا
پر کیا سبب ہے سر پہ نہ بُرقع کے ہونے کا

۱۵
چلائی سر کو پیٹ کے وہ حورِ خوش سیر — کیا تم کو ہائے اس شُدنی کی نہیں خبر
پیاری پھرے گی ابنِ علیؑ کی برہنہ سر — چھینے گا اُس یتیم کے دُر شمرِ بد گہر
آگے نہ کچھ بیان کیا نالہ کش ہوئی
مُنھ پر طمانچے مار کے وہ حور غش ہوئی

۱۶
القصہ قدسیوں نے بہ ارشادِ کبریا — اُس شاخ کو درست مثالِ علم کیا
استبرقِ جناں کا پھریرا لگا دیا — ہدیہ خُدا کا لائے پئے شاہِ انبیا
غازی نشانِ فتح کے تسلیم کو اُٹھے
ربِ ہُدا کے ہدیہ کی تعظیم کو اُٹھے

۱۷
حمزہؓ کے سر پر سایہ فگن یہ ہُما رہا — پھر دست بوس بازوے خیبر کشا رہا
بعد اس کے دوشِ زید پہ جلوہ نما رہا — جعفرؓ کے شانے پر یہ نشانِ فتح کا رہا
کیا کیا جواں نبیؐ کے گھرانے سے اُٹھ گئے
اُس کے اُٹھانے والے زمانے سے اُٹھ گئے

۱۸
اب دیکھئے کسے یہ حسینی علم ملے — کس خضرِ تشنہ لب کو یہ ابرِ کرم ملے
پردیس میں قبالۂ باغِ ارم ملے — لکھنے کو فردِ بخششِ اُمت قلم ملے
کس کا یہ حق ہے معرکۂ کارزار میں
اِک پاؤں سے کھڑا ہے علم انتظار میں

۱۹
کیا شان ہے علم کی عجب عزّ و جاہ ہے — پنجہ چمک میں غیرتِ خورشید و ماہ ہے
جائے زمیں فلک پہ تو سیدھی یہ راہ ہے — یہ راستیٔ شرعِ نبیؐ کا گواہ ہے

شمشاد اس نشان سے کیا سامنا کرے
سایہ ہوا ہے سرو کو اپنی دوا کرے

٢٠ فوجِ خدا میں بھی ہیں طلب گار جابجا — سرگوشیاں ہیں گوشوں میں ہر بار جابجا
یوسف ہے ایک اور خریدار جابجا — مشتاق ہیں عزیز اور انصار جابجا
اک عہدۂ جلیل یہ ہے مشرقین میں
دیکھیں کسے نصیب ہو عہدِ حسینؑ میں

٢١ اُلفت کے جوش میں جو علم یاں لچک گیا — واں وارثِ علم کا بھی شانہ پھڑک گیا
یاں مثلِ آفتاب جو پنجہ چمک گیا — واں شعلہ اشتیاق کا دل میں بھڑک گیا
پائے گا اس نشان کی کب چھاؤں دوسرا
حامل کے پاس آئے جو ہو پاؤں دوسرا

٢٢ ہر چند سب پہ شاق ہے اُمید و انتظار — پر تابعِ رضائے حسینی ہیں جاں نثار
زینبؑ کے یادگار علم کے ہیں ورثہ دار — لیکن بڑا یہ کہتا ہے چھوٹے سے بار بار
بھائی علم کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھیو
حضرت کو اور علم کو برابر نہ دیکھیو

٢٣ اولاد پر سوالِ علم کا جو ہے گماں — در پر کھڑی ہوئی ہیں پسِ پردہ بیبیاں
بانوؑ یہ کہتی ہے مری خاطر تو ہے نشاں — قانع ہے اور غیور مرا اکبرِ جواں
غیر از توکل اور دعا مانگتے نہیں
رہتے ہیں بھوکے مجھ سے غذا مانگتے نہیں

٢٤ فضہ کو حکم دیتے ہی زینبؑ کہ رن میں جا — طالب کہیں علم کے نہ ہوں میرے دلربا
دادا ہے جعفرؑ اُن کا تو نانا ہے مرتضیٰ — کہیو رضا حسینؑ کی منصب سے ہے سوا

آقا کے جو شرف ہیں وہ معلوم ہیں تمھیں
مانگا علم تو دودھ نہ بخشوں گی میں تمھیں

۲۵ کس دن کے واسطے طلبِ رایتِ ظفر — واری بہت جیو گے جواب تم تو دوپہر
یہ دوپہر رولائے گی زینبؑ کو عمر بھر — دُنیا سے آج فوجِ حسینیؑ کا ہے سفر
گھر سے تمھیں حسینؑ کے صدقے کو لائی ہوں
میں بے نشان ہونے کو یثرب سے آئی ہوں

۲۶ ناگہ وہاں حسینؑ کا جاسوسِ معتبر — آیا عمر کا نظم و نسق دیکھ کر ادھر
عباسؑ کی طرف کو مڑے شاہِ بحر و بر — فرمایا سُن لو اس سے کہ لایا ہے کچھ خبر
پر ہوشیار خیمۂ عفت قریب ہے
پردہ کے پیچھے زینبِ غربت نصیب ہے

۲۷ ڈر ہے کہ چاک بنتِ علیؑ کا جگر نہ ہو — غصہ میں آکے زیرِ فلک ننگے سر نہ ہو
بھائی کسی خبر کی بہن کو خبر نہ ہو — دشتِ نجف میں شیرِ خدا نوحہ گر نہ ہو
مجھ سے بہن کی آس ابھی ٹوٹ جائے گی
مجھ کو نہ روئے گی وہ مجھی کو رولائے گی

۲۸ عباسؑ لائے گوشہ میں اس کو علیحدہ — فرمایا۔ کہہ کیا ہے وہاں کیا مشاہدہ
کی عرض ہے نیا یہ لڑائی کا قاعدہ — اُنّیس [۱۹] لاکھ جمع ہوئے ہیں ملاحدہ
ستّر دو [۷۲] تن کو خوب ضیافت کھلائیں گے
اُنّیس [۱۹] لاکھ تیغوں کا پانی پلائیں گے

۲۹ دُنیا میں ہیں جو نام برآوردہ اہلِ شر — لے لے کے عہد دیتا ہے عہدے انھیں عمر
منظور ہے نبیؐ کے دلی عہد کا ضرر — قتلِ حسینؑ قیدِ حرم ضبطِ مال و زر

کیا رائے بد ہے رَے کے لئے شاہ سے پھرا
ایمان سے رسولؐ سے اللہ سے پھرا

۳۰ گھاٹوں کا منتظم ہے حصینِ زبوں صفات — رافع دروغ پیشہ ہے داروغۂ فرات
پیاسوں کو قحطِ آب سے اللہ دے نجات — کہتا ہے پہرے والوں سے ہر دم عمر یہ بات
ہاں سرفروشو جان لڑانا لڑائی میں
پیاسوں کے خوں کی نہر بہانا ترائی میں

۳۱ اب دیکھئے مرقعِ ترتیبِ فوجِ شام — فرمانروائے میسرہ ہے شمرِ زشت فام
ہے میمنہ پہ وارثِ حجاج کا مقام — لیکن دُرید نام۔ عمر کا جو ہے غلام
گردوں پہ اب دماغ ہے اُس کج کلاہ کا
اس کو علَم دیا ہے عمر نے سپاہ کا

۳۲ یاں اب تلک نشاں بھی علمدار کا نہیں — افسوس کچھ درستیٔ فوجِ خدا نہیں
ساعت بھی کوئی جنگ کی ٹھہری ہے یا نہیں — فرمایا اختیارِ بشر میں قضا نہیں
بھائی تہیۂ سفرِ مرگ آج ہے
ساعت کے دیکھنے کی نہیں احتیاج ہے

۳۳ بولا وہ سر جھکا کے بجا کہتے ہیں حضور — لیکن بڑے حضور سے اظہار ہے ضرور
لایا ہوں ٹھیک میں خبرِ لشکرِ غرور — بڑھ کر ادب سے تھم گئے عباسؑ ذی شعور
رُخ اپنا سوئے اکبرؑ عالی نسب کیا
اور آنکھ کے اشارے سے اُن کو طلب کیا

۳۴ غازی کے پاس آئے جو ہمشکل مصطفےٰ — دُہرائیں اُن سے سب خبریں اور یہ کہا
حضرت کو آپ جا کے سُنائیں یہ ماجرا — وہ بولے آپ ہی نہ کہیں چل کے میں فدا

فرمایا عارفانہ تجاہل نہ کیجئے
تکلیف اس بیان کی ہم کو نہ دیجئے

۳۵
حامل علم کا واں ہے بن سعد کا غلام
عباسؑ یاں غلام شہنشاہِ خاص و عام
کہنے میں اس خبر کے تامل کا ہے مقام
سمجھیں کہیں نہ حُسنِ طلب قبلۂ انام
ہے آرزو علم کی نہ دُنیا کے چین کی
ہم کو تو سلطنت ہے غلامی حسینؑ کی

۳۶
باتیں چچا بھتیجوں میں ہوتی تھیں یاں بہم
ناگاہ مُسکرا کے پکارے شہِ اُمم
بھائی بڑے غیور ہو پہچانتے ہیں ہم
یاں سب تمھاری مِلک ہے اے حافظِ حرم
ہم سے کہو عمر نے دیا ہے نشاں کسے
ہوگا غنی پہ حُسنِ طلب کا گُماں کسے

۳۷
کس شے پہ ہوگا حُسن طلب کا ہمیں خیال
اماں کے مہر پر بھی تصرُّف ہے یاں محال
منصب جو آپ کا ہے خُدا دے گا یہ سوال
باقی جو میرا مال ہے وہ سب تمھارا مال
مختار طبل و فوج کے اہل و عیال کے
مالک تمام گھر کے مِری جان و مال کے

۳۸
پھر رفع سب کی دل شکنی کا تعب کیا
بیت الشرف سے مصحفِ زہراؑ طلب کیا
آیا تو سورۂ فاتحہ کا وردِ لب کیا
دیکھی جو فال بہرِ علم شکرِ رب کیا
بولے جو اپنی رائے تھی رایت کے باب میں
نکلا خُدا کا حکم وہی اس کتاب میں

۳۹
پھر تو ملازمانِ شہِ کربلا بڑھے
پڑھنے کو سب عبارتِ حکمِ خُدا بڑھے
مشتاق منصبِ عَلَمِ مصطفےٰ بڑھے
لیکن نہ بازوئے شہِ گلگوں قبا بڑھے

دونوں قدم زمینِ ادب میں گڑے رہے
سر خم کئے کھڑے تھے جہاں پر کھڑے رہے

۴۰
انساں تو کیا ملک بھی نہیں ایسے مستقل
تھا سروِ بوترابؑ قناعت سے پا بہ گِل
دیکھے جو حُسن اُن کی اطاعت کے متصل
پہلو میں وجد کرنے لگا شاہِ دیں کا دل
رونے لگے حسینؑ نصیب اُن کے لڑ گئے
آنسو کے قطرے نامِ مبارک پہ پڑ گئے

۴۱
ناطق ہوا یہ مصحفِ ناطق اِدھر اُدھر
شانِ نزدل مصحفِ زہراؑ کی دوں خبر
روتی تھی جب نبیؐ کو نہایت وہ بے پدر
کہتا تھا جبرئیل سے خلاق بحر و بر
جاؤ یتیم خیر وراؑ کو قرار دو
ہلتا ہے عرش۔ عرشِ خدا کو قرار دو

۴۲
بہ حکمِ ذوالجلال جو پاتے تھے جبرئیل
ارض و سما کے بیچ میں آتے تھے جبرئیل
افسانۂ عجیب سُناتے تھے جبرئیل
خیرالنساء کو ہوش میں لاتے تھے جبرئیل
جو ذکر جبرئیل خردمند کرتے تھے
بابا وہ حرف حرف قلم بند کرتے تھے

۴۳
کھولا ابھی جو مصحفِ خاتونِ دوسرا
یعنی علم کے واسطے حکمِ خُدا ہے کیا
نکلا سرے پہ قصۂ عاشورِ کربلا
لکھتے ہیں یہ زبانیٔ جبرئیل مرتضیٰ
فوجِ خُدا کی زیب ہے سالاریٔ حسینؑ
عباسؑ پر ختم ہے علمداریٔ حسینؑ

۴۴
پھر ہاتھ میں لیا علَم شافعِ اُمم
عباسؑ کی طرف کو بڑھے خود کئی قدم
فرمایا تم کو شرم تھی سو آپ آئے ہم
لو بھائی لو خُدا نے تمھیں کو دیا علَم

حمزہ کی ارث پائی ہمیں نذر دیجیے
ہاتھوں پہ رکھ کے سر وہ پکارے کہ لیجیے

۵۵
چھاتی سے سر لگا کے دُعا دی امامؑ نے — بخشا علم نشانِ رسولؐ انام نے
تسلیم کی حضور کو اُس نیک نام نے — لے لے کے نذر پنجتنی آئے سامنے
سیدھی جو چوب بازوئے شاہِ اُمم نے کی
خیمہ میں یاں علم کی زیارت حرم نے کی

۵۶
پر نذر دے کے عونؑ و محمدؑ ملک شیم — اِک گوشے میں کھڑے تھے کیے گردنوں کو خم
تھی فکر یہ کہ فدیۂ اوّل ہوئے نہ ہم — ہوتے ہیں پہلے فوج کے سب حاملِ علَم
سبقت نصیب حضرت عباسؑ ہو گئی
تھی آس پہلے مرنے کی۔ اب یاس ہو گئی

۵۷
جاسوس نے عمر کے جو دیکھا یہ ماجرا — جا کر کہا عمر سے خداوند کچھ سُنا
بولا وہ کیا۔ کہا کہ مبارک کرے خُدا — واں تفرقہ سپاہِ حسینی میں پڑ گیا
منصب جو اپنے جد کا نہ پایا خفا ہوئے
جعفرؓ کے پوتے فوجِ خُدا سے جُدا ہوئے

۵۸
کچھ کم نہیں نسب میں یہ سیفِ خُدا سے ہیں — عباس ہیں علیؑ کے خلف یہ نواسے ہیں
لبریز دل حمیتِ مہر و وفا سے ہیں — ہفتم سے سب کے ساتھ یہ بچے بھی پیاسے ہیں
اب ہو گیا یقین ظفریاب ہم ہوئے
شیرِ خُدا کے بیشہ سے دو شیر کم ہوئے

۵۹
گردن اُٹھا کے کہنے لگا شمر بد شعور — ہاں سچ تو ہے کھڑے ہیں الگ سب سے وہ غیور
اُس نے کہا کہ ان کا ملا لینا ہے ضرور — تجھ کو ہے جوڑ توڑ کا اپنے بڑا غرور

ہاں ہدیۂ یزید کو زینبؑ کے لال لا
وہ لختِ دلِ حسینؑ کے دل سے نکال لا

۵۰
پر سر کے بل دلیروں کی خدمت میں جائیو   مرتے ہیں بات پر نہ اجل سے ڈرائیو
منت سے عاجزی سے خوشامد سے لائیو   غصہ کے وقت آنکھ نہ اُن سے ملائیو
صحبت رہی ہے فاطمہؑ کے نورِ عین کی
دیکھی ہیں آنکھیں کھول کے آنکھیں حسینؑ کی

۵۱
لے کشتیاں بھی میووں کی اور سرد جام بھی   آداب عرض کیجیو اور یہ پیام بھی
ہوتا ہے پیشوائی کو حاضر غلام بھی   کوفہ تمہاری ملک ہے اور ملکِ شام بھی
نقارے بج رہے ہیں سلامی کے واسطے
سردار مستعد ہیں غلامی کے واسطے

۵۲
روٹھے ہیں اک علم پہ یہ شاہِ انام سے   لے جا تو چار پانچ علم فوجِ شام سے
سمجھا بجھا کے اُن کو جُدا کر امام سے   بھڑکا چراغِ نور کو حُسنِ کلام سے
آئیں گے بھانجے جو شہِ دیں سے چھوٹ کر
ہم سے ملیں گے اور بھی پھول اُن کے ٹوٹ کر

۵۳
آتا ہے رحم دونوں کے بچپن پہ دمبدم   گر ضد کریں کہ لیں گے پیمبرؐ ہی کا علم
کہنا کہ یہ خوشی بھی تمہاری کریں گے ہم   پر کب کہ جب حسینؑ کا سر ہوئے گا قلم
حاضر ہیں ہم برات کے سورہ پہ مُہر کو
عباس کا علم بھی تمہیں دیں گے ظہر کو

۵۴
سینہ پہ ہاتھ رکھ کے پکارا وہ بدشیم   یہ بھی ہے کوئی کام ابھی لائے اُن کو ہم
اچھے سے اچھے اُس نے چُنے جلد دو علم   پٹکوں میں جن کے نصب جواہر تھے یک قلم

دو کشتیاں لیں ایک میں تو سرد جام تھے
اور ایک میں چنے ہوئے میوے تمام تھے

۵۵
آگے گمانِ بد ہوا پیچھے وہ بدگماں   تدبیر کے اُلٹنے کو تقدیر درمیاں
رعشہ کی ہر قدم تھی ندا جھک یہاں وہاں   آیا وہاں کھڑے تھے یہ دونوں خضر جہاں
دونوں یہ آنکھ شمر کی جو یک بیک پڑی
نخوت پسینہ بن کے جبیں سے ٹپک پڑی

۵۶
خم ہو کے نیم قد یہ کیا شمر نے کلام   اے وارثانِ حیدرؑ و جعفرؑ مرا سلام
یہ آن بان مان گئے رُستمانِ شام   واللہ آج تم پہ ہے جرأت کا اختتام
یہ بانک پن نظر میں کھبا جی میں گڑ گیا
سکہ دلوں میں آپ کی غیرت کا پڑ گیا

۵۷
حیراں ہیں سب یہ آپ کے ماموں نے کیا کیا   تم کو نہ حاملِ علمِ مصطفیٰ کیا
منصب تمہارا بھائی کو اپنے عطا کیا   لشکر سے اُن کے آپ اُٹھ آئے بجا کیا
سمجھیں نہ جب بزرگ تو خوردوں کو چارہ کیا
اُلفت خُدا کی دین ہے اس میں اجارہ کیا

۵۸
شبیرؑ اب علم بھی جو دیں تو نہ لیجئے   حاضر یہ دو علم ہیں قبول ان کو کیجئے
سب کچھ ہے چاہئے جسے جو آپ دیجئے   سولہ پہر کی پیاس ہے پانی تو پیجئے
ناحق ہے سوچ شوق سے تشریف لے چلو
سردار نذر دینے کھڑے ہیں چلے چلو

۵۹
فضلِ خُدا سے عاقبت اندیش ہیں حضور   دھیان اپنی اماں جان کے پردہ کا ہے ضرور
اُس نورِ حق کی آنکھ کا ہے نور وہ غیور   پیوند خاک پردۂ شب میں ہوا جو نور

دُنیا پھرے زمین پھرے آسماں پھرے
پر ننگے سر نہ تم سے دلیروں کی ماں پھرے

۶۰ لو فوج و مُلک و مال و خزانہ بس اور کیا
یثرب کو دھوم سے ہو روانہ بس اور کیا
دیں نذر خسروانِ زمانہ بس اور کیا
فرماؤ ہاں زباں سے یا نہ بس اور کیا
بیت الشرف کے در پہ جہاں التجا کرے
اور پانچ وقت نوبتِ شاہی بجا کرے

۶۱ ہر قوم و ہر دیار کے یاں بھی ہیں کج کلاہ
رن کی بساط تیغ کا دم رونقِ سپاہ
دُرِّ نجف نہیں مگر ان میں خدا گواہ
فرمایئے جو آپ قدم رنجہ واہ واہ
جب ہاشمی کہیں کہ جگر ہم نبیؐ کے ہیں
چلاؤں میں اِدھر بھی نواسے علیؑ کے ہیں

۶۲ سر تاجِ تشنگاں کا جو سر کاٹ لائیں گے
دو مسندوں پہ تم کو برابر بٹھائیں گے
سجّاد ننگے پاؤں سوئے شام جائیں گے
زنداں میں بوریا بھی نہ سونے کو پائیں گے
ہو یا نہ ہو رہائی کبھی اس اسیر کی
تم سے بڑھے گی نسل جنابِ امیرؑ کی

۶۳ یہ سُن کے آپ میں نہ محمدؑ رہے نہ عونؑ
دو عرش کانپے یا تہ و بالا ہوئے دو کون
غصّہ سے سُرخ ہو گیا یاقوتِ رُخ کا لون
شیرِ خُدا کے شیر جو بپھریں سنبھالے کون
تن تن کے صاف سینوں کی ڈھالیں سنبھال لیں
آدھی سروہیاں کمروں سے نکال لیں

۶۴ اللہ رے پاسِ شرعِ شہنشاہِ انبیاؐ
چھوٹے نے عینِ طیش میں یہ عونؑ سے کہا
یہ ایلچی ہے فوج کا اُس کو زوال کیا
بولا وہ یاد کیجئے مسلمؑ کا ماجرا

کیا ایلچی حسینؑ کا وہ بے وطن نہ تھا
تشہیر لاش ہوتی تھی غسل و کفن نہ تھا

٦٥
چلّایا شمر لو ابھی مسلمؑ کا خوں بہا — حاضر ہے سر بھی لاش بھی دفناؤ ایک جا
کہتا ہوں پھر قصور معاف آگے جو رضا — اب بھی سمجھئے دیکھئے اپنا بُرا بھلا
ماتھے پہ باندھ لینے دو سہرا تو باپ کو
دولھا تو کہہ کے لاش پہ ماں روئے آپ کو

٦٦
نعرہ کیا علیؑ کے نواسوں نے یک بیک — بس بس زیادہ مُنہ سے نہ اب واہیات بک
چُپ نابکار چُپ سرک او بے ادب سرک — تیرے فریب و مکر سے اب کانپ اُٹھے فلک
بہکا اُنھیں خُدا کو جو پہچانتے نہ ہوں
ظالم یہ اُن سے کہہ جو تجھے جانتے نہ ہوں

٦٧
او صبح کاذبِ اُفقِ شام تیرہ فام — آلِ جنابِ مخبرِ صادق سے یہ کلام
او غولِ وادیٔ ستم و کفرِ اہلِ شام — دن کو چراغِ مکر جلانا ہے تیرا کام
ابلیس تو ازل ہی سے آدم فریب ہے
تو آدمی کی شکل میں عالم فریب ہے

٦٨
لایا ہے دو علم بھی تو مکّار ہے بڑا — سیدھی تو ہے یہ بات عقیدے میں بل پڑا
پیغمبریؐ علم سے نہ ذہنِ غبی لڑا — سدرہ ہے اُس کے سامنے اِک پاؤں سے کھڑا
رُتبہ ترے نشانوں کا ایسا ہوا کبھی ہے
جعفرؑ نے اور حمزہؓ نے ان کو چھوا کبھی ہے

٦٩
او جاہلِ شریعتِ پیغمبرِؐ انام — انصاف میں حسینؑ کے تجھ کو ہے کیا کلام
جن کا خُدا خُدا ہے حسین اُن کے ہیں امام — شانِ امام یہ ہے کہ عادل ہو والسلام

مُنصف ہیں یہ کریم ہیں یہ مقتدا ہیں یہ
برحق وزیرِ اعظمِ ذاتِ خُدا ہیں یہ

۱۶۹ کل روزِ حشر اِن کی عدالت کو دیکھنا دُشمن پہ قہر دوست پہ رحمت کو دیکھنا
تقسیم کرتے دوزخ و جنّت کو دیکھنا کس طرح بخشواتے ہیں اُمّت کو دیکھنا
کام اِن کو صبر سے ہے کہ باقی جہاں رہے
انصاف اگر کریں تو نہ تیرا نشاں رہے

۱۷۰ ہمدوشِ حمزہؑ حیدرِ کرّار تھے نہ تھے روزِ اُحد نبیؐ کے علمدار تھے نہ تھے
عباسؑ اس علم کے سزاوار تھے نہ تھے شاہِ نجف کے یہ دُرِ شہوار تھے نہ تھے
تو یہ جُدا ہم اس پہ امامِ ہُدا سے ہوں
بیٹے کے ہوتے نانا کے وارث نواسے ہوں

۱۷۱ اس بار کے اُٹھانے کو طاقت بھی چاہیئے طاقت بغیرِ حُسنِ لیاقت بھی چاہیئے
حامل کو اس علم کے رفاقت بھی چاہیئے دل کو وفا زباں کو صداقت بھی چاہیئے
ایسا ہے منتظم کوئی تیرے قیاس میں
لاکھوں سے جو کڑا ہے بہتّر کو پیاس میں

۱۷۲ ہم اور وہ ہیں ایک تجھے یہ خیال کیا اُن کو ملا ہمیں کو ملا قیل و قال کیا
یہ تو ہماری عین خوشی تھی ملال کیا حکمِ امام میں ہو تفاوت، مجال کیا
اس رہنما پہ خضرؑ بھی الیاسؑ بھی نثار
ہم بھی علم بھی فوج بھی عباسؑ بھی نثار

۱۷۳ او شمر کس شمار میں تو اور ترا یزید اور کس قطار میں یہ صفِ لشکرِ پلید
شاہوں میں بندوبست تھا شدّاد کا شدید آج اُس کی خاک تک بھی زمیں سے ہے ناپدید

نمرود کو خدائی کے دعوے سے کیا ملا
بندوں میں جس نے ترک خودی کی خدا ملا

٥ دروازے اس چمن کے ہیں دو اِک سے اِک جُدا　　درباں ہے ایک در پہ حیات ایک پر قضا
مشتاق سیرِ باغ کو عبرت کی ہے ندا　　اِک در سے آ تماشے کو اور ایک در سے جا
شاہ و گدا کا مسند و بستر سے کوچ ہے
اِک در سے داخلہ ہے اور اِک در سے کوچ ہے

٦ یاں روز اِک طلسم بنا اور بگڑ گیا　　یاں شب کی شب بسا جو مسافر اُجڑ گیا
یاں کل نہالِ تازہ جما آج اُکھڑ گیا　　نامِ خزاں کا سکہ زرِ گُل پہ پڑ گیا
یاں دن نہ سن حساب کا کچھ ہیر پھیر ہے
ناقے کسے کھڑے ہیں سواری کی دیر ہے

٧ ہر فردِ شوق نامۂ ہستی ہے یک قلم　　پیکِ اجل پکارتا ہے نامہ بر ہیں ہم
سرنامۂ جبیں پہ نشاں ٹھیک ہیں رقم　　پہنچے مقام گور سے یہ خط سوئے عدم
کل ایک ہفتہ باغ میں گُل میہمان ہے
سبزہ گُلِ بہار کی رخصت کا پان ہے

٨ انبار سیم و زر کے جو اہلِ درم لگائیں　　بھولے سے ہم نہ ہاتھ خدا کی قسم لگائیں
آنکھوں میں شہ کا سرمہ خاکِ قدم لگائیں　　پارس کے بھی پہاڑ کو ٹھوکر نہ ہم لگائیں
سب نے زباں سے آب و غذا کا مزا لیا
ہم نے فقط زباں سے نامِ خدا لیا

٩ ارشاد ذوالمنن سے اگر بہر امتحاں　　پیدا ہوں سو ہزار زمیں لاکھ آسماں
اور ایسے لاکھ شہر بسیں اُن کے درمیاں　　ہستی بھی جاوداں ہو حکومت بھی جاوداں

لینے کا سلطنت کے نہ زنہار نام لیں
ہم دونوں ایک دامنِ شبّیرؑ تھام لیں

۸۰
دیکھے زرہ کے چشم نے ہم سے نہ صف شکن — گوش پسر نے بھی نہ سُنے ہم سے تیغ زن
پائے کہیں نہ خود نے بھی ہم سے تیغ زن — سُنیو کوئی گھڑی میں جو کچھ بولتا ہے رَن
اقبال سے حُسین علیہ السّلام کے
ایسے لڑیں کہ قلعے ہلیں روم و شام کے

۸۱
عبّاسؑ ابن شیر خُدا مدظلّہٗ — ماموں ہمارے صنّ علیؑ مدظلّہٗ
رایت کشائے فوجِ خُدا مدظلّہٗ — سایہ ہے جن کا بالِ ہما مدظلّہٗ
ستّر دو تن تمام زمانے میں نیک ہیں
عبّاسؑ اُن چُنے ہوئے نیکوں میں ایک ہیں

۸۲
ان کو عَلَم ملا تو ہمیں کو ملا عَلَم — خاطر ہماری ایسی ہے اُن سے کہیں جو ہم
ادنیٰ کو بخش دیں عَلَمِ خسروِ اُمم — پر ہم تو خوش ہیں اب کہ شرف دو ہوئے ہم
سردار ایک ماموں علمدار دوسرا
ہم سا بھی ہے جہاں میں نمودار دوسرا

۸۳
عرشِ عُلا ہے فرشِ ضیا گسترِ حسینؑ — آنکھیں ہیں عرشیوں کی سوئے لشکرِ حسینؑ
افلاک ہیں محافظِ نہ دفترِ حسینؑ — ہم کیا بڑے بڑے ہیں نمک پروَرِ حسینؑ
حق نے ہماری نانی کو جب کد خُدا کیا
آب و نمک جہیز میں بالکل عطا کیا

۸۴
قدرت یہ ہے کہ غیب کے اسرار دیکھ لیں — اپنے محل سے خُلد کا گلزار دیکھ لیں
چیونٹی کی یہ اندھیرے میں رفتار دیکھ لیں — آنکھوں میں نبض مردمِ بیمار دیکھ لیں

قدرت ہے سب طرح کے سفید و سیاہ کی
لیکن نہ ہے نہ ہوئے گی قدرت گناہ کی

۹۵ قاتل کو جام دیتے ہیں تعذیر کے عوض　　رہتے ہیں یہ خدا کی عبادت میں بے غرض
جوہر ہے لعل فاطمہ زہرا کا سب عرض　　یہ خاص سب عوام یہ درماں ہیں کل مرض
سب سایہ ہیں یہ جانِ نبیؐ بے گمان ہے
سایہ نہ جاں میں ہے نہ سایہ میں جان ہے

۹۶ آنکھوں میں بے حیائی ہے یا کچھ حیا بھی ہے　　حاکم کا ڈر ہے دل میں کہ خوفِ خدا بھی ہے
جب شہ سے ہم جدا ہوں تو آب و غذا بھی ہے　　ورنہ گلے پہ تیغ ہے سر پر بلا بھی ہے
ساغر ہٹا کہ دردِ عطش لا علاج ہے
پیاسا بہت ہمارا ولی نعمت آج ہے

۹۷ حافظ خدا ہے اماں کے پردے کی فکر کیا　　شب کو اسی ہراس میں تھی آلِ مصطفےٰ
اماں نے ہاتھ جوڑ کے ماموں سے یہ کہا　　امت پہ جان صدقے ہے کیا چیز ہے ردا
شیعوں کے رُخ پہ حشر میں جنت کا در کھلے
پردہ نہ اُن کا فاش ہو ہم سب کا سر کھلے

۹۸ ناگاہ بارگاہ حسینی ہلی تمام　　دیکھا کہ خاص خیمہ میں برپا ہے حشر عام
فضہ پکاری عونؑ و محمدؑ کا لے کے نام　　دوڑو خوزادو میری خوزادی ہوئی تمام
غیرت کی کوفت دل سے نہ اُٹھی گذر گئیں
ایسے پسینے شرم سے آئے کہ مر گئیں

۹۹ تلوار سے نہ مارا تو یوں مارا بے خطا　　اب ہاتھ جوڑ جوڑ کے یہ کہہ رہا ہے کیا
تم نے طلب کیا کہ خود آیا یہ بے حیا　　مطلب غرض مراد سبب وجہ مدعا

کاٹو زباں کہ پھر نہ کبھی ہم کلام ہو
اک نیمچہ لگاؤ کہ قصّہ تمام ہو

۹۰
تم نیک ہو تمہاری بلا جانے مکر و فند   یہ شمر اپنے نام کا ہے ایک خود پسند
حضرت کے چاہ و پیار سے تم ہو جو بہرہ مند   منظور ہے کہ پست ہو وہ رُتبۂ بلند
سو یہ بخیر ربط یہاں جانبین ہیں
ایسے نہ تم ہو اور نہ ایسے حسینؑ ہیں

۹۱
لالچ کا بھی زباں پہ سخن لایا ہوئے گا   باغی نے باغ سبز بھی دکھلایا ہوئے گا
بچّہ سمجھ کے دونوں کو بہکایا ہوئے گا   لیکن جواب سُن کے مزہ پایا ہوئے گا
اتنا نہ سمجھا رشتہ ہے شاہِ حُنین سے
زینبؑ کا دودھ پی کے پھریں گے حسینؑ سے

۹۲
نزدیک تھا کہ دونوں کا دل آب آب ہو   بولے بس اب کوئی نہ سوال و جواب ہو
اور شمر جا نشانۂ تیرِ عذابؔ ہو   دُنیا خراب ہو تری عقبیٰ خراب ہو
کیا جانے کیا حضور نے جانا غضب ہوا
اماں نے سُن لیا ترا آنا غضب ہوا

۹۳
شیروں سے ڈر کے بھاگ گیا شمر بدسگال   جس طرح چوٹ کھا کے بھرے چوکڑی غزال
راہی حرم سرا کو ہوئے یہ ملک خصال   کچھ غصّہ کچھ حجاب کچھ افسوس کچھ ملال
چلنے میں شرم سو قدم آگے بڑھی ہوئی
مُنھ اُترا اُترا غصّہ سے تیوری چڑھی ہوئی

۹۴
کلثوم یاں کھڑی تھیں پسِ پردہ بیقرار   اُن سے کہا دلیروں نے یہ ہو کے بے قرار
یوں تو ہر ایک وقت ہیں بندے قصوروار   پر اس گھڑی قصور نہیں اپنا زینہار

ے شہاب۔

امّاں کے دل میں شک جو پڑا ہے نکال دو
دونوں کو اُن کے پاؤں پہ لے جا کے ڈال دو

۹۵
دوڑیں دفورِ طیش سے خود زینبِؑ حزیں — فرمایا میں تو آنے کو تھی ننگے سر وہیں
لیا مشورہ تھا شمر سے وہ بولے کچھ نہیں — فرمایا خوب لوگوں میں جرچا ہے پھر تو نہیں
شمرِ لعیں نے صلح جو ٹھہرائی ہوئے گی
مرضی تمھاری تھوڑی بہت پائی ہوئے گی

۹۶
ماموں سے اپنے پوچھ لیا تھا جواب دو — زینبؑ نے تم کو اذن دیا تھا جواب دو
اکبرؑ سے اس کا ذکر کیا تھا جواب دو — اس دن کو میرا دودھ پیا تھا جواب دو
اب سوچ ہے نجات جو دُنیا سے پاؤں گی
جنّت میں فاطمہؑ کو مَیں کیا مُنہ دکھاؤں گی

۹۷
ہے مجھے تو اور یہ وسواس اب ہوا — شاید علم نہ ملنے کا تم کو تعب ہوا
عباسؑ کو ملا جو علم کیا غضب ہوا — گزرا جو ناگوار خلافِ ادب ہوا
آئے کوئی بلا نہ پدر کی کمائی پر
قربانؔ دونوں تم مرے عباسؑ بھائی پر

۹۸
قدرت خُدا کی اپنے بزرگوں سے آن بان — تم کو بھی اب ہوئی یہ لیاقت خُدا کی شان
منہ پرؔ حضور کہتے ہو اور چھوٹے ماموں جان — اور پیٹھ پیچھے ہائے غضب بسری کا دھیان
دونوں جہاں میں موردِ الزام کر دیا
تم نے ہمارے دودھ کو بدنام کر دیا

سہ صدقے ہوئے تھے تم مرے عباس بھائی پر
عہ منہ پر کبھی حضور کبھی چھوٹے ماموں جان

۹۹ قبلہ کو ہاتھ اُٹھا کے پکارے وہ مہ لقا — آماں بربِ کعبہ کہ خادم ہیں بے خطا
سُن لیجیے ہماری تو پھر ہو جیے خفا — جن کو حضور پائیں گی وہ ہوں گے بیوفا
چاروں ملک جو مالکِ تقدیر سے پھریں
ہم دونوں بھائی حضرتِ شبیر سے پھریں

۱۰۰ قرآں پہ ہاتھ رکھنے کو موجود ہیں غلام — قرآں ہمارا کیا ہے سرِ اقدسِ امام
اکبرؑ سے پوچھ لیجیے نا اے فلک مقام — کُھل جائے جھوٹ سچ کی حقیقت ابھی تمام
خدمت علم کی سیفِ خدا نے جو پائی تھی
پہلے تو اُن کی نذر ہمیں نے دکھائی تھی

۱۰۱ منہ سوکھتا ہے کہتے ہوئے چھوٹے ماموں جان — غربت میں اُن کی جان کو اللہ کی امان
ہم خاکِ پا ہیں اُن سے بھلا ہمسری کا دھیان — اُن سے نہ ضد نہ ہٹ نہ حمیت نہ آن بان
وہ باپ کی جگہ ہیں بجائے امام ہیں
وہ نائبِ حسینؑ ہم اُن کے غلام ہیں

۱۰۲ شمرِ زباں دراز یہ تھا اختیار کیا — کچھ یاد بھی نہیں کہ بکا نابکار کیا
کاذب کے قول و فعل کا ہے اعتبار کیا — ہم تو وہی ہیں آپ کو پھر اضطرار کیا
ایسے دیے جواب کہ نقشہ بگڑ گیا
جیتا زمیں میں صورتِ قاروں وہ گڑ گیا

۱۰۳ زینبؑ پکاری میں تو ہوئی سب میں سرنگوں — ہے ہے ہر ایک رنج سے یہ رنج ہے فزوں
اِک تیغ سے بہائے گا یہ پنجتن کا خوں — سر کھولوں شیرِ حق کو پکاروں دُہائی دوں
اُلفت جو تھی حسین علیہ الصلوٰۃ کی
کیوں تم نے میرے بھائی کے قاتل سے بات کی

وہ بولے ہاں سکوت کی لائے نہ تاب ہم — کس منہ سے جاتے پیش رسالتمآب ہم
سنتے حقارتِ شہِ عالی جناب ہم — حضرت کا دودھ پی کے نہ دیتے جواب ہم
زینب پکاری پھر کوئی شاہد کوئی گواہ
مڑ کر نجف کو بولے کہ نانا علیؑ گواہ

در یہ سن کے دونوں پہ ہونے لگی نثار — پھر کچھ زبان سے نہ کہا دل کو آیا پیار
ے واہ ان شجاعوں کی باتیں ہیں یادگار — بچپن میں یہ سمجھ تھی کہ قرباں تھے پختہ کار
کونین کہہ رہے تھے کہ توقیر دیکھیے
اس عمر میں کلام کی تاثیر دیکھیے

مطلع

جوشن ہیں دو پر ایک صغیر اک کبیر ہے — زینبؑ کے مہ وشوں کی یہ کامل نظیر ہے
اک لال بدر۔ اک ہلالِ منیر ہے — ایک ایک جوشنِ شہِ برنا و پیر ہے
جوشن ہیں وہ کہ بازوئے روشن کی زیب ہیں
روشن ہے بازوؤں سے کہ جوشن کی زیب ہیں

مجموعہ سو دعاؤں کا ہے جوشن کبیر — صد پارہ عضو عضوؑ ہوئے وقت دار و گیر
زو جو اس دلیر کا ہے جوشنِ صغیر — اس کے لئے ہیں زیر و زبر زخمِ تیغ و تیر
حفظِ امام کے لئے تیروں سے چھن گئے
جوشن تھے پر۔ زرہ شہِ والا کی بن گئے

اصانِ خاصِ حضرتِ رب العلا یہ ہیں — جانانِ جانِ غالبِ خیر الورا یہ ہیں
یرانِ شیر بادیۂ قل کفا یہ ہیں — مردانِ مردِ معرکۂ لافتا یہ ہیں

نمرود کفر کے لئے قہرِ الٰہ ہیں
نوشیروانِ عدل کے پُشت و پناہ ہیں

۱۰۹
اُن کی ثنا کریں گے بھلا کیا ہمہ شما — روح القدس کا نعرہ ہے روحی فداکم
پرتو فگن ہُما پہ جو ہوں یہ ہُنر نما — زائل ہو عیب تیرگیِ سایۂ ہُما
نادِ علی نہ یاد ہو تو اِن کا نام لو
پھر جنگ میں زبان سے تیغوں کا کام لو

۱۱۰
اب جعفری گلوں سے وداعِ بہار ہے — تیار اجل پہ اپنی ہر اک گلعذار ہے
زینبؑ کو قطعِ نسل کا غم روبکار ہے — فوجِ حسینؑ حُر کے لئے سوگوار ہے
سوکھے گلوں کو تیغ کی لذّت کا شوق ہے
بچپن کی موت رن کی شہادت کا شوق ہے

۱۱۱
ناگہ محل میں غرقِ بخوں آئے شاہِ دیں — تڑپی بہن تو بولے یہ میرا لہو نہیں
حُر نے بسائی مقتلِ سادات کی زمیں — لاش اُس کی لائے گود میں اُلفت سے خود ہمیں
زینبؑ نے حُر کے سوگ میں فریاد و آہ کی
شرما کے نورِ چشموں پہ اپنے نگاہ کی

۱۱۲
وہ گر پڑے حسینؑ کے قدموں پہ دوڑ کر — پوچھا بہن سے شاہ نے کیوں ہے یہ چشم تر
مطلب ہے کیا جو میری خوشامد ہے اس قدر — بولیں کسی کے دل کی مجھے بھائی کیا خبر
پوچھو انھیں سے پاؤں پہ آنکھیں جو ملتے ہیں
میری صلاح و مشورہ پر کیا یہ چلتے ہیں

۱۱۳
شہ نے کہا سعیدِ ازل ہیں یہ نیک خو — ہے دور اِن گلوں کے بیاں سے گلے کی بو
فضّہ پکاری آکے شہِ دیں کے روبرو — قربان جاؤں مصلحتاً ہے یہ گفتگو

دم بھرتے ہیں یہ ماں کا وہ دَم انکا بھرتی ہیں
شکوہ نہیں حضور سفارش یہ کرتی ہیں

۱۱۴ عباسؑ کو علم جو کیا آپ نے عطا
چُپ چُپ کچھ اس گھڑی سے ہیں دونوں یہ سہ لقا
باہر نہ جانے شمر نے کیا جھوٹ سچ کہا
ان کو تو کچھ حیا ہے خوزادی کو کچھ گلا
عبّاسؑ کی طرح سے کرم اِن پہ کیجئے
اُن کو علم دیا ہے رضا اِن کو دیجئے

۱۱۵ حضرت سے ملتجی ہوئی خود زینبؑ حزیں
کچھ حُر کا حق ہے ہم پہ بھی فرمایا کیوں نہیں
مُحسن ہے میرے خورد و کلاں کا وہ خوش یقیں
اُس نے کہا کہ میرے بھی نزدیک ہے یونہیں
پر اُس کی بیکسی پہ جگر پاش پاش ہے
تنہا تمھارے فدیۂ اوّل کی لاش ہے

۱۱۶ زینت کا حُر کی لاش پہ ساماں کوئی نہیں
قرآن خواں کوئی نہیں گویاں کوئی نہیں
ماتم میں اُس کے چاک گریباں کوئی نہیں
جُز گیسوے بتولؑ پریشاں کوئی نہیں
شامل رضا جو آپ کی تائید حق سے ہو
زینبؑ ادا ہر اول مولا کے حق سے ہو

۱۱۷ حضرت کے فدیوں کو شہادت کا شوق ہے
جنگل میں سیر گلشنِ جنّت کا شوق ہے
جاگے ہیں شب کو خواب فراغت کا شوق ہے
زینبؑ کو حُر کی لاش پہ زینت کا شوق ہے
حُر کی طرح سے خون میں رنگیں لباس ہوں
مہماں کی لاش بیچ میں یہ آس پاس ہوں

۱۱۸ زانوئے فکر پر شہِ دیں نے دھری جبیں
لے کربلا میں کہنے لگی زینبؑ حزیں
کعبہ میں جو کہا تھا وہ ہے یاد یا نہیں
وعدہ تھا میرے خواب کی تعبیر کا یہیں

اے یوسفِ علیؑ مری خاطر نشاں کرو
فرمایا شہ نے خواب پھر اپنا بیاں کرو

۱۱۹
بولیں مقیم کعبۂ اعظم تھے جب امام — کیا دیکھتی ہوں خواب میں اے قبلۂ انام
اک دشتِ ہولناک میں لونڈی کا ہے مقام — ہیں ہاتھ میں دو خوشۂ انگور سبز فام
ناگاہ رنگ زرد ہوا ہوش کھو گئے
دو دانے یا تو سبز تھے یا لال ہو گئے

۱۲۰
آگے جو اُن کا رنگ ہوا اور کیا کہوں — ہو ہو کے خون بہہ گئے جس طور کیا کہوں
دیکھے جو خواب میں ستم و جور کیا کہوں — مَیں لُٹ گئی اُجڑ گئی فی الفور کیا کہوں
جو رنج مجھ کو روز ازل سے نصیب ہیں
بھیّا تمہاری جان سے دور اب قریب ہیں

۱۲۱
بے ساختہ تڑپ گئے دل کو پکڑ کے شاہ — چلّائے آہ نیم جوانوں کی موت آہ
زینبؑ پکاری میں تو ہوں راضی خدا گواہ — بولے حسینؑ صبر کی توفیق دے الٰہ
اس خواب سے ہے غم کے سوا اور دھیان کیا
تعبیر تو عیاں ہے عیاں کا بیان کیا

۱۲۲
انگور میوہ۔ میوہ سے اولاد ہے مُراد — وہ بَن یہ کربلا ہے۔ بلا جس کی خانہ زاد
ہم یاں شہید ہوں گے حدیثِ نبی ہے یاد — وہ دونوں دانے ہیں ترے فرزند خوش نہاد
سرسبز و سُرخرو یہ خوش اقبال ہوئیں گے
اپنے لہو میں لال ترے لعل ہوئیں گے

۱۲۳
کی عرض آشکار یہ تعبیر ہو گی کب — رو کر حسینؑ بولے اسی روز بلکہ اب
تسلیمیں تین بھانجوں نے کیں بصد ادب — ماں نے کہا مُرادِ دلی پائی شکرِ ربّ

تعبیرِ خواب شہ نے ہمیں دی رضا تمھیں
آواز دو پکار رہی ہے قضا تمھیں

۱۲۴ بولے حرم یہ صبر کے معنی ہیں آفریں — پر نذرِ ذوالجلال کا دستور یہ نہیں
بھیجوگی بارگاہِ خُدا میں انھیں یونہیں — آلودۂ غبار ہیں گیسوئے عنبریں
قربانیٔ خلیلؑ سے واقف زمانہ ہے
یاں رختِ فاخرہ ہے نہ سُرمہ نہ شانہ ہے

۱۲۵ ابنِ خلیلؑ راہ خُدا میں ہوئے فدا — بخشے خُدا نے دو شرف اِن کو جُدا جُدا
یہ فدیۂ حسینؑ ہیں اور ہدیۂ خُدا — کیا کیا نہ دھوم ہوتی جو ہوتے یہ کدخُدا
آخر کو ہر طرف سے یہ بے آسرے ہوئے
پہنا دو اب جو ہوں نئے خلعت دھرے ہوئے

۱۲۶ بولیں کہ جو صلاح ہو راضی ہیں دل حزیں — پر آبدار خانہ میں تو بوند بھی نہیں
کیونکر دُھلاؤں کاکل و رخسارِ نازنیں — آئی ندا بہشت کی نہریں تو ہیں قریں
یہ گردِ زلف دیکھ کے روئے گی فاطمہؑ
آج اِن کو سلسبیل سے دھوئے گی فاطمہؑ

۱۲۷ اِک گوشہ میں گئی وہ جگر گوشوں کو لئے عہ — اور قیمتی جواہر و خلعت طلب کئے
لا لا کے کشتیوں میں کنیزوں نے رکھ دئے — دودِ جگر کا پردہ کھنچا جلنے کے لئے عہ
آئی ندائے بے کفنی پیرہن ہوں میں
بچپن کی موت بولی تمھاری دُلھن ہوں میں

عہ پہلے مصرع میں لئے بمعنی ساتھ اور چوتھے مصرع میں لئے بمعنی واسطے

۱۲۸
سرمہ لگایا مہ نگہ کی سلائی سے ظلمت کو روشناس کیا روشنائی سے
بھاگی ہزار میل کدورت صفائی سے کم تھی نہ میل کلکِ قدر کی رسائی سے
سُرمہ کے خط سے ترجمہ پورا نظر پڑا
مردم کو عین صاد کا سورا نظر پڑا

۱۲۹
سُرمہ تھا یا وہ نور کے اقلیم کا سواد ہالہ تھا ماہِ چشم کا یا عین پر تھا صاد
تیغِ نگہ کا رُعب ہوا سُرمہ سے زیاد جس طرح فتح تیغ دوپیکر کی خانہ زاد
مردوں کی ہمتیں نہیں رہتیں چھپی ہوئیں
تھیں دو سروہیاں وہ برابر اڑی ہوئیں

۱۳۰
پہنایا جامہ زیبوں کو اپنے لباس جنگ پوشاک یوں بدن میں کھلی جیسے گُل پہ رنگ
اُلفت سے خود لپٹ گئیں مثلِ قبائے تنگ سجنے لگیں جواہرِ خوش رنگ بے درنگ
شرکت جو حُسن باطن وظاہر کی ہوگئی
دونوں سے لاکھ زیب جواہر کی ہوگئی

۱۳۱
موتی کی ثمرنیں وہ بلوریں کلائیاں گردِ ہلال عقد ثریا تھا ضوفشاں
انگلی میں تھا یہ خاتمِ فیروزہ کا بیاں فیروزۂ کلک ہے بزیرِ نگیں یہاں
انگلی کی ضو نہ ماہ میں نہ مشتری میں ہے
روشن ہلال حلقۂ انگشتری میں ہے

۱۳۲
جوشن وہ بازوؤں میں زبرجد کے آنکار تھے مثل جوشنین اثرِ جن کے بے شمار
زینبؑ کے لال شاہ نجف کے تھے رشتہ دار دُرِ نجف کے ہار سے دونی ہوئی بہار
ناتی کا زور پٹکے کے بندھنے سے گھٹ گیا
خورشید کی کمر سے مہِ نو لپٹ گیا

۱۳۳

جھاڑی مژہ کے پنجہ سے پھر زلفِ مشک فام — روشن ہوئی ہزار شبِ قدر سے یہ شام

بولی تمھاری شامِ غریبی ہوئی تمام — اب ہم ہیں اور گردشِ لیل و نہار شام

راضی ہوں سر کھلے کہ پریشان حال ہو

پر میرے پیارے بھائی کا بیکا نہ بال ہو

۱۳۴

پھر زیورِ سلاح سنوارا پئے جدال — قہرِ خُدا کی تیغ پناہِ خُدا کی ڈھال

سلطانِ مُلکِ حُسن تھے اعضائے بے مثال — چار آئینے تھے چار وزیر اُن کے خوش جمال

سر کو نجوم سبعہ نے مُجرے میں خم کیا

ہفت آسماں نے سبع مثانی کو دم کیا

۱۳۵

یہ دونوں دولھا آئے جو خدمت میں شاہ کی — آنکھوں سے تو نگاہ کی اور دل سے آہ کی

لیکن بہن کے صبر و تحمّل پہ واہ کی — فرمایا بس یہ شان ہے نذرِ الٰہ کی

کیونکر جناں سے جعفرؑ و حیدرؑ کو لاؤں میں

پوتوں کی اور نواسوں کی زینت دکھاؤں میں

۱۳۶

زینبؑ کو تھا نہ ہم سے عجب طرح کا خیال — ایسی بہن نہ ہوئے گی بھائی کی حق شناس

زیرِ فلک کھڑی ہوئی اُس دم وہ بے حواس — خورد و کلاں کو جمع کیا اپنے آس پاس

چلّائی ہاتھ جوڑ کے سب گھر کے سامنے

پھیلا دو ہاتھ خالقِ اکبر کے سامنے

۱۳۷

سب قبلہ رو کھڑے ہوئے مثلِ صفِ نماز — ششماہہ کے بھی ہاتھ کئے قبلہ رو دراز

زینبؑ نے سوئے قبلہ کیا گیسوؤں کو واز — چلّائی اے کریم۔ تو۔ کل کا ہے کارساز

چاہے تو بُرجِ مہر میں ذرّے کو راہ دے

جس کو کوئی پناہ نہ دے تو پناہ دے

۱۳۸

دیتا ہے اے کریم تو سائل کو بے سوال — بخشا خضرؑ کو چشمہ سلیماںؑ کو مُلک و مال
ہم فاقہ کش ہیں تیرے نبیؐ و علیؑ کے آل — نادار و بے دیار و پریشان و خستہ حال
اِک چشمِ مرحمت ہے تری دو جہان پر
سب نعمتوں کا ذائقہ ہے اِک زبان پر

۱۳۹

سب بندگی کو ہیں تو خدائی کے واسطے — سرکارِ حق ہے کار روائی کے واسطے
اس دم میں بے حواس ہوں بھائی کے واسطے — آگے ترے کھڑی ہوں گدائی کے واسطے
نَے مُلک چاہتی ہوں نہ دُنیا کے چَین کو
میں بھیک مانگتی ہوں مجھے دے حسینؑ کو

۱۴۰

دو جانیں ایک جان کے بدلے قبول ہوں — لونڈی کے بیٹے فدیۂ سبطِ رسولؐ ہوں
یہ ہو تو بس تمام مُرادیں حصول ہوں — یارب نہ بے حسینؑ کی اماں بتولؑ ہوں
قربان ہوگئی میں تری کبریائی کے
بیٹوں کو رو کے روؤں نہ لاشے پہ بھائی کے

۱۴۱

تقدیر۔ ان کی موت مجھے ایسی راس لائے — آئی ہو میرے بھائی پہ جو اُن کے ساتھ جائے
سبطِ نبیؐ کے پیاروں پہ کوئی نہ آنچ آئے — اُجڑے ہوئے مدینہ کو شبیرؑ پھر بسائے
سب کی سلامتی میں. بلا سے پناہ ہو
اصغرؑ کا مکتب اور علی اکبرؑ کا بیاہ ہو

۱۴۲

ناگاہ بے فروغ ہوا مشرقِ خیام — زینبؑ کے آفتاب چلے سوئے فوجِ شام
در پہ ہوئی سواری آخر کی دھوم دھام — بھیجا قضا نے مالکِ اصطبل کو پیام
جائیں جو اُڑ کے خُلد کو دو دہ سمند لا
تابوت غازیان شہادت پسند لا

۱۴۳
اصطبل سے مرقعِ صرصر رواں ہوئے — سیمرغ دو اُڑے کہ تگاور رواں ہوئے
دونوں جہاں کے ہوش برابر رواں ہوئے — رفرف ہوائے عرش میں فرفر رواں ہوئے
رضواں کا ایک قول تھا دونوں کی چال پر
آب و ہوا بہشت کی ہے اعتدال پر

۱۴۴
گلگوں بہار بوقلموں سے جناں نما — زیرِ قدم زمین کا نام آسماں نما
ہیکل کا عکس دھوپ میں ہے کہکشاں نما — کاسہ ہر ایک سم کا ہے جامِ جہاں نما
عالم بزیر پا ہے یہ عالم نرالا ہے
سرعت نے سین سم سے سر اپنا نکالا ہے

۱۴۵
شاہین فکر نظم کے یاں بال و پر گرے — گو چست بازِ طبع کے بازو تھے پر گرے
صفحے قلم کے ہاتھ سے مثلِ سپر گرے — مضموں نظر پہ چڑھ کے بوقتِ نظر گرے
حیرت وہ ہے کہ لائقِ شرح و بیاں نہیں
تصویر کی طرح سے دہن میں زباں نہیں

۱۴۶
مَیں اور ثنا علیؑ کے نواسوں کی کیا مجال — جن کے جلال و جاہ کا مدّاح ذوالجلال
مَیں ننگ وہ شرف مَیں زوال اور وہ کمال — لازم ہے بابِ علم سے اس باب میں سوال
مولا مدد کریں تو سخن اب تمام ہو
تائید جبرئیل علیہ السلام ہو

۱۴۷
لو شیعو آمد آمدِ روح الامیں ہوئی — لو بخششِ خدائے سخن آفریں ہوئی
اونچی نویں فلک سے سخن کی زمیں ہوئی — لو روحِ پاکِ عونؑ و محمدؑ معیں ہوئی
عرشِ خدا سے رخصتِ پرواز آگئی
پروازِ جبرئیل کی آواز آگئی

۱۴۸ باریک بال سے بھی جو گھس کر زبان ہو　　شکرِ عطائے حق نہ سرِ مو بیان ہو
صدقے علیؑ کے نامِ مبارک پہ جان ہو　　ذرّے پہ کون اِن کے سوا مہربان ہو
شیرازہ ہفت دفترِ گردوں کا کھل گیا
بندش میں قلعہ خیبرِ مضموں کا کھل گیا

۱۴۹ طالب نہیں صلے کا امیر و فقیر سے　　دل ہے غنی ولائے جنابِ امیرؑ سے
ترجیح ہے عطاردِ گردوں سریر سے　　معجز بیاں ہوں قدرتِ ربِّ قدیر سے
سائے میں بوترابؑ کے یہ خاکسار ہے
کیسا ہُما فلک کے بھی سایہ سے عار ہے

۱۵۰ چمکا وہ پرچمِ علمِ فضلِ ذوالمنن　　وہ نوبتی ہے طبلِ مضامیں پہ چوب زن
بائیں طرف حسینؑ ہیں دہنی طرف حسنؑ　　اور بیچ میں بوجہ حسن لشکرِ سخن
غُل ہے خزانہ نظم کا بے فکر و رنج ہے
مدّاح لے جواہرِ مضموں کا گنج ہے

۱۵۱ بالیدہ فخر سے ہوئی اب خاطرِ ملول　　جیسے نہ اپنے جامہ میں پھولا سمائے پھول
یاں منصبِ ہزاری بُلبُل نہیں قبول　　آیات نظم کا ہے مری شان میں نزول
مدّاحِ اہلِ بیت علیؑ و بتولؑ ہوں
اُمّت ہے میری نظم و بیاں میں رسولؐ ہوں

۱۵۲ جانا نہ کچھ بھی اپنے سخن کو دمِ بیاں　　اہلِ سخن میں ہیچمداں ہے یہ مدح خواں
شفقت عنایت اُن کی جو کہتے ہیں نکتہ داں　　پر کس طرح عطیۂ سبحاں رہے نہاں
اب فخر کے بیان سے چُپ ہو گئے ہیں ہم
مصرع پکارتے ہیں کہ سُن لو نئے ہیں ہم

۱۵۳ بسم اللہ اب کہو وہ خوزادے ہوئے سوار دونوں سے صدرِ زیں کا ہوا چوگنا وقار

جیسے عروج شاہوں کے ماتھے سے آشکار مرکز پہ اپنے بختِ رسا نے کیا قرار

شرمندہ شان سے تزکِ خسروانہ ہے

ہفت اسپۂ سپہر پیادہ روانہ ہے

۱۵۴ بڑھتے ہیں آسماں سے تگاور قدم قدم لبیک زن ہے رحمتِ داور قدم قدم

اقبال بے زوال ہے یاور قدم قدم قاروں کی ہو رہی ہے نچھاور قدم قدم

چاندی کے پھول چاند طبق میں بھرے ہوئے

سونے کا طشت کاندھے پہ سورج دھرے ہوئے

۱۵۵ نعرے سے اِن دلیروں کے سرکش ہیں پائمال جیسے دُعائے حضرتِ یوسفؑ سے قحط سال

آنے سے اُن کے فتح کا چہرہ خوشی سے لال جیسے نزولِ نادِ علی سے شکستہ بال

سر پر زمیں اُٹھائی نقیبوں کے شور نے

بہرام کو اُچھال دیا ہل کے گور نے

۱۵۶ چُپکے ہوئے نقیب تو رن بولنے لگا رن چُپ ہوا تو چرخِ کہن بولنے لگا

مریخ مثلِ اہلِ سخن بولنے لگا اعدائے دیں کے حق میں بزن بولنے لگا

آمد کا اُن کی غُل یہ بھرا ہر مکان میں

آیا نہ حشر خوف سے اب تک جہان میں

۱۵۷ ناگاہ بادپا ہوئے ساکن سرِ زمیں وہ زلزلے ٹھہر گئے وہ آندھیاں تھمیں

دیکھا خیال شمر میں سوئے سپاہِ کیں بولی ظفر وہ غش میں پڑا ہوئے گا کہیں

فرمایا ہاتھ چہرۂ اقدس پہ پھیر کر

گر وہ نہیں تو فوج کو ماریں گے گھیر کر

۱۵۸

ہے شمر کس شمار میں مارا گیا تو کیا — تاجِ زری عمر کا اُتارا گیا تو کیا
چھینا فرات کا بھی کنارا اگر تو کیا — سب اِنس و جن ہوں معرکہ آرا اگر تو کیا
کیا تختِ سلطنت ہے امیرِ پلید کا
دل پر رکھیں تو مُلک اُلٹ دیں یزید کا

۱۵۹

پیغمبر اپنے حضرتِ خیرالانام ہیں — نانا رسولِ پاک کے قائم مقام ہیں
شبیرؑ مدظلہ الاعلیٰ امام ہیں — جن کی ثنا میں چار صحیفے تمام ہیں
جس بادشہ کا عرشِ بریں پائے تخت ہے
وہ نورِ چشمِ فاطمہؑ بیدار بخت ہے

۱۶۰

معجزنما ہیں روزِ ولادت سے ماموں جان — ہم نے سُنا ہے اپنے بزرگوں سے یہ بیان
پیدا ہوئے حضور تو روشن ہوا جہان — پر ٹھیک دوپہر کو ہوا سُرخ آسمان
سب کا سبق "اعوذ برب الفلق" ہوا
دیکھی جو خلق نے یہ شفق رنگ فق ہوا

۱۶۱

آکر یہودیوں نے نبیؐ سے کیا سوال — روح القدس بھی آئے لئے وحیِ ذوالجلال
موسائیوں سے شاہِ رُسلؐ نے کیا مقال — عقدہ شفق کا کھولے گا خیرالنساء کا لال
خاتونِ کائنات کی ڈیوڑھی پہ جاؤ تم
اللہ کے حسینؑ سے یہ پوچھ آؤ تم

۱۶۲

دل میں کہا یہود نے حیرت کا ہے محل — یہ عقدہ ایک روز کے بچے سے ہوگا حل
آئے جو بابِ علم کے در پر وہ خوش عمل — یاں بر میں تھی نہ دلبرِ خیرالنساء کو کل
تھے فخرِ خضرؑ بہرِ ہدایت نہ کیوں چلیں
نزدیک تھا کہ جانبِ در گھٹنیوں چلیں

۱۶۳

کم کم اُٹھایا دامن زہراؑ سے اپنا سر | بولیں بتولؑ کیوں مرے معجز نما پسر
کی عرض در پہ جمع ہیں موسائی یک دگر | پوچھی تھی نانا جان سے کچھ غیب کی خبر
کیا جانے کیوں سکوت ہے خیرالانام کو
بھیجو جواب دینے کی خاطر غلام کو

۱۶۴

صدیقۂ ازل نے کیا شکرِ کبریا | لے کر بلائیں بوسہ لبِ لعل کا لیا
فضّہ کے بر میں اپنا قرارِ جگر دیا | قرآن سب نے چاندسی صورت پہ دَم کیا
موسائی محوِ دید تھے سب آستان پر
موسیٰؑ کی طرح سے اَرَنی تھا زبان پر

۱۶۵

بیت الشرف کے در پہ کیا فضّہ نے قیام | چمکے رُخِ حسینؑ کے پر تو سے قصر و بام
موسائیوں نے دست و زباں سے کیا سلام | کلمہ پڑھا کلیم کی شوکت ہے لاکلام
چوما کسی نے لے کے کفِ پا کو ہاتھ میں
اِک ڈھونڈھنے لگا یدِ بیضا کو ہاتھ میں

۱۶۶

بولا یہ مُسکرا کے وہ حیدرؑ کا یادگار | موسائیو۔ مرا یدِ بیضا ہے ذوالفقار
سُرخی یہ آسماں کی ہے۔ اسرار کردگار | اک بے گنہ کے خون کا ہے رنگ آشکار
قسمت میں اُس شہید کے ظلمِ شدید ہیں
پوچھا تو کہہ دیا کہ ہمیں وہ شہید ہیں

۱۶۷

دُنیا تھی شب کو میری ولادت سے باغ باغ | گھر گھر خُدا کے نور کا تھا قدرتی چراغ
اب سُرخیٔ فلک سے کلیجے ہیں داغ داغ | یاں رنگ ہے یہی کبھی کلفت کبھی فراغ
موسائی اس بیان سے حیران ہو گئے
چالیس تن خوشی سے مسلمان ہو گئے

۱۶۸
پھر عرض کی یہ خدمتِ ابنِ بتولؑ میں　　ایسا بھی ہے عمل کوئی دینِ رسولؐ میں
کھٹکا ہو جس عمل کے نہ حُسنِ قبول میں　　تعویذِ عافیت ہو بلا کے نزول میں
ہم چاہتے ہیں اُس سے دو عالم کے چین کو
رو کر کہا حسینؑ نے رونا حسینؑ کو

۱۶۹
کیوںؐ یہ شرف کسی نے زمانے میں پائے ہیں　　یہ معجزے بروز تولّد دکھائے ہیں
اِن کی ثنا میں آیۂ والفجر آئے ہیں　　آہو اِنھیں کے واسطے جبریل لائے ہیں
یوں تو ابھی جہاں میں کیا کیا نہ ہوئے گا
لیکن حبیبِ حق کا نواسا نہ ہوئے گا

۱۷۰
تہلیل جو کہے وہ نبیؐ کا بھی نام لے　　محبوبِ ربِ لم یزلی کا بھی نام لے
نامِ نبیؐ کے بعد وصیؑ کا بھی نام لے　　یعنی ہمارے نانا علیؑ کا بھی نام لے
دادا کا نام لے کے محب رَن پہ چڑھتے ہیں
مومن نمازِ جعفرؑ طیّار پڑھتے ہیں

۱۷۱
کیا تھی بساط جعفرؑ و حیدرؑ کے سامنے　　قنبر کا سامنا نہ کیا زال و سام نے
پایا شرف علیؑ سے نبیؐ کے مقام نے　　ایسے جری کو مان لیا خاص و عام نے
کس کس جگہ جنوں سے خُدا کے ولی لڑے
دس دن اور ایک رات کنویں میں علیؑ لڑے

۱۷۲
ماموں ہمارے ہیں وہ سخی دو جہاں کے شاہ　　پوشاک پہنی آج تو ظاہر ہوا یہ آہ
کچھ داغ پشت میں نظر آئے خدا گواہ　　پڑھ کر عشا مدینہ میں سلطانِ دیں پناہ
انبار غلّہ پُشتِ مبارک پہ دھرتے تھے
جا جا کے گھر میں بیوؤں کو تقسیم کرتے تھے

۱۶۳ پانی تم اُس سخی کو نہیں دیتے بوند بھر — فاقہ کو بھی شروع ہے چو بیسواں پہر
اب بھی مسافروں پہ نہیں رحم کی نظر — اُجڑا لُٹا تباہ ہوا پنجتن کا گھر
کُل ایک دو عزیز ہیں اب قتل ہونے کو
بائیس بی بیاں ہیں بہتّر کے رونے کو

۱۶۴ اس وقت بھی عزیز ہے اُمت حضور کو — ورنہ ہر اک طرح کی ہے قدرت حضور کو
حق نے کیا ہے آیۂ رحمت حضور کو — بخشی ہے ہست و نیست کی قدرت حضور کو
دونوں جہاں میں کون سی قدرت نہیں انھیں
دشمن کو بد دُعا دیں یہ عادت نہیں انھیں

۱۶۵ سُن کر رجز لرز گئے مردانِ گیر و دار — تولا عمر نے نظروں میں ہر ایک کا وقار
دو غول انتخاب کئے بہرِ کار زار — دو دو ہزار اُن میں تھے یکتائے روزگار
نکلے وہ غول فوج سے یا مُردے گور سے
قرنا کھنکی دُہل بھی بجے زور و شور سے

۱۶۶ نقارے پہ جو چوب پڑی صاف اُٹھی یہ دھوم — دوں دوں عمر کمینہ ۔ کمینہ یزیدِ شوم
یاں شوق حرب و ضرب کا دل پہ ہوا ہجوم — بڑھتے ہی تازیوں کے ہوئے گرد شام و روم
تھے دُلدُل و بُراق کہ دو راہوار تھے
دو نیمچے جو مل کے چلے ذوالفقار تھے

۱۶۷ چمکا یمیں کو نیمچۂ عونِؑ نامور — سوئے یسار تیغ محمد ظفر اثر
بجلی سیاہ چیز پہ گرتی ہے بیشتر — تیغیں گریں سیاہ کے بختِ سیاہ پر
کیسی کڑک کڑک کے یہ دو بجلیاں گریں
پر بخت خفتہ یہ بھی نہ سمجھے کہاں گریں

۱۷۸
آئے تھے دو گروہ اُدھر سے بہر جنگ — نکلے قضا کی لہر ہیں اُن میں سے دو نہنگ
شانے پہ گرز گاؤ سر اور زیر ران سُرنگ — سبطین شیر حق کے حضور آئے بید رنگ
یاں اُن کے واسطے تھا بجز انحطاط کیا
عرش عُلا کے آگے زمیں کی بساط کیا

۱۷۹
مُنھ دیکھ کر محمد عالی مقام کا — بولے یہ عونؑ معرکہ ہے دھوم دھام کا
کی عرض اُس نے شکر خُدائے انام کا — وہ آپ کا شکار ہے اور یہ غلام کا
لو ہاشمی و بختنی رن پہ چڑھتے ہیں
دو نیچے غرور کی گردن پہ چڑھتے ہیں

۱۸۰
ناگاہ تیرہ بختوں نے کی ابتدائے حرب — سرگرم جنگ یاں ہوئے شمسین شرق و غرب
دونوں کے مغز سر سے کیا نیچوں کو چرب — اِک خیرہ سر نے عونؑ کے سر پر لگائی ضرب
پر عون حق جو عون سر عونؑ ہو گئی
یوں رد کیا یہ وار کہ عقل اُس کی کھو گئی

۱۸۱
بڑھ کر لگائی عونؑ نے بھی تیغ بے پناہ — دو ٹکڑے ہو گئی سپر ترک رو سیاہ
چھوٹا پکارا وجد میں دل ہے خُدا گواہ — یہ ضرب معجزہ ہے کرامت ہے واہ واہ
کٹ کٹ کے پھول گر پڑے قرصِ سپر بہے
کیا زیرِ آبِ تیغ گُلِ نیلوفر بہے

۱۸۲
وہ بولے یاد فاتحِ خیبر ہیں جھوم کر — بھائی یہ ضرب کیا ہے کہ ٹکڑے ہوئی سپر
نانا نے تو قلم کئے جبرئیل کے سہ پر (عہ) — صلِّ علیٰ علیؑ ولی صاحب الظفر

عہ سپر اور سہ پر میں تجنیس ہے "سہ" کا لفظ اُس وقت فصحی میں مستعمل تھا۔

خیبر میں تیغ جب سوئے افلاک پھر پڑی
تسبیح اہلِ عرش کے ہاتھوں سے گر پڑی

۱۸۳
تھا اس طرف حضورِ محمدؐ جو بد صفات — عزّیٰ پرست عبدِ ہُبل خاکپائے لات
اس گفتگو میں مل گئی حربے کی اُس کو گھات — نیزہ بکف بڑھا تھا کہ سنبھلا وہ نیک ذات
مُٹھی میں لی سنان و عناں اِس وقار سے
جنگل لہو سے بھر گیا گردوں غبار سے

۱۸۴
غصّہ میں پایا نیزے کا پھل ترک کور نے — باندھے گرہ سے دستِ ادب پور پور نے
دی گردن اجل نے لئے پاؤں گور نے — کلمہ پڑھایا اُس کو محمدؐ کے زور نے
غُل تھا گری جو پھل پہ سناں اُس جناب کی
کاٹی ہلال نے وہ کرن آفتاب کی

۱۸۵
پھر تو اُچھل اُچھل کے فلک پر گئی زمیں — چلّائے جھوم جھوم کے یہ عونِ خوش یقیں
نامِ خُدا سمیٔ محمدؐ صد آفریں — یک رنگیاں یہ ضرب کی ہیں حرب میں کہیں
پھل تم نے کاٹا نیزہ کا ہم نے سپر کے پھول
یہ چاندنی کے پھول ہیں وہ نیلوفر کے پھول

۱۸۶
بولے وہ مہر دیکھ کے اس آفتاب کی — شفقت کرم غلام نوازی جناب کی
یہ دھوم نیزہ بازوں میں تھی بوترابؑ کی — نیزے میں جن کے نوک تھی تیرِ شہاب کی
ہمّت کی داد دادرسِ دو جہاں سے لی
دُنیا سناں سے نعمتِ عقبیٰ سہ ناں[ع] سے لی

ع سناں اور سہ ناں میں تجنیس بھی ہے۔ یہ الفاظ فصحی میں اُس وقت مستعمل تھے۔

۱۸۷
صلِّ علیٰ یہ ربط یہ ضبط اس وغا میں تھے — یہ اُن کی مدح میں تو وہ اُن کی ثنا میں تھے
تیر اُن کے ترکشِ مژہٴ اشقیا میں تھے — پیکان اُن کے عینِ دلِ پُر دغا میں تھے
بنیاد تحت و فوق میں تیغوں کی آب تھی
کیسی زمیں فلک کی بھی مٹی خراب تھی

۱۸۸
ناگاہ اذنِ عون خُدا عونؑ کو ملا — ہاں شیر زہرا فعیٔ شمشیر اُسے پلا
بولی ظفر کہ دے گا خُدا جنگ کا صلا — کانپی زمین اور طبق آسماں ہلا
چارہ نہ بے گریز دلِ دیو کو ہوا
بیدل ہوا جو دیو تو بے ضرب دو ہوا

۱۸۹
صفدر نے نوکِ تیغ کو ٹیکے پہ رکھ دیا — تلوار نے نیام کمر بند کو کیا
قربان زورِ وجوہرِ تیغِ قمر ضیا — تنکے نے اُس پہاڑ کو سر پر اُٹھا لیا
جھپکی پلک تو چشمِ عدو کیا سُناتی ہے
یہ نیند وہ بلا ہے جو سُولی پہ آتی ہے

۱۹۰
بازوئے عونؑ نے بھی اِدھر آزمائی تیغ — غازی کے ہم نبرد پہ طوفان لائی تیغ
اُس کج ادا کے فرق پہ ترچھی لگائی تیغ — سر اس کالے کے عون کے دشمن پہ آئی تیغ
سر کا نشان تن پہ اِدھر اور اُدھر نہ تھا
گویا ازل سے دونوں کی گردن پہ سر نہ تھا

۱۹۱
میکال و جبرئیل و سرافیل نے وہیں — باہم کہی پُکار کے تکبیر و آفریں
ہمراہیوں کے جوق کہیں بوق تھے کہیں — نے غلغلِ بگیر و بزن تھا نہ ہاں نہیں
دو نیمچوں کے جلوے سے دم بند ہو گئے
نو دانے آسماں کے اسپند ہو گئے

۱۹۲ گرتا تھا غول غول پہ اُٹھتا تھا غُل پہ غُل · کٹتا تھا سر پہ سر کہ شگفتہ تھا گُل پہ گُل
ہوتا تھا پُرزے جزو پہ جزو اور گُل پہ گُل · کشتوں کے پشتے رن میں بندھے بلکہ پُل پہ پُل
نے رن نہ بن نہ تن کا نہ سر کا پتا ملا
سر پاؤں رن کا بھی جو ملا تو جُدا ملا

۱۹۳ جو پہلواں بڑھا ہوسِ کارزار میں · آٹھ اُس کے چار بند کئے ایک وار میں
کھاتے ہی وار غُل تھا یہ دارالبوار میں · آرن سے اہرمن کا مصاحب ہو نار میں
ایمان فوجِ شام کا شیطان لے گیا
باقی تھا دم سو تیغ کا سُلطان لے گیا

۱۹۴ بصرہ کے جیش رے کے قشون روم کے جنود · انصاف کی زبان سے پڑھنے لگے درود
کہتے تھے ان پہ ہے مددِ خالقِ ودود · سبزہ ہنوز پھول سے رُخ پر نہیں نمود
لڑکے ہیں پر جوان و مُسن لڑکے مارے ہیں
آئی ندا نجف سے نواسے ہمارے ہیں

۱۹۵ طوفانِ تیغِ آب سے حیراں ہوا عُمر · مثلِ حباب سر بہ گریباں ہوا عُمر
مابین فوجِ موج پریشاں ہوا عُمر · آہستہ حرف زن سرِ میداں ہوا عُمر
ہاں ڈھونڈھو تو صفوں میں کوئی حیلہ ساز ہے
تدبیر کچھ کرے کہ دَرِ آفت کا باز ہے

۱۹۶ پہنچے گا آفتاب تو مغرب میں وقتِ شام · اِن کا ہلال تیغ ابھی لے گا روم و شام
پھر ہم نہ تم نہ ملک نہ حاکم نہ خاص و عام · آثار ہیں شکست کے ہے فکر کا مقام
قابو چلے دلیروں پہ وہ بات چاہیئے
سب بے سپاہیوں کے لئے گھات چاہیئے

١٩٧
عبداللہ ابنِ جعفرِ طیارؑ گھر میں ہیں   یہ بے وطن رکابِ شہِ بحر و بر میں ہیں
مانندِ بدر داغِ جدائی جگر میں ہیں   کامل یہ دونوں چاند وغا کے ہنر میں ہیں
ہوں گے وہ ان کی یاد میں یہ اُن کی یاد میں
اب خاتمہ بخیر ہو ان کا جہاد میں

١٩٨
قاصد کی شکل بن کے کوئی اُن کے پاس جائے   دکھلا کے خط کسی کا یکایک یہ غل مچائے
پڑھیے یہ شقّہ وارثِ جعفرؑ وطن سے آئے   بہرِ مدد قریش کو چُن چُن کے ساتھ لائے
خط کا مطالعہ جو کریں جھک کے زین پر
تن پُرزے پُرزے کر کے گرا دو زمین پر

١٩٩
اب شورِ حشر حیدریؑ و جعفریؑ کریں   سر پیٹنے میں قدسیوں سے ہمسری کریں
زینبؑ کے نامُرادوں پہ نوحہ گری کریں   آلِ نبیؐ کے ساتھ گریباں دری کریں
مرقوم یہ ہے آلِ رسالتؐ پناہ میں
پہلے انھیں کا خون گرا قتل گاہ میں

٢٠٠
اوّل نبیؐ کے کُنبے میں شہ کی بہن لُٹی   پھر دولھا پائمال ہوا اور دُلھن لُٹی
کُبریٰؑ کے بعد بانوے شاہِ زمن لُٹی   کیا دولتِ جنابِ حسینؑ و حسنؑ لُٹی
سر پیٹو سرگذشت یہ بنتِ بتولؑ کی
دو ماتم اور ایک نواسی رسولؐ کی

٢٠١
لو خنجرِ فریب ہوا رن میں کارگر   قاصد کی شکل بن کے بڑھا ایک حیلہ ور
بولا کہ اے دلیرو مبارک تمھیں ظفر   عبداللہ آن پہنچے مدینہ سے وقت پر
خادم لواح ماریہ تک اُن کے ساتھ تھا
کونا تھا زین پوش کا اور میرا ہاتھ تھا

۲۰۲
پوچھا دلیروں نے کہ توقف کا کیا سبب　　بولا وہ حیلہ ساز کہ ناکے ہیں بند سب
بھیجا ہے یہ عریضہ پئے خسروِ عرب　　کی ہے کمک حسینؑ کی سرکار سے طلب
چہرے سے رنگ سر سے حواس اُنکے اڑ گئے
بابا کے اشتیاق میں یثرب کو مُڑ گئے

۲۰۳
مُڑنا تھا بس کہ اہلِ وغا وقت پا گئے　　نولاکھ عقربوں میں یہ دو چاند آ گئے
شیرِ خدا کے شیر زیاں چوٹ کھا گئے　　ہے ہے لحد میں شیرِ خدا تھرتھرا گئے
سب عضو وقفِ نیزہ و شمشیر ہو گئے
چَورنگ ساری فوج کے دو شیر ہو گئے

۲۰۴
پہلے قیامت آئی حسینیؑ سپاہ میں　　لشکر سے شورِ حشر گیا خیمہ گاہ میں
اکبرؑ کو شہ نے دی یہ ندا اشک و آہ میں　　زینبؑ تباہ ہو گئی بھائی کی چاہ میں
ماموں پہ دونوں بھانجے قربان ہو گئے
پورے مری بہن کے سب ارمان ہو گئے

۲۰۵
جن بیٹوں کی پھوپھی کو دلاسا دو میری جاں　　دو فرش سوگ خیمہ میں بچھوا دو میری جاں
پرسانِ حال اُس کے ہو پرسا دو میری جاں　　ٹوٹے ہیں دو سہارے سہارا دو میری جاں
مہلت ہے جتنی سب کو حسینؑ آج روئے گا
ساماں ہمارے سوگ کا کچھ بھی نہ ہووے گا

۲۰۶
ناگاہ آئے قاسمؑ و عباسؑ نوحہ گر　　دونوں کے بر میں دلبرِ زینبؑ لہو میں تر
شہ بولے اِس ثواب کی ہم کو نہ کی خبر　　کی عرض کہہ گئے تھے یہ ہاتھوں کو جوڑ کر
فاتحہ امام کا نہ فراموش کیجیو
تکلیف لاش اُٹھانے کی اُن کو نہ دیجیو

۲۰۷
اتنے میں پردۂ درِ ماتم سرا اُٹھا — آتے ہی لاشے محشرِ آہ و بُکا اُٹھا
بکھرا کے بال مجمعِ اہلِ عزا اُٹھا — سجدہ سے سر نہ زینبؑ ناشاد کا اُٹھا
غش اُن کو جانماز بتولِ حزیں پہ تھا
تسبیح ہاتھ میں سرِ سجدہ زمیں پہ تھا

۲۰۸
شانہ ہلا کے فضّہ نے زینبؑ کو دی ندا — لو سر اُٹھاؤ شکر کا سجدہ کرو ادا
پوچھا کنیز زادے ہوئے شاہ پہ فدا — اُس نے کہا ثوابِ عزا تم کو دے خُدا
تیر و سناں سے صدر و جگر ہیں چھنے ہوئے
دو مسندوں پہ لیٹے ہیں دولھا بنے ہوئے

۲۰۹
بچپن کی موت کا ہے پسینہ جبین پر — یٰسین کا ہے خاتمہ دو ایک مبین پر
شانوں سے بہہ رہا ہے لہو آستین پر — اِس آس پر رگڑتے ہیں ماتھا زمین پر
کہہ دو کہ حق ادا ہوا اِن حق شناسوں سے
راضی ہوئی مَیں شاہِ نجف کے نواسوں سے

۲۱۰
سُننا تھا یہ کہ شکر کے سجدے ادا کیے — اُٹھی شہید بیٹوں کی تعظیم کے لئے
لے کر بلائیں تلووں پہ بوسے بہت دیے — چلائی بالمشافہ ارشاد کیجیے
نامنصفی نہیں ہے مِرے خاندان میں
راضی جناں میں فاطمہؑ ہے میں جہان میں

۲۱۱
تحسین اے خُدا و پیمبر کے محسنو — اے فاطمہؑ کے محسنو حیدرؑ کے محسنو
ہاشمؑ کے اور حمزہؓ و جعفرؑ کے محسنو — کُنبہ کے محسنو مِرے گھر بھر کے محسنو
اکبرؑ کی ماں ہوں اور مَیں زہراؑ کی پیاری ہوں
پر حشر تک اب آج سے لونڈی تمھاری ہوں

۲۱۲

سودا خدا کی راہ میں تم نے عجب کیا　　ماموں پہ جان دے کے مجھے مول لے لیا

واقف ہے اس گھڑی مری نیت سے کبریا　　دل سے تمھیں خط اپنی کنیزی کا لکھ دیا

لوگو گواہ رہیو میں نادار بک گئی

بیٹوں کے ہاتھ زینبِ ناچار بک گئی

۲۱۳

باور نہ ہو تو مجھ پہ تم اتنا کرم کرو　　اُٹھو خطِ کنیزیٔ زینبؑ رقم کرو

زیبِ رقم گواہیٔ اہلِ حرم کرو　　اور خاتمہ پہ مُہرِ امامِ اُمم کرو

کہنا وہ خط دکھا کے علی کو بہشت میں

یہ بھی لکھا تھا خادموں کی سرنوشت میں

۲۱۴

پوچھیں جو وہ کہ تم نے سلوک ایسا کیا کیا　　جس کے صلے میں خط کنیزی عطا کیا

کہیو سر اُن کے بھائی پہ ہم نے فدا کیا　　اِک شمّۂ حقوقِ امامت ادا کیا

اُس کو بہت حسینؑ کی خاطر عزیز ہے

سبطِ نبیؐ کے فدیوں کی زینبؑ کنیز ہے

۲۱۵

اجب ہر اِک کنیز پہ ہیں مالکوں کے کام　　مالک مِرے سدھارتے ہیں کام ہے تمام

خدمت کروں گی کس کی ہیں ناکام صبح و شام　　پیارو تمھاری لونڈی کا ہے بے نصیب نام

اب کھُل گیا نصیب میں جُز رنج و غم نہیں

ماتم کے بعد پھر ہو خوشی ایسے ہم نہیں

۲۱۶

تھرا کے عینِ غش میں یہ بولے وہ دل کباب　　قربان خاکساریٔ بنتِ ابو ترابؑ

توبہ یہ خانہ زادوں سے فرماتی ہیں جناب　　نزدیک ہے کہ شرم سے فدوی ہوں آب آب

آقا ہے کون ہم تو تمھارے غلام ہیں

ہاں ہے یہ فخر فدیۂ شاہِ انام ہیں

۲۱۷

لکھنا ہے تو یہ لکھئے کہ اہلِ وفا ہیں یہ — تشنہ گرسنہ عبدِ ذلیل خدا ہیں یہ
شاہد ہوں میں کہ سالکِ راہِ رضا ہیں یہ — اُمیدوارِ رحمتِ ربِّ ہُدا ہیں یہ
دو باتیں کیں جہاں میں عقبٰی کے چین کی
طاعت خدا کی اور غلامی حسینؑ کی

۲۱۸

کلثومؑ کو پکاری بہن کی مدد کو آؤ — اکبرؑ کو لاؤ کاغذ و کلک و دوات لاؤ
ان کی قبا ہٹا کے جراحت مجھے دکھاؤ — اکبرؑ تو لکھتے جائیں تم ایک ایک گنتی جاؤ
جس درجہ زخم ہیں بدنِ لالہ فام پر
قرآں پڑھوں گی اُتنے میں دونوں کے نام پر

۲۱۹

آئی ندائے غیب یہ ساماں نہ ہوئے گا — اِن پھولوں کے سوم میں بھی قرآں نہ ہوئے گا
قبروں پہ ایک شب بھی چراغاں نہ ہوئے گا — لاشوں پہ جز علیؑ کوئی گریاں نہ ہوئے گا
ہوگا سِوم شہیدوں کا کوچ اور مقام میں
چہلم کی صبح آئے گی زندانِ شام میں

۲۲۰

ناگہ کلیجہ تھام کے تڑپے وہ باوفا — کلثومؑ بولیں درد ہے زخموں میں کیا سوا
بولے حضور دل میں ہے اک درد لادوا — جو گرد سے سبھوں کو ہٹا دیجئے ذرا
کم کم ابھی ہے موت کی لُکنت زبان میں
کچھ ہم کہیں گے والدہ صاحب کے کان میں

۲۲۱

یہ سُن کے پیٹتے ہوئے سادات ہٹ گئے — اِک یاس کی چُھری سے جگر سب کے کٹ گئے
ہے ہے حسینؑ کہہ کے یہ ماں سے لپٹ گئے — اور عرض کی کہ سب کے مقدر اُلٹ گئے
پھر چپکے چپکے کان میں بھی کچھ بیاں کیا
زینبؑ نے پیٹ پیٹ کے محشر عیاں کیا

۲۴۲ سب نے سرِ حسینؑ کی زینبؑ کو دی قسم — بیٹوں نے کیا کہا کہ ہوا یہ قلق یہ غم
بولی کوئی گھڑی میں یہ گھر ہے نہ تم نہ ہم — کہتے ہیں جب جگر پہ لگے نیزۂ ستم
نانی نے آکے لاشوں پہ حالت تباہ کی
مُنھ پیٹا بال نوچے کفن پھاڑا آہ کی

۲۴۳ جب خوب رو چکیں تو کئے یہ غضب کے بین — فریاد بعد فوج کے ہے نوبتِ حسینؑ
اماں تمام گھر کا ہے ماموں کے دم سے چین — اب آپ کے حوالے ہے زہراؑ کا نورِ عین
یاں موت چھین لے گی شہِ مشرقین کو
لے جائیے مدینہ میں آقا حسینؑ کو

۲۴۴ نشتر لگا رہے ہیں دلِ بے قرار میں — وہ بات کہتے ہیں جوں ہی اختیار میں
انکار مصلحت نہیں اس انتشار میں — ہوئے گی ان کی دل احتضار میں
کیا بس معاملے ہیں خدا و رسولؐ کے
کچھ ہو چھری پھرے گی جگر پر بتولؑ کے

۲۴۵ اکبرؑ پکارے ہم سے کہو کیا ہے التماس — ماموں کے عاشقو پھوپھی اماں ہیں بے حواس
ہم ہیں سپیر امام کی پھر کیا تمھیں ہراس — دے کر دعائیں کہنے لگے وہ خداشناس
ماموں کو لے کے آپ مدینے میں جائیں گے
یہ بولے ہاں ابھی جو رضا اُن کی پائیں گے

۲۴۶ یہ سُن کے مطمئن ہوئے وہ غازی و غنی — منکا ڈھلا نہ اشک بہے وقت جاں کنی
لو کان کی مُڑی نہ پھری مُنھ پہ مُردنی — پتھرانا کیسا آنکھ میں دونی تھی روشنی
مرتے ہوئے غضب کی دلیری دکھاتے تھے
رگ رگ سے دم نکلتا تھا اور مُسکراتے تھے

۲۲۷
پھر اپنے خوں میں کلمے کی اُنگلی کو کرکے تر	کچھ لکھ کے دست چپ کی ہتھیلی پہ کی نظر
کیا دیکھتی ہیں حضرتِ زینبؑ جھکا کے سر	لکھا ہے اسم اقدسِ شبیرؑ نامور
دیکھا کیے حسینؑ کا نام اور مر گئے
آئی ندا کہ خاتمہ اُلفت کا کر گئے

۲۲۸
بیٹے عمامہ پھینک کے لاشوں پہ شاہِ دیں	بیٹوں کو لوٹنے سے لرزنے لگی زمیں
اکبرؑ نے در پہ خیمہ کے ٹکرائی یوں جبیں	دوڑے سروں کو کھول کے اصحاب خوش یقیں
اکبرؑ پکارے عونؑ و محمدؑ گزر گئے
ہمشیر زادے قبلہ و کعبہ کے مر گئے

۲۲۹
لو حاضرین بزمِ غمِ بادشاہِ دیں	کہتی ہیں تم سے فاطمہؑ بیکس و حزیں
تم میرے باپ کے کلمہ گو ہو یا نہیں	بیٹو کہ مر گئے مری زینبؑ کے مہ جبیں
پُرسا دو خاتمہ ہوا میرے نواسوں کا
مظلوموں کا غریبوں کا بھوکوں کا پیاسوں کا

۲۳۰
بس خامۂ دبیرؔ یہ دفتر ہے ناتمام	اس تپ میں ایسی نظم یہ ہے شکر کا مقام
قربان بندہ پروریٔ خالقِ انام	اِک شمہ اس کے شکر کا مشکل ہے لاکلام
تائید تیری طبع پہ یہ ذوالمنن کی ہے
تائید ذوالمنن کی مدد پنجتن کی ہے

———.•.•.•.———

مرثیہ (۵)

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے
رَن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے
ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدرؑ کے پسر کو
جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

طبل و دہل و بوق کو سکتہ ہوا ڈر سے
اک بار اُڑے تاج ہما شاہوں کے سر سے
خنجر گرے کھل کھل کے شجاعوں کے کمر سے
تائب ہوئے مریخ و زحل فتنہ و شر سے
خورشید و مہ نو نے کہا چرخِ بریں پر
اب کھول کے رکھ دو سپر و تیغ زمیں پر

ہیبت سے ہیں نہ قلعہء افلاک کے در بند
جلاد فلک بھی نظر آتا ہے نظر بند
وا ہے کمرِ چرخ سے جوزا کا کمر بند
سیارے ہیں غلطاں صفتِ طائرِ پر بند
رنگت پہ عطارد سے قلم چھوٹ پڑا ہے
خورشید کے پنجہ سے علم چھوٹ پڑا ہے

خود فتنہ و شر پڑھ رہے ہیں فاتحہء خیر
کہتے ہیں انا العبد لرز کر صنمِ دیر
جان غیر بدن غیر مکاں غیر مکیں غیر
جُز رنگِ رُخ فوج نہ اڑتا تھا کوئی طیر
سکتے میں فلک خوف سے مانند زمیں ہے
جز طالعِ اعدا کوئی گردش میں نہیں ہے

شہ
چمکا کے مہ و خور زر و نقرے کی عصا کو — سرکاتے ہیں بے پیر فلک پشت دوتا کو
عدل آگے بڑھا حکم یہ دیتا ہے قضا کو — ہاں باندھ لے ظلم و ستم و جور و جفا کو
گھر لوٹ لے بغض و حسد و کذب و ریا کا
سر کاٹ لے مکر و حسد و طمع و دغا کا

شہ
ہر بند کھلا قبر میں رستم کے کفن کا — اور چرخ پہ ڈھلنے لگا بہرام کا منکا
تھا ہوش تہمتن کو نہ اپنے سر و تن کا — نام اُڑ گیا مہروں سے سلاطین زمن کا
جس شیر نے شیروں سے سدا پنجہ کیا ہے
جنگاہ میں آج اُس نے قدم رنجہ کیا ہے

شہ
نہ چرخ کے سو دورے نہ اک رخش کا کاوا — دیتا ہے سدا عمر رواں کو یہ بھلاوا
یہ قسم ہے ترکیب عناصر سے علاوا — اللہ کی قدرت ہے نہ چھل بل نہ چھلاوا
طاؤس ہے سیماب ہے عنقا ہے ہوا ہے
آہو ہے فرشتہ ہے پری ہے کہ ہما ہے

شہ
اس رخش کو عباسؑ اُڑاتے ہوئے آئے — کوسِ لمن الملک بجاتے ہوئے آئے
اک تیغ نگہ سب پہ لگاتے ہوئے آئے — تکبیر سے سوتوں کو جگاتے ہوئے آئے
کھینچے ہوئے غصے سے ہر ابرو کی کماں کو
اور تانے ہوئے پلکوں کی ایک ایک سناں کو

ہو
ناگاہ ہوا غل کہ علمدار وہ آیا — لختِ جگرِ حیدرؑ کرار وہ آیا
قہر و غضب حضرت جبار وہ آیا — فرزند پیمبرؐ کا مددگار وہ آیا
اب جانوں کے بچنے کا کوئی طور نہیں ہے
عباسؑ ہے عباسؑ کوئی اور نہیں ہے

۱۰ لکھا ہے مورخ نے کہ اک گرد دلاور ہفتم سے فرو کش تھا میانِ صفِ لشکر
روئیں تن و سنگین دل و بد باطن و بدبر سر کر کے مہم نیزوں پہ لایا تھا کئی سر
حاضر یہ جلو فوج تھی ڈنکا تھا نشاں تھا
جاگیر کے لینے کو سوئے شام رواں تھا

۱۱ تقدیر جو اس کو شب ہفتم یہاں لائی خلوت میں عمر نے یہ اُسے بات سُنائی
سادات سے درپیش ہمیں بھی ہے لڑائی واں پنجتن چند یہاں ساری خُدائی
ہم کو تو نہ اکبر کا نہ شبیرؑ کا ڈر ہے
دو لاکھ کو اللہ کی شمشیر کا ڈر ہے

۱۲ بولا وہ لرز کر کہ ہوا مجکو بھی وسواس شمشیرِ خُدا کون عمر بولا کہ عباسؑ
وہ بولا کہ پھر بچنے کی کیونکر ہے تجھے آس یہ بولا کہ دو روز سے عباس کو ہے پیاس
ہم بھی ہیں سپاہی نہیں ڈرتے ہیں کسی سے
پر روح لرزتی ہے تو عباسؑ علیؑ سے

۱۳ یہ ذکر تھا وہ شیر جو میدان میں آیا اُس گبر کو چپکے سے عمر نے یہ سُنایا
اندیشہ تھا جس شیر کا لے دیکھ وہ آیا اُس گبر نے مُنہ فوج کی جانب سے پھرایا
دیکھا تو لرز کر کہا اُس اہل جفا سے
بندے سے لڑاتا ہے ویا قہر خُدا سے

۱۴ پھر اسلحہ سجنے لگا وہ گبر ستمگار اور پیک اجل آیا کہ ہے قبر بھی تیار
خنجر لیا مُنہ دیکھنے کو اور کبھی تلوار مثلِ ورمِ مرگ چڑھا گھوڑے پہ اک بار
غصے کی حرارت تھی عجب طبع لعیں میں
جو بیٹھتے ہی آگ لگی خانہ زیں میں

۱۵
اس طنطنہ سے زین پہ وہ نخوت سیر آیا ‏ ‏ جو سایہ کو بھی ساتھ سے اس کے حذر آیا
گرد اپنے لئے نیزوں پہ کشتوں کے سر آیا ‏ ‏ جو دیکھ کے سب فوج کا منھ کو جگر آیا
زندہ بھی پئے سیر نہ کچھ رن میں کھڑے تھے
سو مردوں کے نیزوں پہ تماشے کو چڑھے تھے

۱۶
نیزے کو ہلایا کبھی ترچھا کبھی آڑا ‏ ‏ پڑھ پڑھ کے رجز باغ فصاحت کو اُجاڑا
ظالم نے کسی پُشت کے مردوں کو اکھاڑا ‏ ‏ بولا مری ہمت نے جگر شیروں کا پھاڑا
ہم پنجہ نہ رُستم ہے نہ سہراب ہے میرا
مرحب بن عبدالقمر القاب ہے میرا

۱۷
فتراک میں سر باندھتا ہوں پیل دماں کا ‏ ‏ پنجہ میں سدا پھیرتا ہوں شیر ژیاں کا
نظارہ ذرا کیجیے ہر شاخ فساں کا ‏ ‏ اس نیزے پہ وہ سر ہے فلاں ابن فلاں کا
جو جو تھے یلان کہن اس ذرّۂ نو میں
تن اُن کے تہ خاک میں سر میری جلو میں

۱۸
انساں کا کیا حوصلہ جو مجھ سے کرے جنگ ‏ ‏ جنات کے رُخ کا مری دہشت سے اُڑا رنگ
ہنگام وغا دیو فلک مجھ سے ہے دل تنگ ‏ ‏ اک وار میں دو شیر کو کرتا ہوں میں پو رنگ
بہمن کو میں اور گیو کو ہوں مور سمجھتا
میں رُستم دستاں کو ہوں کمزور سمجھتا

۱۹
یاں سیف زباں سیف الٰہی نے علم کی ‏ ‏ فرمایا مرے آگے یہ تقریر ستم کی
گر منھ سے کہا کچھ تو زباں صاف قلم کی ‏ ‏ کونین نے گردن مری دروازے پہ خم کی
طاقت ہے ہماری اسداللہ کی طاقت
پنجے میں ہمارے ہے یداللہ کی طاقت

و یہ تو خدا جانتا ہے شمس و قمر کو ہے شب میں زوال ایک کو اور ایک سحر کو
ہم چاہیں تو سرسبز کریں خشک شجر کو معلوم مری قدر ہے ہر جن و بشر کو
جب قبلے کو ہم نے رُخِ اُمید پھرایا
مشرق کی طرف شام کو خورشید پھرایا

بدالقمر نحس کا تو داغ جگر ہے میں چاند علی کا ہوں تجھے کچھ بھی خبر ہے
و کفر ہے میں دین ہوں میں خیر تو شر ہے میں مالکِ فردوس ہوں تو اہلِ سقر ہے
تو غول بیاباں میں سلیمان علی ہوں
تو روبہ ہے میں شیر نیستان علی ہوں

رحب ہے تو ہم مرحب و اتیر کے کشندے عنتر کے کشندے ہیں اور اژدر کے درندے
اژدر کے درندے ہیں تو خیبر کے کشندے خیبر کے کشندے ہیں تو لشکر کے برندے
لشکر کے برندے ہیں تو شمشیرِ خدا ہیں
شمشیرِ خدا ہیں سپرِ آلِ عبا ہیں

ا ہوں کا چراغ آتے ہی گل کر دیا ہم نے ہر جا عملِ ختم رُسل کر دیا ہم نے
ندق پہ درِ قلعہ کو پل کر دیا ہم نے اک جزو تھا کلمہ اُسے کل کر دیا ہم نے
کیا جانے یہ تو سب شرفِ آلِ عبا ہیں
وہ ہیں نہ جدا ہم سے نہ ہم اُن سے جدا ہیں

ں ناری کو غازی کی رجز پر حسد آیا یوں جل کے پئے حملہ وہ ملعون پھر آیا
یا کہ سقر سے عمر عبد ود آیا اور لرزے میں مرحب بھی میانِ لحد آیا
نفرین پیمبرؐ نے کی تحسین عمر نے
مجرا کیا عباسؑ کو یاں فتح و ظفر نے

۲۵
غل تھا کہ دلِ آلِ عبا توڑے گا مرحب بند جگرِ شیرِ خدا توڑے گا مرحب
اور بازوے شاہِ شہدا توڑے گا مرحب گوہر کو تہِ سنگ جفا توڑے گا مرحب
یہ خار وہ گل ہے یہ خزاں ہے وہ چمن ہے
وہ چاند یہ عقرب ہے وہ سورج یہ گہن ہے

۲۶
یوں بڑھ کے لعینوں نے شہِ دیں کو پکارا لو لوٹتا ہے دست زبر دست تمھارا
اب دیکھنا مرحب نے اُسے جاں سے مارا سر اُس نے ہزاروں کا ہے تن پر سے اُتارا
آفت کا ہوا سامنا عباس علی سے
اب تک نہیں منہ پھیرا ہے مرحب نے کسی سے

۲۷
شہ نے کہا کیا روحِ علی آئی نہ ہوگی کیا روحِ حسن قبر میں چلائی نہ ہوگی
جنت میں خبر فاطمہؑ نے پائی نہ ہوگی کیا روحِ نبیؐ خلد میں گھبرائی نہ ہوگی
اعدا پہ عیاں زورِ خدا کرتے ہیں عباسؑ
سن لینا ابھی جنگ میں کیا کرتے ہیں عباسؑ

۲۸
یہ کہہ کے گئے خیمے میں پھر سبطِ پیمبرؐ بہنوں سے کہا مانگو دعا ہاتھ اُٹھا کر
مرحب مرے عباس کے آیا ہے برابر سب اہلِ حرم نے کہا اے خالقِ اکبر
یہ غم نہ دکھانا تو شہنشاہِ اُمم کو
مرحب پہ ظفر دیجیو سقاے حرم کو

۲۹
اس عرصے میں چلے کئے مرحب نے وہاں چار پر ایک بھی اس پنجتنی پر نہ لگا وار
آڑی ہوئی تلوار تو ناری ہوا ناچار بیکار ہوا اس کا ہر اک بازوے بیکار
تب تیغ کو جھنجھلا کے رُخِ پاک پہ کھینچا
تھرا کے یہ اُٹھا تو الف خاک پہ کھینچا

۳۰
تلوار جو عاری ہوئی حضرت کی سپر سے ظالم نے لیا خنجرِ ہندی کو کمر سے
خنجر تو ادھر سے چلا تلوار اُدھر سے اس وقت ہوا آ نہ سکی بیچ میں ڈر سے
اسوار کے سر پر جو پڑی ہانپ کے بیٹھا
تھرا کے یہ اُٹھے تو فرس کانپ کے بیٹھا

۳۱
اُس تیغ نے سرکش کے جو ترکش میں کیا گھر غل تھا کہ گرا برج کبوتر میں وہ اژدر
پر تیروں کے کٹ کٹ کے گرے مثل کبوتر ظالم ہوا مضطر صفتِ طائرِ بے پر
ناری نے نہ پھر نیزہ و تلوار سنبھالی
اک ہاتھ سے سر ایک سے دستار سنبھالی

۳۲
اک وار میں اُس دست ستمگار کو کاٹا خود و زرہ و بکتر و خونخوار کو کاٹا
پُرزے کئے اسوار کے رہوار کو کاٹا اک شور ہوا نور سے کیا نار کو کاٹا
خرمن پہ جفاکار کے کیا آگئی بجلی
یہ کوندی کہ بے پیر کو بس کھا گئی بجلی

۳۳
بجلی گری بجلی پہ اجل آئی اجل پر اک زلزلہ طاری ہوا گردوں کے محل پر
سیارے ہٹے کر کے نظر تیغ کے پھل پر مریخ گرا شمس پہ اور شمس زحل پر
چہرہ نہ کیا سامنے سورج کی چمک نے
خود دانتوں سے تاروں کے زمیں پکڑی فلک نے

۳۴
غازی نے کہا بس اسی فن پہ تجھے تھا ناز سیکھا نہ یداللّٰہیوں سے جنگ کا انداز
پر کھینچی اس انداز سے تیغ شرر انداز جو میان کے بھی مُنہ سے ذرا نکلی نہ آواز
یاں تیغ کو دہشت سے کیا میان نے خالی
واں قالبِ اعدا کو کیا جان نے خالی

۳۵
خنجر کو جو کاٹا تو نہ ٹھہری وہ تبر پر ٹھہری نہ سپر پر تو وہ سیدھی گئی سر پر
سیدھی گئی سر پر تو وہ تھی قلب و جگر پر تھی قلب و جگر پر تو وہ تھی صدر و کمر پر
تھی صدر و کمر پر تو وہ تھی دامنِ زیں پر
تھی دامنِ زیں پر تو نہ گھوڑا تھا زمیں پر

۳۶
دو کرتی ہوئی گردن بدکیش سے نکلی ارواح صفت جسم بد اندیش سے نکلی
مچھلی کی طرح بازوے دل ریش سے نکلی آڑی کبھی ہو ہو کے پس و پیش سے نکلی
دم سینے میں کافر کے رُکا اور یہ الگ تھی
دو ہو گئے وہ دو سمت لڑا اور یہ الگ تھی

۳۷
ایماں نے اُچھل کر کہا وہ کفر کو مارا حوروں سے نبی بولے یہ ہے فخر تمہارا
قدرت نے صدا دی کہ یہ ہے زور ہمارا حیدرؑ نے کہا یہ مری پتلی کا ہے تارا
پروانہ شمع رُخِ تاباں ہوئی زہراؑ
محسن کو لئے گود میں قرباں ہوئی زہراؑ

۳۸
اس صف پہ گری تیغ سمٹ کر اُسے مارا سیدھی گری اُس پر تو اُلٹ کر اُسے مارا
ہٹ کر اُسے مارا تو پلٹ کر اُسے مارا بڑھ کر اُسے مارا کبھی گھٹ کر اُسے مارا
اللہ ری صفائی کہ ذرا خون نہ بھرا تھا
یہ کاٹ کے نکلی بھی تو سر تن پہ دھرا تھا

۳۹
توسن نے کہا دیکھ میں بجلی ہوں ہوا ہوں تلوار پکاری کہ میں آفت ہوں بلا ہوں
وہ بولا میں طاؤس ہوں عنقا ہوں ہما ہوں ہنس کر یہ کہا تیغ نے میں قہر خدا ہوں
گھوڑے نے کہا لاشوں کو میں روند کے نکلوں
شمشیر پکاری میں کدھر کوند کے نکلوں

۴۰ اُس برق نے جو رنگ سرِ قاف کیا تھا   ہر قاف میں گھر تیغ نے ناقاف کیا تھا
منصف نے عجب طرح کا انصاف کیا تھا   مطلع پئے خورشید علی صاف کیا تھا
جب خون میں ڈوبی ہوئی انبوہ سے نکلی
تھا شور کہ وہ لال پری کوہ سے نکلی

۴۱ کٹتا ہوا دریا میں دلاور جو در آیا   دی خضر نے آواز علیؑ کا پسر آیا
دریا میں ہوا شور کہ عالی گہر آیا   تھی دھوم ترائی میں کہ وہ شیر نر آیا
سکتہ یہ ہوا خضر کو الیاس نے دیکھا
پانی کو اُتر گھوڑے سے عباس نے دیکھا

۴۲ سوکھے ہوئے مشکیزہ کا پھر کھولا دہانہ   اور بھرنے لگا جھک کے وہ سرتاج زمانہ
اعدا نے کیا دور سے تیروں کا نشانہ   اور چوم لیا حیدرِ کرارؑ نے شانہ
فرمایا کہ کیا کیا مجھے خوش کرتے ہو عباسؑ
پانی مرے پوتے کے لئے بھرتے ہو عباسؑ

۴۳ دریا سے جو نکلا وہ یداللہ کا جانی   غُل پڑ گیا وہ ابرِ کرم لے چلا پانی
سقای سکینہ کی یہ کی مرتبہ دانی   بس آن کے سب ٹوٹ پڑے ظلم کے بانی
قبریں نبیؐ و حیدرؑ و زہراؑ کی ہلا دیں
سب برچھیوں کی نوکیں کلیجے سے ملا دیں

۴۴ وا حسرت و دردا کسی بے پیر نے آکر   اِک گرز لگایا کہ جھُکے خوں میں نہا کر
یہ سانحہ دیکھا جو درِ خیمے پہ جاکر   زینبؑ نے کہا ہاتھ سوئے قبلہ اُٹھا کر
اے ربِ ہدا شہ کی فدائی کو بچانا
شہ نے کہا یارب مرے بھائی کو بچانا

۴۵
واں حشر ہوا کٹ گئے بازوے علمدار — بے رنگ ہوا سنبلِ گیسوئے علمدار
ہنستے ہوئے آئے تھے عدو سوئے علمدار — ٹکڑے ہوئے آئینہ پہلوئے علمدار
تھے شیر ترائی کی طرف پھر پڑے عباسؑ
یا حیدرِ کرار کہاں گر پڑے عباسؑ

۴۶
دی سید بیکس کو ندا وقت مدد ہے — یا شاہ غریب الغربا وقت مدد ہے
دُنیا سے یہ جانباز چلا وقت مدد ہے — اے روح سعادت کے ہما وقت مدد ہے
یا سبط رسول الثقلین آئیے جلدی
فدوی ہے سرِ راہ حسین آئیے جلدی

۴۷
اس قہر کی آواز نے دل شہ کا ہلایا — عمامے کو اپنے سرِ اقدس سے گرایا
رو رو کے قدم جانبِ جنگاہ بڑھایا — اس طرح سے رو رو کے تب اکبر کو سُنایا
لو ماہ نبی ہاشمی آئے ہیں ادھر کو
گھیرا ہے کسی نحس ستاروں نے قمر کو

۴۸
چلائی سکینہ کہ خُدارا ارے لوگو — بتلاؤ نہیں ضبط کا یارا ارے لوگو
بابا کو ابھی کس نے پکارا ارے لوگو — کیا میرے چچا جان کو مارا ارے لوگو
نکلوں تو خفا ہوتے ہوئے آئیں گے بابا
سر ننگے مجھے دیکھ کے جھنجھلائیں گے بابا

۴۹
پھر دھوم ہوئی مار لو یہ جانے نہ پائیں — صورت شہِ مظلوم کو دکھلانے نہ پائیں
آئیں جو حسین ابن علی آنے نہ پائیں — غنچے چمنِ زخم کے مرجھانے نہ پائیں
مہلت کوئی دم شہ کے فدائی کو نہ دینا
ہاں کاٹ کے سر بھائی کا بھائی کو نہ دینا

سُن کر یہ سخن فوج کا تھرا گئے شبیرؑ شمشیر تڑپنے لگی جھنجھلا گئے شبیرؑ
کھینچے ہوئے تیغِ دو زباں آگئے شبیرؑ سرکا کے سبھوں کو لبِ دریا گئے شبیرؑ
بند آنکھیں کیے بیکس و بے یاس کو دیکھا
غش میں شہِ مظلوم نے عباس کو دیکھا

۱۵۱
دیکھا کہ جبیں ریگ بیاباں سے بھری ہے پہلو میں چھدی مشک سکینہ کی دھری ہے
خورشید ید اللہ چراغِ سحری ہے پیکان تو بس پُشت ہے سینہ میں دھری ہے
تڑپے جو علمدار سنبھالا شہِ دیں نے
منہ پھیر کے پھر تیر نکالا شہِ دیں نے

۱۵۲
جُھک جُھک کے شگافِ سرِ صفدر کبھی دیکھا خوں پونچھ کے بازوئے دلاور کبھی دیکھا
پہلوئے علمدار دبا کر کبھی دیکھا پھر گرد رُخِ دلبرِ حیدر کبھی دیکھا
نالے کئے شبیرؑ نے غازی سے لپٹ کر
مُنہ مُنہ سے ملا خوب نمازی سے لپٹ کر

۱۵۳
ماتھے پہ دھرا ہاتھ ولی ابن ولی نے پہچان لیا شہ کو سعیدِ ازلی نے
ہنس کر یہ کہا حضرت عباس علی نے ممتاز کیا سبطِ رسولِ عربی نے
عباس شہنشاہ حجازی کے تصدق
اس پیار کے اس بندہ نوازی کے تصدق

۱۵۴
یہ کہتے ہی دُنیا سے سفر کر گئے عباسؑ شبیرؑ تو دیکھا کئے اور مر گئے عباسؑ
شہ بولے کہ پیاسے لب کوثر گئے عباسؑ ٹکڑے ہوئے اور خون میں بھی بھر گئے عباسؑ
کیا کیا نہ قلق دل پہ خجالت سے سہوں گا
پوچھیں گی تو کیا خیمے میں بھاوج سے کہونگا

بند ۵۵

جو نوحہ سُنا زوجۂ عباس کا اِک بار یہ کرتے تھے لاشہ سے علمدار کے گفتار

غل کیسا ہے مارے گئے کیا رن میں علمدار اے بیبیو رنڈسالے کا جوڑا کرو تیار

دریا پہ جو اب ہائے برادر کی صدا ہے

شہ روتے ہیں والی کو مرے قتل کیا ہے

بند ۵۶

پردیس میں آئی مرے بچوں کی تباہی میں رانڈ ہوئی دل مِرا دیتا ہے گواہی

کس کس سے لڑے دلبرِ ضرغام الٰہی یہ ایک اُدھر سر پہ ہیں دو لاکھ سپاہی

پیاسے پہ جو کوہِ غمِ جانکاہ گرا ہے

یا مشک چھدی یا علمِ شاہ گرا ہے

بند ۵۷

بچے مرے روتے ہیں لبوں پر ہے مری جان فضہ سے کہا پردے کا اس وقت نگہ رکھیاں

لا دے مرے والی کی خبر میں ترے قربان ہے ہے مجھے ماتم کا نظر آتا ہے سامان

دریا پہ ہیں یا شام کی بدلی میں نہاں ہیں

دیکھ آکے سکینہ کے چچا جان کہاں ہیں

بند ۵۸

تھا اب یہ مکرر کہ دُہائی ہے دُہائی فضہ گئی روتی ہوئی اور پیٹتی آئی

حیدرؑ کے بھرے گھر کی ہوئی آج صفائی سیدانیوں مارا گیا شبیر کا بھائی

ہر سمت نظر لشکرِ غم آتا ہے لوگو

عباس نہ آئیں گے علَم آتا ہے لوگو

بند ۵۹

پُرسے کے لئے آئیں گے اب سرورِ عالم حضرت کو ہے بھاوج کے رنڈاپے کا بڑا غم

رو دیں وہاں سب بیبیاں سر کھول کے باہم عباس کے خیمے میں بچھا دو صفِ ماتم

پردیس میں عمو سے چُھٹی ہائے سکینہ

تھاموں اسے ایسا نہ ہو مر جائے سکینہ

۶۰
ہوش اُڑ گیا بانو کا ہوا حال مکدّر　　سر کھول دیا پھینکی سرِ پاک سے چادر
نوحہ کیا عباس کے ماتم میں یہ رو کر　　ہے ہے مرے دیور مرے دیور مرے دیور
سقائے سکینہ مہِ تابان بہشتی
بھاوج ترے صدقے ترے قربان بہشتی

۶۱
اس حال سے بانو نے سکینہ کو جو دیکھا　　سر پیٹا کبھی اور کبھی سینے کو پیٹا
مادر سے یہ گھبرا کے کہا وائے دریغا　　اماں مرے عمو پہ ہے کیا حادثہ گذرا
اکبر کی قسم تم کو سفر کر گئے عباس
بانو نے کہا پیٹ کے سر مر گئے عباس

۶۲
ناگاہ علم شہ کا جھکتا ہوا آیا　　ماتم تھا کہ پنجہ بھی لچکتا ہوا آیا
مشکیزہ بھی پانی کا لٹکتا ہوا آیا　　اور خون پھریرے سے ٹپکتا ہوا آیا
لشکر کی جو زینب کو فضا لوٹ گئی تھی
صدمے سے علم کی بھی کمر ٹوٹ گئی تھی

۶۳
تھامے ہوئے دامان علم سبط پیمبرؐ　　خوں منہ پہ ملے چاک گریبان کھلے سر
دامن کو سنبھالے ہوئے چلاتے تھے اکبر　　حمزہ کی وفات آج ہوئی اُٹھ گئے حیدرؑ
عمو یہ تمامی ہوئی اس جاہ و حشم کی
بس آخری ہے آج زیارت بھی علم کی

۶۴
ڈیوڑھی پہ جھکا کر اُسے خیمے میں جو لائے　　سب اہل حرم زیر علم پیٹتے آئے
غل پڑ گیا ہے ہے اسد اللہ کے جائے　　مشکیزہ بھی تیروں سے چھدا زخم بھی کھائے
پیاسے رہے پانی نہ پیا نہر پہ جا کے
صدقے تری سقائی کے قربان وفا کے

۶۵
ناشاد سکینہ کا عجب حال تھا غم سے — ماں تھامتی تھی اور لپٹتی تھی علم سے
آنکھوں کو چُرلے ہوئے سلطان اُمم سے — چلاتی تھی فریاد چچا چھٹ گئے ہم سے
یہ تشنہ جگر قابلِ تعزیر ہے لوگو
کیوں پانی کو بھیجا مری تقصیر ہے لوگو

۶۶
اب کون مرے پیاسے کا غم کھائے گا ہے ہے — کون اب مرے مشکیزہ کو بھر لائے گا ہے ہے
کیا جانتی تھی بیچ یہ پڑ جائے گا ہے ہے — ڈوبا ہوا خون میں یہ علم آئے گا ہے ہے
روکو نہ کوئی واسطے دیتی ہوں خدا کے
اب جا کے میں سر پیٹوں گی لاشے پہ چچا کے

۶۷
اُس شور میں زینب سے کہا شہ نے کہ جاؤ — اب زیر علم زوجۂ عباسؑ کو لاؤ
زینب نے کہا بانوے بیکس کو بلاؤ — پہلے جو مناسب ہو تو رنڈسالہ پنھاؤ
تقدیر نے لوٹا اُسے آفت کے سفر میں
اک دن تھا کہ یہ بن کے دلھن آئی تھی گھر میں

۶۸
لے آئیں اُسے بیبیاں کرتی ہوئی زاری — چلائی سکینہ کہ چچا جان میں واری
دیکھو تو ذرا خون بھری مشک ہماری — وہ زیر علم خاک پہ گر کر یہ پکاری
مشکیزہ تو دیکھا یہ تنِ پاش کہاں ہے
بتلاؤ کہ وارث کی مرے لاش کہاں ہے

۶۹
یہ سُن کے اُٹھے خاک سے روتے ہوئے سرور — مسند پہ لٹایا علم اور ڈال دی چادر
بھاوج سے یہ فرمایا کہ اے بیکس و مضطر — مجبور تھا دریا سے انھیں لاتا میں کیونکر
لاشہ نہ اُٹھانا یہ وصیت تھی اخی کی
سمجھو کہ یہی لاش ہے عباس علیؑ کی

۴۰
پھر کر جو لگے دیکھنے وہ بیکس و ناچار	معلوم ہوا صاف کہ ہے لاش علمدار
دم گھٹنے لگا سینہ میں گھبرایا دلِ زار	تاریکی سی آنکھوں کے تلے چھا گئی اک بار
طاقت یہ نہ پائی کہ گرے جا کے علم پر
غش ہو گئے سر رکھ کے سکینہؑ کے قدم پر

۴۱
پھر غش سے ذرا ہوش جو اس بی بی کو آیا	زینبؑ نے اُسے دوڑ کے چھاتی سے لگایا
شبیرؑ نے تب خواہرِ بیکس کو بلایا	اور کان میں آہستہ یہ رو رو کے سنایا
بیوہ ہے زیادہ اسے تڑپاتی ہو زینبؑ
رنڈسالہ کا جوڑا نہیں پہناتی ہو زینبؑ

۴۲
زینب نے جو رنڈسالہ کے جوڑے کا سنا نام	رعشہ یہ ہوا غم سے لگے کانپنے اندام
رنڈسالہ پنہانے لگی جس وقت وہ ناکام	سادات کے رونے سے ہوا خیمہ میں کہرام
سب کہتے تھے مٹتا ہے نشان آج علیؑ کا
فرزند زبردست ہے احمد کے وصی کا

۴۳
تب رو کے یہ کی زوجۂ عباس نے تقریر	اے بیبیو تم میں تو نہیں بانوئے شبیر
سایہ نہ پڑے اُس پہ مراب کسی تدبیر	جیویں صد و سی سالہ شہِ بیکس و دلگیر
صد شکر کہ شوہر ہوا سرور پہ تصدق
اولاد مری اکبر و اصغر پہ تصدق

۴۴
روتی تھی بہت حضرت عباس کی دختر	فرمایا سکینہ نے بہن میرا مقدر
آیا ہے یہ غم دونوں کے حصے میں برابر	تو منہ پہ مرے خاک لگا میں ترے منہ پر
آفت میں گرفتار ہیں محبوس بلا ہیں
عباس علمدار کے ہم اہلِ عزا ہیں

ﷺ

جب خاک غزا دونوں نے ماتھے پہ لگائی　　اور ہائے علمدار کہا دھوم مچائی
حضرت کو مگر دیکھ کے واں تاب نہ لائی　　آخر چلے میداں کو شہ کرب و بلائی
طاقت نہ رہی ضبط کی سلطان اُمم کو
اللہ نگہبان کیا شہ کے حرم کو

ﷺ

خاموش دبیر اب کہ نہیں طاقت گفتار　　ہر مصرع برجستہ ہے سلکِ درِ شہوار
بے مثل ہے یہ مرثیہ بے منت تکرار　　جز عون علمدار یہ تقریر ہے دشوار
روشن ہے یہ سب پر کرم شاہ زمن سے
کیا گوہرِ مضمون نکلتے ہیں دہن سے

مرثیہ (۶)

۱ بانو کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے بچے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے پھرتی ہے آس پاس پہ جینے سے یاس ہے
کہتی تھی کیا کروں میں دہائی حسینؑ کی
پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

۲ فریاد یا علی میں کدھر جاؤں یا علی ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علی
کس طرح اُن کی سانس کو ٹھہراؤں یا علی پانی کا قحط ہے میں کہاں پاؤں یا علی
بچے کو آنکھ کھولی تھی اب کھولتے نہیں
روتے نہیں ہمکتے نہیں بولتے نہیں

۳ اک دم بھی ہائے غم سے نہیں انفراغ ہے تازہ ابھی جوانیِ اکبر کا داغ ہے
لو پھر گئی ہے کان کی گل یہ چراغ ہے کیا لوٹنے کو موت کے میرا ہی باغ ہے
اصغر کا پا تراب ہے اکبر سدھارے ہیں
کیا خاک میں ملانے کو میرے ہی پیارے ہیں

۴ میں کہتی تھی نجف میں انھیں لے کے جاؤں گی شاہِ نجف کا ان کو مجاور بناؤں گی
انگلی پکڑ کے گرد لحد کے پھراؤں گی ہے ہے انھیں کو قبر میں اب میں سلاؤں گی
منت کے طوق بڑھ چکے پر دان چڑھ چکے
یٰسین کا وقت آ گیا قرآن پڑھ چکے

۵ اب کس کی بامراد بڑھاؤں گی ہنسلیاں ہے ہے کرخت ہو گئیں یہ نرم انگلیاں
تیور بدل بدل کے پھراتے ہیں پتلیاں اب میرے لال باندھ نہیں سکتے مٹھیاں
باقی حواس پیاس سے معصوم کے نہیں
منہ میں انگوٹھے لیتے ہیں اور چوستے نہیں

۶ ہر دم سکینہ سامنے بھائی کے آتی ہے ہاتھوں میں لیکے اُن کے کھلونے دکھاتی ہے
سہلا کے ننھے تلوے یہ رو کر سُناتی ہے من جاؤ بھائی جان یہ بھینا مناتی ہے
کُڑھتی ہیں اماں آنکھ کو تم کھولتے نہیں
اللہ ہم پکارتے ہیں بولتے نہیں

۷ سر ننگے گرد جھولے کے سب کنبہ ہے بہم پھیلا رہے ہیں سمٹے ہوئے پاؤں کو حرم
تکیہ پہ سر ڈھلا ہوا رکھتے ہیں دمبدم چھاتی پہ ہاتھ رکھ کے کبھی دیکھتے ہیں دم
قرآن کی ہوا کبھی گھبرا کے دیتے ہیں
بانو کو دیکھتے ہیں تو مُنھ پھیر لیتے ہیں

۸ آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو لاؤ خُدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زباں کا حال سناؤ امام کو نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو
اکبر کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں

۹ حضرت لٹا رہے تھے وہاں لاشۂ جواں جو بے حواس بیبیوں کی یہ سُنی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں اکبر تمہاری لاش کا خالق نگاہباں
ہم خیمہ گہ میں جاتے ہیں اصغر بُلاتے ہیں
اُن کو بھی لا کے پاس تمہارے سُلاتے ہیں

۱۰ منھ پر جوان بیٹے کا تازہ لہو لگائے ماتم سرا میں گنجِ شہیداں سے شاہ آئے
جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہلبیت لائے بچّے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے
رو کر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے
سو اس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

١١ بیٹھے سرہانے جھولے کے شبیر سر جھکائے — اصغر کے کان سے لب معجز نما ملائے
چپکے سے کچھ کہا کہ وہ سنتے ہی مسکرائے — سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے
بولی سکینہ بابا نے مشکل کشائی کی
اماں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

١٢ ہاتھوں پہ لے چلے جو اسے شاہ اتقیا — بانو پکاری لونڈی کو صاحب جلا لیا
سیدانیوں کے پاؤں پہ پھر سر کو رکھ دیا — بولی خدا نے سب کی دعا سے کرم کیا
لب پر تبسم آنکھوں سے شہ کے نظارے ہیں
ہم تم کوئی نہیں انھیں بابا ہی پیارے ہیں

١٣ زینبؑ نے پوچھا شہ سے کہ اے فخر کائنات — کیا آپ نے کہا کہ جو چونکا یہ نیک ذات
شہ بولے ان کے دادا ہیں حلال مشکلات — اس بے زباں کے کان میں میں نے کہی یہ بات
چلتے ہو پہلوئے علی اکبر میں سونے کو
آتے ہو میرے شیعوں پہ قربان ہونے کو

١٤ جھولے سے اٹھ کے قتل کے میداں کو دیکھیے — کیا لعل و در ہیں گنج شہیداں کو دیکھیے
لوٹے ہوئے علی کے گلستاں کو دیکھیے — خنجر کے پھل کو غنچۂ پیکاں کو دیکھیے
یہ سن کے میری گود میں جھولے سے آئے ہیں
مقتل کو شوق تیر میں منہ کو پھرائے ہیں

١٥ بانو پکاری ان پہ تو سب رحم کھائیں گے — بچہ سمجھ کے پانی بھی دشمن پلائیں گے
شہ بولے جو نصیب میں ہوگا وہ پائیں گے — پہلے انھیں کے آگے انھیں لیکے جائیں گے
خاطر سے ان کی پانی کے سائل بھی ہوئیں گے
انجام کار یہ ہے کہ ہم ان کو روئیں گے

۱۶
بانو نے دی قسم کہ یہ فرمایئے نہیں گذری ہیں ایسے پانی سے لے جایئے نہیں
اب دل مرا نہ مانے گا سمجھایئے نہیں اصغر کو دیجئے مجھے رُلوایئے نہیں
شہ بولے اِن کو شیعوں سے پیار اکرو گی تم
جھولے میں موت آئے گی تو کیا کرو گی تم

۱۷
اب تو ضرور جائیں گے یہ رن میں جائیں گے پانی اگر ملے گا تو اِن کو پلائیں گے
جیتا خُدا جو لائے گا ہم لیکے آئیں گے پر عمر ہے جو کم ہی تو کیونکر بڑھائیں گے
بندے کا کچھ نہ زور نہ کچھ اختیار ہے
مختار موت و زیست کا پروردگار ہے

۱۸
سمجھانے پر حسینؑ کے بانو نے رو دیا دیکھا فلک کو یاس سے اور سر جُھکا دیا
لے کر بلائیں بیٹے کی پھر یہ بیان کیا داری سدھارو خیر جو مرضیِ کبریا
دیکھوں پھر آج کب تمھیں گودی میں لیتی ہوں
اللہ و پنجتن کی ضمانت میں دیتی ہوں

۱۹
اصغر کو لے چلے جو شہنشاہ بحر و بر مڑ مڑ کے اُس نے کنبہ پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جُھکا کے سر بانو پکاری پھیر کے مُنھ کو اِدھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو
اصغر سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو

۲۰
گھر سے نہیں چلے ہیں یہ دُنیا سے جاتے ہیں ننھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہیں
زینبؑ پکاری ہونٹوں کو تو بھی ہلاتے ہیں اتنے دنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں
وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ مارو تم
لو دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھارو تم

۲۱ ہاتھوں پہ لیکے اُس کو چلے شاہ اتقیا　　اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا　　اصغر پہ ماں نے ڈال دی اجلی سی اک ردا
چادر نہ تھی وہ چہرۂ پر آب و تاب پر
ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

۲۲ ہر اک قدم پہ سوچتے تھے سبطِ مصطفا　　لے تو چلا ہوں فوج عمر سے کہوں گا کیا
نے مانگنا ہی آتا ہے مجھکو نہ التجا　　منت بھی گر کروں گا تو وہ دیں گے کیا بھلا
پانی کے واسطے نہ سُنیں گے عدو مری
بچے کی جان جائے گی اور آبرو مری

۲۳ پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے　　چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
غیرت سے رنگ فق ہوا تھرا کے رہ گئے　　چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے
آنکھیں جُھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں
اصغر تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

۲۴ ماں نے بہت گلے سے لگایا نہ چُپ ہوئے　　گہوارے میں پھوپھی نے جھلایا نہ چُپ ہوئے
بہنوں نے گودیوں میں کھلایا نہ چُپ ہوئے　　رو رو کے سارے گھر کو رُلایا نہ چُپ ہوئے
واں اشکبار تھے تو یہاں بے قرار ہیں
پانی کے تم سبھوں سے یہ اُمیدوار ہیں

۲۵ گر میں بقول شمر و عمر ہوں گناہگار　　یہ تو نہیں کسی کے بھی آگے قصوروار
ششماہہ بے زبان نبی زادہ شیر خوار　　ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار
سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے
مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

۲۶

جز شیر اور کچھ نہیں ان کی غذا ابھی — نے گھٹنیوں چلے ہیں نہ مکتب ہوا ابھی
بابا کا نام بھی نہیں منہ سے لیا ابھی — یہ تو ہر ایک دین میں ہے بے خطا ابھی
کیا کام ان سے بغض ہے تم کو اگر مرا
جانو خدا کا بندہ نہ سمجھو پسر مرا

۲۷

یہ کون بے زبان ہے تمھیں کچھ خیال ہے — دُرِ نجف ہے بانوے بیکس کا لال ہے
لو مان لو تمھیں قسمِ ذوالجلال ہے — یثرب کے شاہزادے کا پہلا سوال ہے
پوتا علیؑ کا تم سے طلبگارِ آب ہے
دے دو کہ اس میں ناموری ہے ثواب ہے

۲۸

پھر ہونٹھ بے زبان کے چومے جھکا کے سر — رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پدر
باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر — سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
پھیری زبان لبوں پہ جو اُس نورِ عین نے
تھرا کے آسمان کو دیکھا حسینؑ نے

۲۹

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں — لی حرملہ نے شانہ سے دو ٹانگ کی کمان
ترکش سے چُن کے کھینچ لیا تیر جاں ستاں — جوڑا کماں میں تاک کے حلقوم بے زباں
چھُٹتے ہی حلق بچے کا چھیدا جو تیر نے
گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

۳۰

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ بلک گیا — سوکھے گلے میں خون بھرا دم اٹک گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ قامت سرک گیا — ٹوپی گری زمین پہ منکا ڈھلک گیا
ننھی کلائیوں میں تشنج سے بل پڑے
ہچکی سی آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

۳۱
...نہ آسماں سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا — دیکھا کہ پار حلق سے تیر جفا ہوا
...چہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا — یوں دیکھتا ہے جیسے کہ کوئی ڈرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اُگلتے تھے اب خون اُگلتے ہیں

۳۲
...و کر کہا لعینوں سے کیوں اے جوان و پیر — ہم نے کہا تھا کیا جو بھلا تم نے مارا تیر
...م سے کلام کرتا تھا میں یا کہ یہ صغیر — اس بے زبان نے تو نہ مانگا تھا آب و شیر
ثابت علی کے پوتے کی تم نے خطا نہ کی
تم نے ہمارے لال کی بھی کچھ حیا نہ کی

۳۳
...ہنس ہنس کے سب حسین کے رونے پہ ہٹ گئے — شہ نے وہ آہ کی کہ دو عالم اُلٹ گئے
...صغر ہمک ہمک کے پدر سے لپٹ گئے — ننھے سے ہاتھ پاؤں لرز کر سمٹ گئے
ہونٹوں پہ شہ کے ہونٹھ ملے اور گذر گئے
اک بوسہ مسکرا کے لیا اور مر گئے

۳۴
...لاشے کے مُنہ کو دیکھ کے کہنے لگے یہ شاہ — بیچارگی کا وقت ہے اصغر خدا گواہ
...اں ہے گی گھر میں باپ یہاں نرغۂ سپاہ — یہ ریگ گرم اور یہ بدن نرم آہ آہ
دل ساتھ نکلا پڑتا ہے کیونکر جُدا کروں
سونپوں کسے لٹاؤں کہاں آہ کیا کروں

۳۵
...ناگہ صدا یہ آئی کہ اے میرے بے دیار — تجھ پر بھی میں فدا ترے اصغر پہ بھی نثار
...رتے ہیں مومنوں کے جو اطفال شیر خوار — جنّت میں پالتی ہوں انھیں میں جگر فگار
اے وائے گر نہ پوتے کے کام آئے فاطمہؑ
واری کھڑی ہے گود کو پھیلائے فاطمہؑ

۳۶
اتنے میں بہر جنگ بڑھی فوج اشقیا   اصغر کو شہ نے پہلوئے اکبر میں رکھ دیا
اور دین کے ہلال کو دی مہر کی ضیا   پہنچا زبان تیغ سے بھی حکم کبریا
قربان ذوالجناں شہ دیں پناہ پر
غصہ تو پیچھے آیا یہ پہلے سپاہ پر

۳۷
محشر کے زلزلہ نے عناں آکے تھام لی   نصرت کے زلزلہ نے رکاب امام لی
چابک زن فلک نے کرن کی لگام لی   شامی تو کیا ہیں روز نے بھی راہ شام لی
حیرت کی شکل خوف سے جن و ملک بنے
دو پاؤں بھاگنے کو زمین و فلک بنے

۳۸
دریا تھا موج پر مگر اس آن چھپ گیا   کہسار میں یہ جا کے بیابان چھپ گیا
لشکر میں شمر ہو کے پریشان چھپ گیا   ڈر کر عمر کے قلب میں شیطان چھپ گیا
یاں موزہ واں علاحدہ دستار ہوگئی
آمد ہی میں یہ فوج کی رفتار ہوگئی

۳۹
دریا گھٹا حسام دو پیکر کے گھاٹ سے   زندوں نے کی تلاش کفن اس کے پاٹ سے
لشکر نے ہاتھ دھوئے لڑائی کے ٹھاٹ سے   اک دم بھی خیر سے نہ کٹا اس کے کاٹ سے
تلوار تھی کہ قہر خداوند پاک کا
طوفان ہوا کا آگ کا پانی کا خاک کا

۴۰
بو کی طرح دماغ میں آئی چلی گئی   مثل ہوا سروں میں سمائی چلی گئی
مانند شعلہ باگ اُٹھائی چلی گئی   آندھی کی طرح آگ لگائی چلی گئی
سینہ میں صاف آتی تھی اور صاف جاتی تھی
انداز دم کی آمد و شد کا دکھاتی تھی

۴۱ ظلمت میں آنے جانے میں آبِ حیات تھی — اور روشنی میں نیّرِ اعظم کی ذات تھی
تدبیر کرنے کو یہ قیامت کی رات تھی — منہ سے نکلنا اِس کے لئے ایک بات تھی
رن میں تو کافروں کے فقط حلق پر پھری
پر شہروں میں زبانوں پہ مثلِ خبر پھری

۴۲ سیدھی چلی یہ تیغ تو لشکر اُلٹ دیا — جیسے علیؑ نے بات سے خیبر اُلٹ دیا
پڑنے گئے رسالوں کے دفتر اُلٹ دیا — غصہ سے پھر پڑی تو مقدر اُلٹ دیا
جس دم تری نہ پشت پہ باقی رہا کوئی
جیسے پلٹ کے چوٹ کرے اژدہا کوئی

۴۳ ناگاہ شوقِ خلد کے دیدار کا ہوا — اور حوصلہ بزرگوں کے دیدار کا ہوا
ارمان ذوالجلال کے دربار کا ہوا — سر کو خیال ہدیۂ غفار کا ہوا
کی تیغ میان میں تو وہ بولی دہائی ہے
اب حشر تک علیؑ کے پسر سے جدائی ہے

۴۴ تصویر حادثوں کی دکھانے لگا خیال — دیکھا کہ ہے سکینہ کا منہ سیلیوں سے لال
ہوتے ہیں لاشۂ شہدا رن میں پائمال — بازاروں میں کھلے ہیں نبی زادیوں کے بال
بخشندہ قطارِ شتر کا جو پوتا ہے
وہ اونٹ کھینچ کھینچ کے بیہوش ہوتا ہے

۴۵ آئی ندا کہ یہ بھی تمہیں اب قبول ہے — پردیس میں اسیریٔ زینب قبول ہے
شہ نے کہا قبول ہے یا رب قبول ہے — اُمت کی ہو رہائی ہمیں سب قبول ہے
بابا کے شیعہ نانا کی اُمت عزیز ہے
اُن سے نہ گھر نہ کعبہ نہ حرمت عزیز ہے

مطلع

۴۶ برباد جب مرقع خیر النسا ہوا — اور اک قلم قلم چمنِ مرتضیٰ ہوا
پھر اقتلوا الحسین کا غُل جا بجا ہوا — سبطِ نبی پہ نرغۂ اہلِ جفا ہوا
خنجر قلق کا فاطمہ کے دل پہ پھر گیا
زہراؑ کا چاند فوج کے بادل میں گھر گیا

۴۷ ناگہ بلا کی طرح گرا لشکرِ جفا — خشکی میں اہلبیت کا گھر ڈوبنے لگا
اور اقتلوا الحسین کا غُل ہر طرف ہوا — اِک گھر کے ساتھ غرق ہوئے گھر ہزار ہا
اب تک محب سید عالی تباہ ہیں
والی ہوا شہید موالی تباہ ہیں

۴۸ نیزہ لگے جو سینہ میں تھرا کے رہ گئے — بیٹھا جو تیر ماتھے پہ تیورا کے رہ گئے
شکرِ خُدا زبان سے فرما کے رہ گئے — گرنے لگے تو ہاتھوں کو لٹکا کے رہ گئے
اکبرؑ نہ تھے جلو میں نہ عباسؑ پاس تھے
مظلوم بیچ میں تھا عدو آس پاس تھے

۴۹ سینہ پہ بھالے رکھ کے گرایا حسینؑ کو — جی بھر کے ظالموں نے ستایا حسینؑ کو
گرنے پہ خاک تودہ بنایا حسینؑ کو — ہے ظلم کی یہ حد کہ گرایا حسینؑ کو
یہ دیکھیو حواس شہنشاہ نیک کے
سجدے میں سر جھکا دیا ہاتھوں کو ٹیک کے

۵۰ آیا سرہانے تیغ بکف شمر روسیاہ — بولا گلا کہ میں ہوں پیمبرؐ کی بوسہ گاہ
دل نے کہا یہ سینہ ہے گنجینۂ الٰہ — بیٹھا وہ اُس جگہ کہ نہیں جائے شرح آہ
اس ظلم نو سے چرخ کہن کانپنے لگا
ایسا حسینؑ تڑپے کہ رَن کانپنے لگا

۵۱
ڈیوڑھی پہ آئے سب حرمِ بادشاہِ دیں — ہے ہے یہاں ہے کوئی مسلمان یا نہیں
چلائی پیٹ پیٹ کے یہ زینبِ حزیں — بیٹھا ہے کس بزرگ کے سینہ پہ یہ لعیں
اے ابن سعد سُن کہ نبی تیرا روتا ہے
تو دیکھتا ہے بھائی مرا قتل ہوتا ہے

۵۲
بولا عمر کہ روک لو خیمہ کا سامنا — اس ظلم سے بس اور بھی زینب کا دم گھٹا
اِک غول آکے خیمہ کے آگے کھڑا ہوا — فضّہ کو رَن میں بھیجا کہ حضرت کو دیکھ آ
مقتل کو وہ بڑھی تھی کہ چلا کے آہ کی
کٹتی تھی بوسہ گاہ رسالت پناہ کی

۵۳
زینب کے بال کھول کے رَن کو قدم بڑھائے — سیدانیاں بھی ساتھ چلیں گردنیں جھکائے
زینب پکاری ہائے مرے بھائی جان ہائے — بھیا پکار لو یہ بہن کس طرف کو آئے
بھیجوں کسے تلاش کو سب میرے مر گئے
آنکھیں بہن کی ڈھونڈھتی ہیں تم کدھر گئے

۵۴
کٹتی تھیں واں گلے کی رگیں کون دے جواب — ریتی پہ لوٹ لوٹ کے بولی وہ دل کباب
اے آسمان کہاں ہے حسینِ فلک جناب — اے آفتاب کیا ہوا زہرا کا ماہتاب
کہہ اے فرات پیاسوں کا سلطاں کدھر گیا
اے کربلا بتا ترا مہماں کدھر گیا

۵۵
ناگہ چلی عمر کی طرف رَن سے فوجِ شام — الفتح کی ندا ہوئی باجے بجے تمام
واں سے بڑھی نہ بھائی کی عاشق جو چند گام — بے سر ملا تڑپتا ہوا لاشۂ امام
جو جو قلق ہوئے تھے دمِ ذبح بھائی پر
وہ سب کے سب گذر گئے زہرا کی جائی پر

٥٦

ہر بی بی بال کھولے ہوئے خاک اڑاتی تھی — پر بانوے حسین کو کچھ بن نہ آتی تھی
جب سر کے کھولنے کیلئے ہاتھ اٹھاتی تھی — کچھ اپنے دل میں سوچ کے وہ ٹھہر جاتی تھی
چھریاں سی پھر رہی ہیں دلِ پاش پاش پر
اک آہ آسماں پہ تھی ایک لاش پر

٥٧

آخر تڑپ کے حضرت زینب کو دی صدا — اک دن وہ تھا کہ بخت ہوئے خواب میں رسا
جنت سے آئیں لونڈی کی ہیں اشرف النسا — سر گوندھا اور پھولنے پھلنے کی دی دعا
عاشق جو مجھ کو پایا شہِ مشرقین کا
دکھلا دیا جمال جنابِ حسینؑ کا

٥٨

اکبر کا صدقہ اب تو مرے کام آئیے — آخر ہوا سہاگ مرے کام آئیے
لونڈی کے بال کھول کے بیوہ بنائیے — بھابھی حسن کو روتی تھیں کیونکر بتائیے
رنڈسالہ میں طلب نہیں کرتی جناب سے
محروم تو نہ رکھئے عزا کے ثواب سے

٥٩

زینبؑ پکاری آؤ گلے سے لگاؤں میں — ماں نے دولھن بنایا تھا بیوہ بناؤں میں
آؤ جبیں پہ خاک ملوں نتھ بڑھاؤں میں — مانگو دعا زمیں پھٹے اور سماؤں میں
ہے ہے بچھڑ کے گور کنارے گئے حسینؑ
جیتی ہوں اور یہ سنتی ہوں مارے گئے حسینؑ

٦٠

بس اے دبیر بس کہ پریشاں ہے دل کا حال — کھلتے ہیں شاہزادیِ ایراں کے سر کے بال
ہر چند طبع پر ہے ہجومِ غم و ملال — شکوہ مگر کسی کا نہیں شکرِ ذوالجلال
برعکس ہے کوئی تو کوئی برخلاف ہے
آئینہ دل اپنا ہر اک رو سے پاک ہے

مرثیہ (۷)

۱
جب شامیوں میں صبح کی نوبت کا غُل ہوا ساماں قتل نائبِ ختمِ رسل ہوا
زینب کے گوش زد جو خروشِ دہل ہوا بولی چراغ اب مری اماں کا گل ہوا
کیا جلد رات چار پہر کی گذر گئی
اندھیر ہے یہ صبح ہوئی میں نہ مر گئی

۲
ثابت جو انتقال نجوم و قمر ہوا ماتم میں خاک دامنِ جیبِ سحر ہوا
پیدا کفن سفیدیٔ کا افلاک پر ہوا مشرق سے آفتاب عیاں ننگے سر ہوا
تھرائے آفتاب تجلّی فگن کے ہاتھ
انجم کے فاتحہ کو اُٹھائے کرن کے ہاتھ

۳
واں سینہ چاک چاند کے غم میں قمر کا تھا یاں دل دو نیم عترت خیر البشر کا تھا
در پیش ان کو داغ علی کے قمر کا تھا ہر دم یہ نوحہ زینبِ خستہ جگر کا تھا
کیا جلد رات چار پہر کی گذر گئی
اندھیر ہے یہ صبح ہوئی میں نہ مر گئی

۴
بیزار گیا اجل بھی ہے زینب کے نام سے بیٹھی تھی میں تو موت پہ تیار شام سے
پیدا ہوا سپیدہ میں بچھڑی امام سے بھیا گئے نماز کی خاطر خیام سے
شام آج کی حضوریِ بابا میں ہوئے گی
اب صبح کی نماز نہ دُنیا میں ہوئے گی

ش
کس گھر میں آج حشر بپا ہوگا صاحبو کس کا جہاز غرقِ فنا ہوگا صاحبو
جب دوپہر ڈھلے گی تو کیا ہوگا صاحبو کس کا بہ زیرِ تیغ گلا ہوگا صاحبو
بن بھائی کی جو زینبؑ و کلثومؑ ہوتی ہیں
پچھلے پہر سے فاطمہؑ جنگل میں روتی ہیں۔

ش
کل صبح یہ نمازی خیر النسا کہاں یہ کربلا کہاں یہ صفِ اتقیا کہاں
شورِ اذانِ اکبر گلگوں قبا کہاں کل صبح یہ موذنِ فوجِ خدا کہاں
مغرب کے وقت لوٹ ہے اور یہ خیام ہیں
مابین ظہر و عصر بہتّر تمام ہیں

ش
ناگہ چمک ہوئی درِ دولت پہ نور کی خیمہ کے تمتمہ کو ملی شمعِ طور کی
غُل پڑ گیا محل میں ہے آمد حضور کی اب سب سے ہے وداع امامِ غیور کی
بانو کی کورنش کے لئے سر جھکاتے ہیں
پردہ کرو جناب علمدار آتے ہیں

ش
اُس وقت چھپنے والوں میں محشر بپا ہوا بے پردگی کے واقعہ کا سامنا ہوا
بانو سے فضہ بولی کہ صاحب کو کیا ہوا اُٹھو میں واری در پہ ہے دیور کھڑا ہوا
یہ سُن کے وہ چھپی پہ نہ قابو جگر پہ تھا
خود گوشے میں تھیں گوشۂ چادر نہ سر پہ تھا

ش
بولی بلاؤ جعفر ثانی پہ میں فدا طاعت ہے حکم شرع کی پردہ ہے اُن سے کیا
ماں کہتے ہیں وہ مجھکو میں فرزند دل رُبا اور آج پردہ کیسا کہ ہونا ہے بے ردا
کل دوپہر کی دیر ہے قتلِ امام میں
پھر در بدر پھرو گی میں افواجِ شام میں

۱۰
بیٹھی تھی پردہ ڈالے جو بانوئے خوش لقب عباس کورنش کو جھکے واں بصد ادب
پوچھا سکینہ جان سے کیونکر کٹی یہ شب وہ بولی مثل ماہیٔ بے آب بے غضب
پوچھا کہ ہوشیار ہیں اب یا کہ سوتی ہیں
بانو پکاری روٹھی ہوئی تم سے روتی ہیں

۱۱
القصہ داخل ہوا خیمہ میں شاہ کا پردہ اٹھایا لونڈیوں نے بارگاہ کا
پیشِ نگاہ غُل ہوا روشن نگاہ کا پر ساتھ ہی سلام کے نعرہ تھا آہ کا
قبلہ حرم میں چار طرف کو امام تھے
سر خم تھے اور زبان سے جاری سلام تھے

۱۲
تب پردے کے تلے سے بڑھائے چچا نے ہات یاں سے بڑھی یہ کہہ کے وہ سرمایۂ حیات
بس بس نہ بے نصیبوں پہ فرماؤ التفات اللہ آج شب کو نہ پوچھی ہماری بات
دو وقت ملتے اور غضب کی عطش ہوئی
اماں سے پوچھئے کہ میں کئے بار غش ہوئی

۱۳
سوکھے لبوں کو چوم کے عباس نے کہا ایسا ہی کام تھا کہ نہ حاضر ہوا چچا
شبخوں کی فوج شام میں تھی شام سے بنا حضرت نے پاسبانیٔ سادات کی عطا
تا صبح گرد خیمۂ اہل حرم رہے
اس پردہ میں نثار تمھیں پر تو ہم رہے

۱۴
یاں دُرفشاں حسین نے یاقوت لب کئے دربار ذوالجلال کے کپڑے طلب کئے
زینب نے سر کو پیٹ کے نالے عجب کئے بولی سبھوں کے داغ نئے تم نے اب دئے
کیا خوب چار زخموں پہ مرہم لگاتے ہو
اک نام پنجتن کا ہے وہ بھی مٹاتے ہو

۱۵
بھائی حسینؑ آپ نہیں تو بہن کہاں	لاتی ہوں کپڑے پہنو یہ میرا کفن کہاں
میت کی قدر بعد شہ بے وطن کہاں	بہر جنازہ دوش امام زمن کہاں
دکھلائیے نہ خاتمۂ پنجتن مجھے
صدقہ نبی کے گور کا دے لو کفن مجھے

۱۶
رو کر حسینؑ بولے سنو حکم ذوالمنن	جس کا کہ بھائی ہم سا ہو بے یار و بے وطن
جائز ہے آپ غسل و کفن دے اُسے بہن	بھائی تو بہنوں کو نہیں پہناتے ہیں کفن
اُس کی تو ہے اُمید تمھیں سے بہن ہمیں
دُشمن ردا نہ چھینے تو دینا کفن ہمیں

۱۷
وہ بولیں کیا ردا بھی ستمگر اُتاریں گے	فرمایا ہاں بہن تری چادر اُتاریں گے
لوٹیں گے گھر سکینہ کے گوہر اُتاریں گے	اصغر کی ننھی لاش کا یہ سر اُتاریں گے
مغرب کے وقت دیکھ ہی لوگی جو ہوئے گا
سب ہوں گے بے حواس ہمیں کون روئے گا

۱۸
یہ سُن کے تو شیخانی کو زینب چلی اُداس	اور پیچھے پیچھے دوڑی سکینہ بحال یاس
پھر آئی خالی ہاتھ بہن شاہ دیں کے پاس	مانگا لباس شہ نے تو بولی وہ حق شناس
حاضر ہیں کپڑے عذر نہیں حکم شاہ میں
ضد کر کے لے لئے ہیں سکینہ نے راہ میں

۱۹
گردن جھکا کے آگے بڑھے شاہ بحر و بر	دیکھا سکینہ بیچ میں ہے سب کے ننگے سر
اک ایک کو وہ کپڑے دکھاتی ہے کھول کر	کہتی ہے لوگو آج تو ہے عید کی سحر
ہے ہے پھٹا لباس بدن پر سنواریں گے
کیوں صاحبو کہاں مرے بابا سدھاریں گے

۲۰ شہ بولے عیدگاہ شہیداں میں جائینگے   اُس نے کہا مرے لئے کیا آپ لائینگے

فرمایا جو تمہارے مقدر سے پائینگے   اس جا سے نماز جماعت پڑھائینگے

تم نے جو باپ کو یہ لباسِ کہن دیا

گویا شہید راہِ خدا کو کفن دیا

۲۱ لو اب نہ ضد کرو کہ یہ کارِ ثواب ہے   دے دو ہمارے کپڑے کہ جانا شتاب ہے

منزل ہے دور راستے میں قحطِ آب ہے   بی بی کی پرورش کو خدا کی جناب ہے

مُنھ دیکھ کر وہ بولی بجا آپ کہتے ہیں

پر میں نہیں سمجھتی یہ کیا آپ کہتے ہیں

۲۲ آخر کہاں سدھارتے ہو کچھ بتاؤ تو   جلد آؤ گے قسم علی اکبر کی کھاؤ تو

رخصت تو ہونا پر میں خفا ہوں بتاؤ تو   مرجاؤں گی تڑپ کے سدھارو تو جاؤ تو

کن بچوں کو یہ رنج یہ صدمے نصیب ہیں

کیا اس جہاں میں ایک ہمیں بے نصیب ہیں

۲۳ ماں کو پکاری سُنئے پدر کیا سُناتے ہیں   کچھ آپ کی سمجھ میں یہ ارشاد آتے ہیں

لو اماں ہم تو روٹھے ہیں اور آپ جاتے ہیں   اچھی تو ہے یہ بات بلا کر رُلاتے ہیں

کہتے ہیں ضد نہ کر یہ بھلا مان لوں گی میں

پوشاک مانگتے ہیں نہ دی ہے نہ دوں گی میں

۲۴ کیوں اماں جانے دوں گی تو بابا پھر آئینگے   کیوں اماں پھر بھی سینہ پہ ہم کو سُلائینگے

کیوں اماں پھر بھی قبلہ و کعبہ کو پائینگے   ماں نے کیا اشارہ کہ گردن کٹائینگے

باہر تو صف کشی ہے ہجوم سپاہ ہے

میں واری عیدگاہ نہیں قتل گاہ ہے

۲۵
یہ سُن کے جی میں خوفِ یتیمی سما گیا
فاقہ میں رنگ بے پدری مُنہ پہ چھا گیا
ننھا سا دل جو تڑپا بدن سنسنا گیا
ہاتھوں سے کپڑے چھوٹ پڑے اور غش آ گیا
آیا جو ہوش ضبط کیا شور و شین سے
سہمی ہوئی وہ دوڑ کے لپٹی حسینؑ سے

۲۶
عارض پہ ایک ہاتھ دھرے ایک کان پر
ڈر ڈر کے دیکھتی تھی برابر اِدھر اُدھر
آخر کہا یہ شہ سے کہ اے مہرباں پدر
اِس وقت یہ مکان ڈراتا ہے کس قدر
دل کانپتا ہے جان حزیں تھرتھراتی ہے
چاروں طرف سے رونے کی آواز آتی ہے

۲۷
آیا نظر یہ عالمِ غش میں ابھی مجھے
گویا طمانچے مار رہا ہے کوئی مجھے
زلفیں پکڑ کے کھینچتا ہے اِک شقی مجھے
ہے ہے نہ تم بچاتے ہو نہ ماں پھوپی مجھے
موتی اُتارتا ہے کوئی میرے کان سے
شانوں کو باندھتا ہے کوئی ریسمان سے

۲۸
اب ہو گیا یقین کہ ہوں گے یہ سب ستم
بابا کسے پکاریں گے اِن آفتوں میں ہم
بچپن میں ہو کسی کو نہ بے وارثی کا غم
اب اتنی پرورش یہ کرو یا شہِ اُمم
داغِ فراق اپنا تسلّی کے ساتھ دو
بابا چچا کے ہاتھ میں بیٹی کا ہاتھ دو

۲۹
یہ سُنتے ہی تڑپ گئے سلطانِ کائنات
فرمایا صبر دے تمہیں معبودِ پاک ذات
کیونکر چچا کے ہاتھ میں بی بی کا دوں میں ہاتھ
ان کے تو ہاتھ آج کٹیں گے لبِ فرات
ہم روئیں گے اخی کے تنِ پاش پاش پر
پیٹو گی ننھے ہاتھوں سے تم اُن کی لاش پر

۳۰ عباس کی طرف سے بھی ٹوٹی جو دل کی آس — کپڑے پدر کے رکھ دیئے اُن نے پدر کے پاس
پہنا کفن کی طرح سے حضرت نے وہ لباس — اک ایک کے گلے سے ملے پھر بحالِ یاس
رن کو رواں جو یوسفِ خیر البشر ہوا
بے نور مثلِ دیدۂ یعقوب گھر ہوا

۳۱ تسلیم گاہ میں ہوئی مجرے کی دھوم دھام — یوں دفعۃً جانبِ آقا بڑھے غلام
جس طرح دانے ایک کے بعد اک سوئے امام — پر آخری یہ فوج کا مجرا تھا والسلام
آنے سے شہ کے جان پڑی جاں نثاروں میں
آیا اک آفتاب بہتر ستاروں میں

۳۲ شہ نے نگاہ غور سے کی سوئے فوجِ تمام — دیکھے نئے سلاح نئی بیرقیں تمام
آہستہ مڑ کے بھائی سے کہنے لگے امام — تکلیف تم کو ہوگی یہ زینب کو دو پیام
خواہر تبرکات کے صندوق بھیج دو
باہر تبرکات کے صندوق بھیج دو

۳۳ عباس واں رواں ہوئے کرسی بچھی یہاں — کرسی پہ جلوہ گر ہوئے آقائے انس و جاں
شانِ نزولِ آیۂ کرسی ہوئے وہاں — آئے تبرکات کے صندوق ناگہاں
سب حاضرِ حضورِ امامِ ہدا کئے
مفتاحِ بابِ علم نے قفل اُن کے وا کئے

۳۴ پردہ اُٹھا کے ڈیوڑھی سے زینب نے کی نظر — دیکھا سلاح بانٹتے ہیں شاہِ بحر و بر
بے ساختہ پکاری بہن صدقے آپ پر — حقدار اُمیدوار کھڑے ہیں اِدھر اُدھر
آقا ہر اک غلام کے جوہر شناس ہیں
دو بچے بھی تیغِ حسینؑ کے پاس ہیں

٣٥ گردن ہلا کے شاہ نے وہ بچے اُٹھائے   اور پہلوؤں سے سامنے ہمشیرزادے آئے
ننھے سے ہاتھ قبلۂ دیں کی طرف بڑھائے   ماں اُس طرف ادھر شہِ ابرار مسکرائے
فرمایا اپنی ماں سے اشارے سمجھ گئے
کی عرض ہاں غلام تمہارے سمجھ گئے

٣٦ شفقت سے والدہ نے کہی اُس گھڑی یہ بات   خود ان پہ آپ کی ہے نگاہِ تفضلات
دُنیا میں آنکھ کھول کے دیکھی تمھاری ذات   دعویٰ یہ ماں کے ساتھ نہ ہم کو پدر کے ساتھ
اماں اگر نہ کہتیں تو حضرت نہ دیتے کیا
یہ بچے حضور سے خادم نہ لیتے کیا

٣٧ زینب پکاری بس بہت اخلاص میں نہ آؤ   عاشق سہی مگر نہ ادب قاعدہ بھلاؤ
باور مجھے تو جب ہو کہ قدموں پہ سر کٹاؤ   ماموں پہ جو کہ آنی ہو ساتھ اپنے لیتے جاؤ
کچھ آج تو نئے نئے انداز کرتے ہو
کیا سر فدا کئے ہیں جو یہ ناز کرتے ہو

٣٨ بیٹوں نے دی ندا کہ ہے مرنا محال کیا   ہم سرفروش ہیں تن و سر کا خیال کیا
ماموں سے بڑھ کے عرض کریں یہ مجال کیا   دُنیا ہے چند روزہ پھر اس کا ملال کیا
اب یا کہ وقت ظہر فدا تشنہ کام ہوں
جب کہیے ماموں جان پہ صدقے غلام ہوں

٣٩ حضرت نے بھانجوں کو گلے سے لگا لیا   خود بچوں کو پیار سے زیبِ کمر کیا
زینب نے واں زمیں پہ سر اپنا جھکا دیا   ناگہ ہوا دفورِ تجلّیِ کبریا
عرشِ علیٰ پہ صلِّ علیٰ کی صدا گئی
خوشبو نبی کی سب کے دماغوں میں آ گئی

۴۰ زینبؑ نے پھر نظارہ کیا رخ شاہ کا — دیکھا کہ سر جھکا ہے شہ کم سپاہ کا
اک ہاتھ میں ہے تاج رسالت پناہ کا — اک ہاتھ میں نشان ہے شیر الٰہ کا
تجویز کر رہے ہیں کسے یہ عطا کروں
منصب ہیں دو عزیز بہت عذر کیا کروں

۴۱ بھائی کو چاہتے ہیں علم بخشیں شاہ دیں — پر بھانجوں کے کڑھنے سے خاطر نشاں نہیں
تجویز تاج کی ہے پئے اکبر حسین — لیکن کھڑے ہیں قاسم نوشاہ بھی قریں
حضرت کو اُس کی دل شکنی کا خیال ہے
بن باپ کا پسر زن بیوہ کا لال ہے

۴۲ قاسم کی ماں سے مڑ کے یہ اُس نے کیا کلام — کچھ آپ سمجھیں فکر میں کیوں ہیں شہ امام
وہ بولی میرا لال تو ہے تابع امام — زینبؑ پکاری میرے بھی فرزند ہیں غلام
پر ایک دم کو پاس بُلانا ضرور ہے
قول و قسم کا یاد دلانا ضرور ہے

۴۳ غصہ سے دختر اسد اللہ نے کہا — قاسم کو اور بیٹوں کو میرے بُلا تو لا
باہر نکل کے اُس نے خورزادوں کو دی صدا — برج شرف سے تین ستارے ہوئے جُدا
اکبر تو شاہ دیں کی طرف دیکھنے لگے
عباس بڑھ کے سوئے نجف دیکھنے لگے

۴۴ باہر سے گھر میں آئے شتابی وہ مہ لقا — قاسم نے پہلے کی یہ گذارش کہ اے چچا
فرمایئے کہ حاصل مطلب ہے اس سے کیا — اماں نے دودھ بخش کے خادم سے یہ کہا
گر چاہتے ہو قبر میں راحت ہو باپ کو
بیٹا غلام جانیو اکبر کا آپ کو

۴۵ داری کیا چچا نے تمہارا جو پہلے بیاہ | اکبر کو اس قدر ہوئی شادی خدا گواہ
بخشیں جو کوئی عہدہ انھیں شاہ دیں پناہ | تم بھی خوشی وہ کرنا کہ خوشنود ہو الٰہ
کی عرض میں نے نذر بھی کچھ بھیج دیجیو
فرمایا ہنس کے آج تو سر نذر کیجیو

۴۶ زینبؑ کے لاڈلوں نے یہ بڑھ کر کیا کلام | عقدے ہمارے اماں نے حل کر دئے تمام
سب نے دیا ہے قبلہؑ و کعبہ کو یہ پیام | جو آپ کی صلاح وہ زینب کی یا امام
لشکر کی افسری انھیں دونوں کو آج دو
عباس کو علم مرے اکبر کو تاج دو

۴۷ مشتاق اس پیام کے تھے شاہ اتقیا | بوسہ جبین اکبر گلفام کا لیا
اور مسکرا کے تاج نبی سر پہ رکھ دیا | آنکھوں کے آگے پھر گئے محبوب کبریا
سر تاج عرش روشنیِ تاج ہو گئی
اکبر کے سر سے تاج کو معراج ہو گئی

۴۸ نذریں لگے دکھانے جوانانِ حیدری | غل تھا امام زادے مبارک ہو افسری
لو کچھ خطاب بھی کہ رہے نام آوری | اکبرؑ نے آہ سرد عجب درد سے بھری
فرمایا ایک دم میں نہ ہم نہ شباب ہے
بہتر جوانہ مرگ سے کوئی خطاب ہے

۴۹ یہ تہنیت سُنی جو سکینہ نے بار بار | عباس کی ولا نے کیا اس کو بے قرار
پردہ سے منہ نکال کے بولی وہ گلعذار | بھیا ہوئے پھوپھی کی سفارش سے تاجدار
خاطر مری بھی اے شہِ ابرار کیجیے
بابا مرے چچا کو علمدار کیجیے

۵۰ مولا پکارے ہنس کے علمدار بھائی کو لبیک کرکے آئے وہ پرچم کشائی کو
دامن علم کا اُڑ کے چلا پیشوائی کو ٹھنڈی ہوا نے یاد دلایا ترائی کو
رایت تھا یا کہ قاصدِ ربِ انام تھا
ثقہ علم کا جعفرِ ثانی کا نام تھا

۵۱ ابن علی کے بخت رسا نے رسائی کی پائی علی کے پردہ میں دولت خدائی کی
مشکل کشا کے لال نے پرچم کشائی کی کاندھے پہ اُس علم نے جو پرتو نمائی کی
پنجہ نشان شاہ غنی کا چمک گیا
اقبال فوج پنجتنی کا چمک گیا

۵۲ کھنچتا تھا یوں علم طرفِ بازوے امام دل جس طرح سے شیعوں کا سوئے علی مدام
شکلِ زباں بنا تھا نشانِ شہِ انام گویا کہ پایا چاہتا تھا لیکے اُن کا نام
عالم جو دیکھا دوش مبارک کی شان کا
بے ساختہ پھڑک گیا شانہ نشان کا

۵۳ بولا ہما کہ ہُدہُد خُلد آشیاں یہ ہے جس سے ہیں سب نہال وہ سرو رواں یہ ہے
عمرِ دراز فوج خدا کا نشاں یہ ہے عنقاے سربلندیِ کون و مکاں یہ ہے
خورشید اس کے مہر سے جلوہ نما ہوا
میں بھی اسی کے سایہ میں آکر ہما ہوا

۵۴ تسبیح فاطمہؑ جو ادا کی امام نے جاسوس نے کہی یہ خبر آکے سامنے
کی سیر گھاٹ کی اس دم غلام نے آب رواں بھی بند کیا فوج شام نے
فوج خدا کو نہر سے دوری نصیب ہے
شہ بولے کیا مضائقہ کوثر قریب ہے

۵۵

ناگاہ اقتلوا کی صدا تا فلک گئی آواز طبل جنگ بھی عیوق تک گئی
چلّے کھنچے کمان کیانی کڑک گئی ہر سمت مغربی و جنوبی چمک گئی
رن کے ورق پہ جنگ کے آئین کھنچ گئے
ہندی سرو میان عربی زین کھنچ گئے

۵۶

اُٹھ اُٹھ کے رن میں پھیلے بگولے نشانوں کے باجوں کے غُل سے کان کھلے آسمانوں کے
شکلِ زبان مارلے پھل سنانوں کے جھومے وغا کے نشہ میں سر نوجوانوں کے
مستوں نے مثل شیشہ وہاں قہقہے کئے
طوبیٰ کی عندلیبوں نے یاں چہچہے کئے

۵۷

نو لاکھ ظالموں کا یورش دفعتاً ہوا قبرِ بخیل سے بھی سوا تنگ رن ہوا
ڈنکے پہ نوبتی عمرِ چوب زن ہوا نزدیک عصر خاتمۂ پنجتن ہوا
روکش خُدا کی فوج سے چھوٹے بڑے ہوئے
سجادہ سے امامِ زمن اُٹھ کھڑے ہوئے

۵۸

اصطبل سے نسیمِ بہاری عیاں ہوئی زہراؑ کے غنچہ لب کی سواری عیاں ہوئی
معبود کی مشیت جاری عیاں ہوئی تصویر حکم نافذِ باری عیاں ہوئی
وہ بادپا تھا کھلنے میں بالکل سخی کا ہاتھ
جس کو نہ پائے جزیدِ قدرت کسی کا ہاتھ

۵۹

سرعت میں بسکہ تیز روی سے وہ بیش تھا سو نام ذوالجلال میں بھی پہلے بیش تھا
دُلدُل نسب بُراق حسب برق کیش تھا قدرت میں دورِ چرخ تھا کم اور وہ بیش تھا
طے ہر قدم پہ ایک مہینے کی راہ تھی
رویت ہلال نعل کی اُس پر حلال تھی

۶۰ فرما کے یا علی شہِ صفدر ہوئے سوار　　ہٹ کر عقاب پر علی اکبر ہوئے سوار
عباس لے کے رایتِ حیدر ہوئے سوار　　بتیس شہسوار برابر ہوئے سوار
چالیس پیدل آ کے جلو میں بہم چلے
لے کر یہ فوج لڑنے کو شاہِ اُمم چلے

۶۱ باگیں حسینیوں نے اُٹھائیں جو ناگہاں　　دستِ فلک سے چُھٹ گئی جوزا کی پھر عناں
اللہ رے دبدبہ کہ دیا اوج آسماں　　اللہ رے طنطنہ کہ تنا پھر وہ اِک جواں
آئینہ ہو کے شرع کا آئین رہ گیا
رستوں سے کفر بھاگ گیا دین رہ گیا

۶۲ رن تھا عرق سے تازیوں کے خوف عرق میں　　ٹاپوں سے درد ہوتا تھا فاروں کے فرق میں
گہ شرق غرب میں تھا کبھی غرب شرق میں　　چھپتی تھی برق رعد میں اور رعد برق میں
بھاگیں جُدا جُدا یہ زمینیں دہل گئیں
زندوں کے گھر تو مردوں کی قبریں بدل گئیں

۶۳ آوردگاہ آمدِ فوجِ اِلٰہ سے　　روشن ہزار چند ہوئی برج ماہ سے
پیاسوں پہ تیر برسے عدو کی سپاہ سے　　بچپن کے آشنا رفقا چھوٹے شاہ سے
لشکر تمام ہو گیا نصف النہار تک
فوج اِک طرف شہید ہوا شیر خوار تک

۶۴ جھولے سے آ کے خاک پہ سویا جو شیر خوار　　گہوارۂ نیام میں چونک اُٹھی ذوالفقار
اعدا کے خون پینے کو یوں تڑپی ایک بار　　جیسے بغیر دودھ کے بچہ ہو بے قرار
یوں چھوڑ کر نیام نکل آئی خشم سے
جس طرح اشک صاحبِ ماتم کی چشم سے

۶۵
تیغ و نیام سے تھے سب انگشت در دہاں — خورشید ماہ لو کے گریباں سے تھا عیاں
کشتی نوح چھوڑ کے طوفاں ہوئی رواں — ماہی نے الحفیظ کہا مہ نے الاماں
پرواز شاخِ سدرہ سے کی جبرئیل نے
محراب سے بلند کیا سر خلیل نے

۶۶
وہ تیغ دو زباں جو ہوئی ناگہاں بلند — یہ غلغلہ نیام کے تھا درمیاں بلند
ہوگا نجف میں مُردہ کا جس دم نشاں بلند — قبرِ علی سے ہوئیں گی دو انگلیاں بلند
کھینچا یہ نقشہ تیغ شہِ قلعہ گیر نے
اژدر کو دو کیا ہے جنابِ امیر نے

۶۷
رغبت سے نور عین علی نے جو کی نگہ — قبضہ نے عین آنکھ میں دی ہاتھ کو جگہ
پر تیغ نے نگہ کبھی نہ کی سوئے رزمگہ — جلاد آسمان پکارا کھڑا تو رہ
پھرنا کہاں کا ہلنے سے چرخِ کہن گئے
نو دائرہ سمٹ کے بس اِک نقطہ بن گئے

۶۸
روح القدس پلک کی زرہ مردمک کی ڈھال — حوریں کمند زلفوں کی پریاں نگہ کی بھال
اور انبیا سپاہ دُعا دافعِ ملال — لائے ہیں بہر پیشکش شاہ خوشخصال
یاں سب سے ہمتِ شہِ مرداں بلند ہے
کہتے ہیں بس خُدا ہی کا احساں پسند ہے

۶۹
یہ امتحان صبر و شجاعت کا وقت ہے — مالک کی بندگی و عبادت کا وقت ہے
اِن مرحلوں کے بعد شہادت کا وقت ہے — وہ خاص دوستوں کی شفاعت کا وقت ہے
غالب ہے سب پہ کیا ہوا پیاسا حسین ہے
سمجھو تو دل میں کس کا نواسا حسین ہے

۱۰۰ پھر باگ شیر بیشۂ جرأت کی لی کہ ہاں　　اُٹھا اُدھر سُم اس کا اُدھر بیٹھے آسماں
گاوِ زمیں لرز گئی مچھلی رواں دواں　　عمرِ رواں جھجک کے پکاری چھپوں کہاں
خالی نقطِ ہلال پہ دھوکا ہے زین کا
نقرہ رہا فلک کا نہ سبزہ زمین کا

۱۰۱ اِک حملے پر صفوں پہ ہزار انقلاب آئے　　شبنم کی کیا بساط ہے جب آفتاب آئے
غُل پڑ گیا جناب جلالت مآب آئے　　مولائے عرش منزل و گردوں قباب آئے
دل بہر پیشوائیِ تیغِ دو دم چلے
سر اُٹھ کے گردنوں سے مثالِ قدم چلے

۱۰۲ جوہر میں تھی وہ تیغ سفید آب زیر گاہ　　چمکی تو خس میں شعلہ سرِ دست دو گواہ
ڈوبے مگر وہ دھوکے میں جنکو تھی زر کی چاہ　　ٹھنڈی ہوئی تو جل کے پکاری وہ رو سیاہ
سُنتے تھے گرم و سرد کو آپس میں لاگ ہے
یہ دیکھو ایک موج میں پانی اور آگ ہے

۱۰۳ ناگاہ رستمانہ بڑھا ایک پہلوان　　پہلو نشین و زال و پشن پہلوی جوان
پُشت و پناہ فارسیان قالبِ توان　　آمد سے اُس کی ڈر کے ہوا رن رواں دواں
پہلے بیان نام و نسب اپنا سب کیا
دریافت پھر حسین سے نام و نسب کیا

۱۰۴ فرمایا یادگار سپاہِ قتیل ہوں　　پیشِ خُدا بزرگ ہوں تم میں ذلیل ہوں
صندوق اسم اعظم ربِّ جلیل ہوں　　شہزادۂ ملائکہ و جبرئیل ہوں
حسن البلاد ہے وطن اپنا جہان میں
آیا صحیفہ کا ہماری ہی شان میں

۱۰۵ میں ہوں مکین دوشِ نبی ہر مکاں کا فخر　　شیر خُدا کا لال ہوں نوشیرواں کا فخر
کوثر کی آبرو ہوں اور اہلِ جہاں کا فخر　　کعبہ کا نور عرش کا اوجِ آسماں کا فخر

نام و نسب سے قدرِ عجم اور عرب کی ہے
رونق ہمارے نام سے نام و نسب کی ہے

پسپا ہوئے عجم میں عرب جا کے چند بار — جب ہم گئے تو فتح ہوئی صاف آشکار
جاتے ہی مثلِ کاہ گئی فوجِ نابکار — راہِ جہاد میں قدم اپنا ہے ذوالفقار
بنیاد ہم نے شہروں میں ڈالی ہے دین کی
نقشِ قدم ہمارا سپر ہے زمین کی

پیرو ہمارے نانا کا جو روزبہ ہوا — ایمان روزبہ کا ہر اک روزبہ ہوا
ذرے سے آفتاب ہوا کہ سے مہ ہوا — خدمت سے رفتہ رفتہ شرف اس کا یہ ہوا
ہم رنگ آل سے ہے نبیؐ کی جناب میں
من اہلبیتی آیا ہے سلماں کے باب میں

روشن پدر کا زور ہے دنیا پہ دین پر — ششدر تھے جبرئیل کٹے جبکہ تین پر
چاہوں تو بیٹھے بیٹھے اک انگلی سے زین پر — گردوں کی ڈھال چیر کے رکھ دوں زمین پر
ہم نو بہار گلشنِ صبر و ثبات ہیں
ہم شہسوار توسنِ والعادیات ہیں

برجوں کو اپنی مہر سے شمس و قمر ملے — دریا کو اپنی چاہ سے لعل و گہر ملے
بے پر نے مس کیا جو ہمیں بال و پر ملے — فطرس کے ذہن میں نہ یہ رتبے تھے پر ملے
اس رتبہ کا اسی پہ نقط خاتمہ ہوا
آزاد کردۂ پسرِ فاطمہ ہوا

کی ہل اتیٰ خدا نے عطا ہم کو بھوک میں — نادِ علی بھی بھیجی ہے جنگِ تبوک میں
عالم کے پردہ پوش ہیں ہم بھول چوک میں — ہم خضر سے زیادہ ہیں سب کے سلوک میں
گویا شجر ہوئے ہیں ہماری صفات میں
بولے ہیں سنگریزے مرے جد کے ہات میں

۱
مطلب ہر ایک حق کی عنایت سے بن گیا　　خطبہ ہمارا نام امامت سے بن گیا
محضر طلب کا مُہر امامت سے بن گیا　　اُمّت کا کام میری شہادت سے بن گیا
جو ہر جو حرب و ضرب کے ہیں کھُل ہی جائینگے
اب تیغ دو زباں کی زبانی سُنائیں گے

۲
سُن آیۂ مباہلہ میں چار تن ہیں بس　　نفسِ نفیس نانا کے خیبر شکن ہیں بس
ابنائنا کا ترجمہ ہم اور حسن ہیں بس　　اماں نسائنا میں بوجہ حسن ہیں بس
ہیں چار تن پہ ایک یہ عالی وقار ہیں
جیسے کہ واحد ایک ہے اور حرف چار ہیں

۳
چودہ خُدا کے نور ہیں بے سر ہیں ان میں ہم　　جس کا ہو سر قلم وہ ہے بیکار یک قلم
پر میری پیروی میں ہے یہ رُتبہ و حشم　　سر کٹنے پر رواں ہو زیادہ دمِ رقم
چودہ تنوں کے حق نے یہ رُتبے بڑھائے ہیں
دو بار سات آیۂ الحمد آئے ہیں

۴
اُس نے بھی حملہ غالب کو نین پہ کیا　　تیغ دو سر نے ضرب سے حربوں کو سر کیا
گرز گراں کے پیش کو زیر و زبر کیا　　شمشیر کو اس کے طائر بے بال و پر کیا
سہما یہ ترکش اُس کا کہ سب تیر گر پڑے
کانپا یہ پھل کہ جوہر شمشیر گر پڑے

۵
جب گشتا کا زور کیا شہ نے آشکار　　لائے جھکا کے تیغ سوئے تنگ راہوار
رکھ کر شکم فرس کا سر نوک ذوالفقار　　اونچی جو تیغ کی تو اُتر آیا مع سوار
پھر خود مثل رنگ پریدہ ہوائی تھا
خود اک طرف زرہ کا بھی دیدہ ہوائی تھا

۶
پست و بلند سے ہوا غل یک دگر بلند　　فاقہ میں رُتبہ زور کا ہے کس قدر بلند
تیغ دو سر پہ راکب و مرکب ہیں سر بلند　　حیدر کی انگلیوں پہ ہے خیبر کا در بلند

کھینچا یہ نقش تیغ شہ قلعہ گیر نے
مرحب کو دو کیا ہے جناب امیر نے

۸۷ سب سے کہا عمر نے تمھیں ہے خیال کیا — اِک اِک لڑے حسین سے تو یہ مجال کیا
اُن کے حضور تیغ زنوں کا کمال کیا — اسفندیار بہمن و سہراب و زال کیا
مل کر لڑو وگر نہ ہزیمت ہے صاحبو
اس پر بھی فتح ہو نہ غنیمت ہے صاحبو

۸۸ پھر تو بڑھے جنود و قشوں سب پئے جدال — ٹاپوں سے مرکبوں کی اُڑا عرصۂ قتال
چمکی نکل کے گرد سے یوں تیغ خوش جمال — جیسے گھٹائیں بڑھ کے کسی چاند کا جمال
پنجہ میں شاہ کے مہِ نو گرم لاف تھا
رویت کی بھی وجہ یہ تھی طالع بھی صاف تھا

۸۹ حملہ کیا امام ابد اقتدار نے — یا مرسل الریاح کہا راہوار نے
یا شاہ ذوالفقار کہا ذوالفقار نے — گھیرا صفوں کو ہیبتِ پروردگار نے
آوردگاہ دیکھ کے آمد رواں ہوئی
رن کی زمین دہل کے اُٹھی آسماں ہوئی

۹۰ میزان تیغ اپنا ہنر تولنے لگی — ریلے کو ریل کر در جاں رولنے لگی
ہر خورد ہر زرہ کی کمر کھولنے لگی — اعدا کی پشت و پیش نگہ بولنے لگی
گردن ہلا کے تیغ رواں جھیلنے لگی
نو لاکھ کے سروں پہ اجل کھیلنے لگی

۹۱ سایہ گرا تو بولی سنبھل میرے ساتھ چل — ہلچل یہ مہرباں ہوئی چل میرے ساتھ چل
للکاری روح کو کہ نکل میرے ساتھ چل — آواز دی بسوئے اجل میرے ساتھ چل
مل جاتے تھے زمین و فلک اونچ نیچ میں
کہتی تھی موت کون پڑے تیرے بیچ میں

۹۲
دم مارا جس نے صاف سر اُس کا قلم کیا   بے مغزوں نے حباب نمط جس دم کیا
اُس حبس دم نے موت کا پیدا ورم کیا   پڑتے ہی تیغ موت نے نقشِ قدم کیا
لختِ بدن لعینوں کا فی الفور کچھ نہ تھا
پانی کا بلبلہ تھا فقط اور کچھ نہ تھا

۹۳
جوہر کا سلسلہ تھا کہ مچھلیوں کا جال   یہ سیف خود پھڑکتی تھی اُس دم دمِ جدال
جوہر ہیں طائرانِ نگہ کا تھا طرفہ حال   جس طرح دل حسینوں کی کاکل میں بال بال
تھی راست گو وہ تیغ یہ روشن جہاں پہ تھا
جتنا لہو پیا تھا وہ جاری زباں پہ تھا

۹۴
گہ اُس سرے تھی زخموں میں اور گاہ اُس سرے   عاشق بھی یوں نہ کوچۂ معشوق سے پھرے
دُنیا بھی یوں نہ آنکھ سے دیندار کے گرے   پامال اس روش سے کیے اُس نے سر زرے
کٹتے تھے سر نہ تیغِ امامِ عراق سے
سر گر رہے تھے خاک پہ کعبہ کے طاق سے

۹۵
شہ کے حواسِ خمسہ پہ تھے شش جہت نثار   بڑھ کر رجز کو تیغ لگائی جو ذوالفقار
وہ ذوالفقاریں پڑتی تھیں دُشمن پہ ایک بار   فردِ بدن کی شکلِ رُباعی تھی قطعہ چار
سر کو نہ وصل تیغ سے اصلا دریغ تھا
کیا سب کی سرنوشت میں مصرعِ تیغ تھا

۹۶
اہلِ ہنر میں سبزۂ جوہر کی تھی پکار   کیا بولتا تھا سبزۂ طوطیٔ ذوالفقار
رن لال اور ولایتِ اسلام سبزدار   صدقہ کو آیا بلبلِ سدرہ ہزار بار
دل ہر ملک کا اُس کے ہنر کھولنے لگا
طوطی کے ساتھ آئینہ بھی بولنے لگا

۹۷
اک ضرب میں یہ رنگ کے جو رنگ کرتی تھی   روشن بصورتِ مہِ نو رنگ کرتی تھی
گُل خار قد سے یہ گُل اور رنگ کرتی تھی   گہ موج گاہ فوج میں جو رنگ کرتی تھی

روپوش ریت میں تھیں لب جو کی مچھلیاں
دریا میں جا کے چھپتی تھیں پانی کی مچھلیاں

٩٨
سایہ دو نیم رنگ دو نیم اور دو دو نیم　　رد کا یہاں شمار ہے کیا آبرو دو نیم
ہر بار چار آئینہ تھا چار سو دو نیم　　سینہ میں دل تو دل میں ہر اک آرزو دو نیم
دل خوب اُس کی کاٹ کی لذت سمجھتا تھا
کٹتی تھی جو گھڑی وہ غنیمت سمجھتا تھا

٩٩
نصرت کا تھا یہ آیہ کہ خم سے ہوا تھا نون　　تفسیر لا یمسہ الا المطہرون
پاکیزہ اُس کا پھل نجس و ظالموں کا خون　　صورت تھی کون ربط کی وہ نیک یہ زبون
پیدا ہوئی ہے ظالموں کا خوں بہانے کو
ہمراہ آب رکھتی تھی اپنے نہانے کو

١٠٠
ایمان و کفر توبہ و عصیاں دم جہاد　　یہ زندہ اور وہ مردہ یہ خوش دل وہ نامراد
کیا کیا کمال رکھتی تھی شمشیر خوش نہاد　　جوہر کمند نوک سناں خود برق و باد
اِک بوند بھی نہ خوف کے مارے نکل سکی
اس کے حضور دھار لہو کی نہ چل سکی

١٠١
اس سے نہ کوئی پہلوے امن و اماں چھٹا　　چلّہ نہ زہ نہ گوشۂ دوش کماں پہ چھٹا
چھٹنے کو اُس سے خون کا فوارہ ہاں چھٹا　　باقی کمان و لب میں یہ تیر زباں چھٹا
دشمن کو قید آب و خورش سے چھڑا دیا
کھینچا گرایا مارا جلایا اُڑا دیا

١٠٢
ہر سو یہی تھا شور یہی صورت الغیاث　　ہنگامہ خیر و شر کا ہوا فوت الغیاث
زیست الحفیظ کہتی تھی اور موت الغیاث　　چلا رہے تھے خود ملک الموت الغیاث
میدان تیغ نائب حیدر کے ہاتھ تھا
میدان جنگ تیغ دو پیکر کے ہاتھ تھا

۱۰۳ ناگاہ آفتاب پہ شہ کی نظر پڑی دیکھا کہ عین وعدہ وفائی کی ہے گھڑی
وصلِ خدا کے شوق میں آنسو بہے لڑی خنجر کے اشتیاق میں شہ رگ ہوئی کھڑی
کیا دخل تیغ کو تھا مزاجِ امام میں
مڑ کر نظر کی اور در آئی نیام میں

۱۰۴ اب یوں بیان کرتے ہیں ارباب اعتبار فاقہ میں تین روز کے تھی جو کہ کارزار
گھوڑوں پہ تھرتھرانے لگا جسم زخم دار اک ساعت ابن شیر خدا نے کیا قرار
گیسو دکھا رہے تھے تباہی حواس کی
کانٹے زباں کے تولتے تھے قدر پیاس کی

۱۰۵ آگے ہے اُس جفا کا بیاں وامصیبتاہ شیعوں کے دل پہ چوٹ لگے گی خدا گواہ
بیرحموں کی صفوں سے بڑھا ایک روسیاہ برچھی لگائی پشت خمیدہ پہ آہ آہ
سینہ سے پھل زباں سے صدا نکلی یا علی
اور کانپ کر گرا خلفِ مرتضیٰ علی

۱۰۶ وہ لوں وہ بھاپ ریت کی وہ جسم نازنیں وہ حربے گرم قہر کے وہ سینہ وہ جبیں
پہلے فلک پہ شمس تھا اور رُخ سوئے زمیں سایہ جو پوچھو تیغ و سناں کے سوا نہیں
پھل برچھیوں کے پھول سے چہرے پہ لیتے تھے
جو آج رو رہی ہیں دُعا اُن کو دیتے تھے

۱۰۷ جرأت نہ کی رسولوں نے یہ وہ مقام تھا دیباچہ اس بلا کا شہِ دیں کے نام تھا
اُٹ بھی نہ کی زباں سے کہ شیعوں کا کام تھا یہ حضرت حسین علیہ السلام تھا
سُن سُن کے انبیائے سلف جن کو روتے تھے
مولا وہ دُکھ اُٹھاتے تھے اور شاد ہوتے تھے

۱۰۸ لکھتے ہیں یہ مصائبِ جرجیس نیک نام اِک ظالم اُن کے عصر میں تھا بادشاہ نام
اس عصر میں یزید لعیں کا وہ تھا مقام آزار اُس نبی کو وہ دیتا تھا صبح و شام

نورِ خدا کو خاک میں ناری ملاتا تھا
بندہ تو قتل کرتا تھا خالق جلاتا تھا

۱۰۹
اک دفعہ سنگ دل نے کیا اُن کو سنگ سار　　اک مرتبہ جلا کے خریدا عذاب نار
اک بار زندہ دفن کیا پا کے خاکسار　　یوں طرز نو سے قتل کیا اُن کو سات بار
ان سات حادثوں سے شرف بیس ہو گئے
جر جیس اوج صبر کے برجیس ہو گئے

۱۱۰
باقی نہ ان پہ کوئی جفائے جہاں رہی　　اک چاشنی خنجر و تیغ و سناں رہی
محفوظ تشنگی کے قلق سے زباں رہی　　رُخ سے کمال موت کی شادی عیاں رہی
اللہ سے شکایت جور و جفا نہ کی
غیر از دعائے نیک کبھی بد دُعا نہ کی

۱۱۱
پھر خلعتِ حیات جو حق نے عطا کیا　　حاکم کے آگے جا کے یہ شکرِ خُدا کیا
زندہ کسی کو تیرے بھی بُت نے بھلا کیا　　میرے خُدا نے تو یہ کرم بارہا کیا
او بُت پرست قاتلِ پروردگار ہو
غافل نبی کی قدر سمجھ ہوشیار ہو

۱۱۲
یہ سُن کے اپنی فوج سے اُس نے کہا کہ ہاں　　لے جاؤ اُس خرابہ میں اُن کو کشاں کشاں
جس دشت لق و دق میں درندوں کا ہو مکاں　　باقی نہ اب کی بار رکھو نام کو نشاں
تیغوں سے پُرزے پُرزے سراپا بدن کرو
مر جائے تو نہ غسل نہ گور و کفن کرو

۱۱۳
صابر کو لے گئے اُسی جنگل میں رو سیاہ　　جمعہ کا دن تھا ماہ عزا کی دہم تھی آہ
تیغوں سے پُرزے پُرزے جو کرنے لگی سپاہ　　بے ساختہ پکاری کہ فریاد یا الٰہ
یہ عرض پنجتن کے لئے مستجاب کر
قہار جلد قہر کر ان پہ عذاب کر

۱۱۴
آئی ندا کہ صبر و تحمل یہاں نہیں   تیغوں کی آنچ میں تمھیں تاب و تواں نہیں
کی عرض ہاں نہیں مرے معبود ہاں نہیں   قابل اس امتحان کے خستہ میں جاں نہیں
دولت ثواب و صبر کی یہ درد کھوئے گا
یاں تو نہ ضبط مجھ سے ہوا ہے نہ ہوئے گا

۱۱۵
زندہ ہوا میں دفن رہ کردگار میں   پتھر لگے یہ فرق نہ آیا قرار میں
تیغوں کی آنچ سے نہ رہا اختیار میں   سختی یہ سنگ میں ہے نہ گرمی ہے نار میں
میں جانتا ہوں یا کہ مرا دل ہے جانتا
دل سے زیادہ خالق عادل ہے جانتا

۱۱۶
آئی ندا کہ ہم پہ عیاں سب کا حال ہے   نبوی کمال عشق خدا کا یہ حال ہے
یہ حادثہ اٹھاوے کوئی کیا مجال ہے   پر ہاں ہماری فاطمہ کا ایک لال ہے
جس دکھ میں مشغلہ ہے مجھے شور و شین کا
یاں صبر و شکر کام ہے میرے حسین کا

۱۱۷
انساں تو کیا ملک نہ یہاں پر ہلا سکے   صحرا و کوہ و دشت نہ برداشت لا سکے
یہ بوجھ آسمان نہ سر پر اٹھا سکے   صابر حسین سا ہو تو یہ زخم کھا سکے
پھر آنکھوں سے حجاب کا پردہ اٹھا دیا
عاشور کربلا کا مرقع دکھا دیا

۱۱۸
یوں حال پر حسین کے رویا وہ ذی وقار   ماں جس طرح سے لاش پسر پر ہو بیقرار
زخموں پہ آنکھ سے جو بہی آنسوؤں کی دھار   بس التیام پا گئے سب زخم ایک بار
یہ زخم کیا ہیں جو شہ بیکس کو روتے ہیں
جتنے کہ مرض جس کو ہیں سب دور ہوتے ہیں

۱۱۹
اب یہ زیادہ پیٹنے رونے کا ہے مقام   جن زخموں میں تڑپ گئے جرجیس نیکنام
وہ زخم کھا رہے ہیں تمھارے لئے امام   تیغیں فقط وہاں تھیں یہاں نیزے ہیں تمام

نیزے بھی گرز کارد و خنجر بھی تیر بھی
۱۲۰ پُرزے بدن بھی رخت جنابِ امیر بھی

جز جبیں کا مریض بسترِ بے دوا نہ تھا
پیاسا بھی تین روز سے وہ پیشوا نہ تھا
سن شباب میں کوئی بیٹا موا نہ تھا
بچّہ تڑپ کے ہاتھ پہ بے دم ہوا نہ تھا
اک دوپہر میں قتل نہ چھوٹے بڑے ہوئے
۱۲۱ یاں خاک پر ہیں چاند بہتر پڑے ہوئے

اِن حادثوں پہ سبطِ نبی زخم کھاتے ہیں
ظالم جگر کو تیروں کا تودہ بناتے ہیں
نیزوں پہ نیزے تیغ پہ تیغ اب لگاتے ہیں
مظلوم کہہ رہا ہے کہ ٹھہرو غش آتے ہیں
اتنا تو وقفہ دو کہ میں شکرِ خُدا کروں
۱۲۲ اور اپنے رونے والوں کے حق میں دُعا کروں

لو مومنو لرزتا ہے اب دشتِ کربلا
لو غش ہوا بتول کی آغوش کا پلا
لو شمر ذبح کرنے کو مظلوم کے چلا
لو اب چُھری ہے اور شہِ مظلوم کا گلا
بیٹے موے نہ نکلی مگر اب نکل پڑی
۱۲۳ مُنہ ڈھانپو اے حسینیو زینب نکل پڑی

دھڑکا یہ ہے کہ ذبح نہ ہو جائے شاہِ دیں
چلتی ہیں جلد اور زمیں سوجھتی نہیں
واں کر کھڑا ئیں اور یہاں مُنہ کے بھل گریں
آنکھیں کہیں خیال کہیں اور دل کہیں
بو سونگھتے ہیں خون کے تھالے جو ہلتے ہیں
۱۲۴ دل کی طرح سے کانوں کے بُندے بھی ہلتے ہیں

یارو حمید کہتا ہے میں رَن میں تھا کھڑا
حیران ہو کے میں نے یہ اِک شخص سے کہا
یہ کون بی بی نکلی ہے خیمہ سے بے ردا
اُس نے کہا کہ ہائے غضب پوچھتا ہے کیا
یہ عاشقِ جمالِ شہِ بے نظیر ہے
مُنہ ڈھانپ لے یہ بنتِ جنابِ امیر ہے

۱۲۵
تا حشر وہ نہ بھولے گی زینب خدا گواہ — جس شکل سے حسین ملے وا مصیبتاہ
اک آنکھ بند کرتے تھے اک کھولتے تھے شاہ — پھیلا تھا ایک پاؤں تو سمٹا تھا ایک آہ
کچھ سر پہ کچھ زمیں پہ گلابی عمامہ تھا
آلودہ خاک و خوں میں پیمبر کا جامہ تھا

۱۲۶
دوڑی تڑپ کے پھر تو ادھر دختر علی — رو کر کہا حسین حسین اور اخی اخی
مشتاق بولنے کا ہوا نائبِ علی — پر لب ہلا کے رہ گئے تھے ایسی تشنگی
اس بیکسی سے مڑ کے بہن پر نگاہ کی
جو غش ہوئی تو ایسی رسالت پناہ کی

۱۲۷
آیا جو ہوش بولے پیمبرؐ کا واسطہ — آئی بہن جواب دو حیدرؑ کا واسطہ
خیرالنسا کا واسطہ شبرؑ کا واسطہ — اے بھائی بے زبانِ اصغر کا واسطہ
بھیا چلو اُٹھو تمھیں بھابھی بُلاتی ہیں
اے لو سکینہ جان بھی وہ دوڑی آتی ہیں

۱۲۸
اس یاس کے کلام سے چھاتی جو پھٹ گئی — باہیں گلے میں ڈال کے زینب لپٹ گئی
چلائی ہے غضب مری قسمت اُلٹ گئی — اب زندگی بزرگوں کے ماتم میں کٹ گئی
اے کاش آج خاک کا پیوند ہوتی میں
کنبہ میں سب کو روتی تھی تم کو نہ روتی میں

۱۲۹
یہ بین کر کے مُنھ پہ ملا مُنھ کو ایک بار — بھائی کو لیکے گود میں بیٹھی وہ بے قرار
بولے کہ سر کو رکھ دو سکینہ میں نثار — ہے ہے تمام ہوتا ہے بھائی بہن کا پیار
ہے ہے اخی کے سر سے بدن کی جُدائی ہے
بھائی سے بے نصیب بہن کی جُدائی ہے

۱۳۰
اتنے میں تازیانہ لیے اِک شقی بڑھا   اتنا ہی بس ہے۔ رونے کو آگے کہوں ہیں کیا
لیکن نہ اس جفا پہ بھی زینب ہوئی جُدا   شہ نے کہا بہن تِری اُلفت پہ میں فدا
زینب سنبھل سکے تو کلیجہ سنبھال لو
اب تو گلے سے بھائی کے باہیں نکال لو

۱۳۱
جاؤ سدھارو ہم کو گلے سے لگا چکیں   اُلفت دکھا چکیں مرے دل کو دکھا چکیں
میراث اماں جان کی اس وقت پا چکیں   اب اور کیا ارادہ ہے دُرّہ تو کھا چکیں
ضربت کہاں لگی ہے ذرا دھیان کیجیے
گھر جا کے اپنے درد کا درمان کیجیے

۱۳۲
وہ بولی غم سے آپ کے یہ غم نہیں سوا   مجکو نہیں خبر بھی کہ کس پر ہوئی جفا
سو تازیانے مجکو لگالیں یہ اشقیا   پر تم سے ہاتھ اُٹھالیں میں راضی مرا خُدا
آنکھیں فدا کروں کہ دل و جاں فدا کروں
کیوں بھائی کس طرح سے بجُز تم میں کیا کروں

۱۳۳
یہ کہہ کے خیمہ گاہ میں وہ خستہ دل گئی   یاں تیغ بوسہ گاہ پیمبر پہ چل گئی
یاں بوسہ گاہ قبر یداللہ مل گئی   تا عرش فاطمہ کی صدا متصل گئی
کیا دیکھتی ہے مُڑ کے اِدھر خواہرِ حسینؑ
خولی چڑھا رہا ہے سناں پر سرِ حسینؑ

۱۳۴
اب انجمن میں شور قیامت ہے اے دبیر   اس نظم کی فلک کو ندا سنتا ہے اے دبیر
حیرت ہے کیوں زمانہ سلامت ہے اے دبیر   ہاں صاحب الزماں کی امامت ہے اے دبیر
آ گے وہ دن کہ مہدئ دیں کا ظہور ہو
روشن ہو دین تیرگئ کفر دور ہو

مرثیہ (۸)

دستِ خُدا کا قوتِ بازو حسین ہے — محبوبِ حق کا زینتِ پہلو حسین ہے
بازارِ دیں کا یوسفِ خوشرو حسین ہے — اور جنسِ معرفت کی ترازو حسین ہے
ایمان اس کی جان پہ ایمان کی جان ہے
قرآں فقط دہن ہے یہ گویا زبان ہے

ایماں کی سند ہے محبت حسین کی — مثلِ نماز فرض ہے طاعت حسینؑ کی
ہفتاد حج ہیں ایک زیارت حسین کی — واجب ہے کائنات پہ بیعت حسینؑ کی
دُنیا و دیں کا بیعتِ مولا سے چین ہے
ایمان زیرِ دستِ جنابِ حسین ہے

لکھا ہے بے وطن جو امامِ اُمم ہوئے — چندے حرم کو ے کے مقامِ حرم ہوئے
کعبہ میں آکے اور حرم محترم ہوئے — گویا کہ اہلبیت خُدا سب حرم ہوئے
پر خانۂ خُدا میں بھی کوفی ستاتے تھے
پیکِ اجل خطوطِ اجل روز لاتے تھے

عباس کے پسر سے حدیثوں میں ہے رقم — کعبہ میں جب مدینہ سے آئے شہِ اُمم
اک روز اپنی آنکھ سے کیا دیکھتے ہیں ہم — در پہ کھڑا ہے کعبہ کے وہ قبلۂ حرم
پابوس آستان حرم شاہ دیں کا ہے
اور ہاتھ ان کے ہاتھ میں روح الامیں کا ہے

چشم ادب سے مل کے کفِ شاہِ مشرقین — جبریل دے رہے ہیں ندا یوں بشورو شین
اے اُمتِ نبیؐ یہ نبی کا ہے نورِ عین — بیعت خُدا کی ہے بخدا بیعتِ حسین
بیعت کی آرزو ہو جسے ذوالجلال سے
بیعت کرے وہ آن کے زہراؑ کے لال سے

۶
یہ ہاتھ وہ ہیں جس سے ملک فیض پاتے ہیں ۔ بیعت سے اس کی کیوں یہ بشر ہاتھ اُٹھاتے ہیں
پہلے دُعا سے عرش پہ یہ ہاتھ جاتے ہیں ۔ مثلِ عصا کلیم کے یہ ہاتھ آتے ہیں
غیرت ہے کیوں طبق نہ زمیں کے اُلٹ گئے
ہیہات کربلا میں وہی ہاتھ کٹ گئے

۷
ہرگز سُنی نہ ایک نے جبریلؑ کی صدا ۔ بیعت طلب حسینؑ سے کی وا محمدا
کعبہ سے عین غرہ کو مولا ہوئے جُدا ۔ تعجیل کی قضا نے نہ حج کر سکے ادا
آواز سنگ کعبہ نے دی شور و شین سے
اے اہل کعبہ پھر نہ ملوگے حسین سے

۸
اکثر منجموں نے لکھا ہے یہ ہمدگر ۔ جس سال نام شہ پہ پڑا قرعۂ سفر
تھی اُس برس یہ شدّت گرما کہ الحذر ۔ مثلِ چنار آگ سے جلتا تھا ہر شجر
جائے غبار ریگ کے شعلے بلند تھے
مجمر زمین گرم تھی ذرہ سپند تھے

۹
مثلِ تنور گرم تھا پانی میں ہر حباب ۔ ہوتی تھیں سیخ موج پہ مرغابیاں کباب
گلخن صدف تو دانہ بریاں درِ خوشاب ۔ آتش سے اپنی لعل بدخشاں تھا آب آب
یہ دھوپ تھی کہ دانہ کا بچنا محال تھا
دانہ اگر بچا بھی تو وہ خال خال تھا

۱۰
اس فصل میں تباہ نبیؐ کا سفینہ تھا ۔ آوارہ کوہ و دشت میں شاہِ مدینہ تھا
اصغرؑ کو ماں کی گود میں جو تھا پسینہ تھا ۔ عابد کو تپ تھی زرد جمالِ سکینہ تھا
مُنہ گُل سا مثلِ غنچۂ تصویر خشک تھا
گرمی سے شیر بانوئے شبیرؑ خشک تھا

۱۱
دو دو قدم پہ ہوتے تھے اطفال بےحواس ۔ اِک پانی پانی کہتا تھا اور ایک پیاس پیاس
دل قافلہ تھا گرد علمدار حق شناس ۔ جس طرح پیاسے حشر میں کوثر کے آس پاس

عباسؑ شانِ ساقیِ کوثر دکھاتے تھے
اِک دم میں ساری فوج کو پانی پلاتے تھے

۱۲
فرماتے تھے حسینؑ غضب کی عطش ہے ہائے   کیا ہو جو ایسی دھوپ میں پانی نہ ہاتھ آئے
کہتے تھے خیر خواہ نہ وہ دن خُدا دکھائے   مولا جواب دیتے تھے اللہ ہی بچائے
پانی ابھی تو منزلوں میں پیتے جاؤ گے
آتا ہے اِک مقام کہ قطرہ نہ پاؤ گے

۱۳
کعبہ سے تا بکوفہ جو رہزن تھے جا بجا   چلتا تھا راہ چھوڑ کے وہ کل کا رہنما
تھا قریہ قریہ حکم یہ ابن زیاد کا   لوٹوں گا گھر حسینؑ کا مہماں اگر کیا
ایمان کیا تھا تیغِ یزیدِ لعیں کے ہاتھ
غلّہ نہ بیچتا تھا کوئی شاہ دیں کے ہاتھ

۱۴
اب یوں کتب میں منزلِ آخر کا ہے بیاں   زہرا کا چاند اوّل شب کو ہوا رواں
منزل دراز رات سیہ راہ نے نشاں   جنگل مہیب خارِ مغیلاں یہاں وہاں
تن غازیوں کے کانٹوں سے افگار ہو گئے
آلودہ خار سے گُل بے خار ہو گئے

۱۵
سُنبل صفت قبا ہوئی ہر گُل کی تار تار   پلکوں کی طرح بھر گئے چشمِ زرہ میں خار
زینبؑ حسینؑ کے لئے ہو ہو کے بیقرار   کہتی تھی ڈھال روک لو چہرے پہ میں نثار
کانٹے غضب ہیں باگ اُٹھائے ہوئے چلو
اکبر کو بھی سپر میں چھپائے ہوئے چلو

۱۶
فرماتے تھے حسینؑ نہ ہو اتنی بے قرار   کافی ہے اے بہن سپر حفظِ کردگار
ہے آج تو فقط خلشِ خار روبکار   اِک روز تیر و نیزہ کلیجہ سے ہوں گے پار
دل اُس مریض کے لئے ہے اضطرار میں
کانٹوں پہ ننگے پا جو پھرے گا بخار میں

۱۷ اتنے میں صبحِ منزلِ آخر عیاں ہوئی — لیکن یہ صبح سبطِ نبیؐ کو کہاں ہوئی
جس جا سواری رُک کے نہ آگے رواں ہوئی — حیراں سپاہ خسروِ کون و مکاں ہوئی
چھ گھوڑے بدلے دوشِ نبی کے سوار نے
لیکن قدم اُٹھایا نہ اک راہوار نے

۱۸ وہ رخش جس سے ہوش ہوا کے اُڑا کریں — گر اک اشارہ خامسِ آلِ عبا کریں
طے راہ شش جہت کی وہ شش بادیا کریں — پڑ جائیں بیڑیاں جو قضا کی تو کیا کریں
حیرت سے گھوڑے توسن تصویر بن گئے
نعلوں کے حلقے پاؤں کی زنجیر بن گئے

۱۹ جنبش جو مرکبوں میں بنائی حسین نے — اک مُشت خاک جُھک کے اُٹھائی حسین نے
خود سونگھی اور بہن کو سونگھائی حسین نے — ہمشیر کی سُنی نہ دوہائی حسین نے
ہے ہے یہ خاک پھینکو مری جان جاتی ہے
بھیّا تمھارے خون کی اِس میں آتی ہے

۲۰ باشندوں کو وہاں کے یہ مولا نے دی صدا — نام اس زمیں کے جتنے ہیں لو تم جُدا جُدا
وہ بولے آپ کو ہو مبارک ہر اک بلا — یہ نینوا ہے ماریہ ہے اور کربلا
معبد ہے یہ کلیم کا مولد مسیح کا
شہ بولے اب ہوئے گا مشہد ذبیح کا

۲۱ موسیٰ کو یاں شجر میں نظر آئی وہ ضیا — جس روشنی نے نعرہ انا اللہ کا کیا
عیسیٰ کو ماں نے غسلِ ولادت تھا یاں دیا — ہم زیرِ تیغ دیکھیں گے وہ نورِ کبریا
پر ہم نہ بعد مرگ بھی یاں غسل پائیں گے
جہلم کو قبر باپ کی عابد بنائیں گے

۲۲ عباس کو پکارے نہ آگے علم بڑھاؤ — منزل یہی ہے چھاؤنی پردیسیوں کی چھاؤ
ہمشکلِ مصطفےٰ کو ندا دی بڑھے نہ جاؤ — بیٹا قنائیں کھیرو طنابیں بھی سب لگاؤ

غرہ کو تو ہوا ہے ہمارا سفر تمام
دسویں کو ہوگا فاطمہ زہرا کا گھر تمام

۲۳
نقارہ تو ہی نے بجایا مقام کا — یعنی یہاں سے کوچ ہے دارالسلام کا
خیمہ بپا ہوا جو شہِ خاص و عام کا — بھیجا فلک نے دور سے تحفہ سلام کا
خیمہ نہ تھا وہ دامنِ قدرت کا سایہ تھا
دُنیا میں عرش خیمہ کے پردہ میں آیا تھا

۲۴
خیمہ تھا یا کہ تاج سرِ کربلا تھا وہ — نکہت میں خُلد اوج میں عرشِ علا تھا وہ
وسعت میں مثل دامنِ عفوِ خطا تھا وہ — خاکِ شفا زمین تھی دارالشفا تھا وہ
خیمہ نہ کہئے آئے تھے شہ قتل ہونے کو
پلہ زمیں نے منھ پہ لیا تھا رونے کو

۲۵
مل کر فلک سے خیمۂ شاہِ فلک پناہ — اکجا ہوئے نماز ملائک پہ دو گواہ
خیمہ تھا یا قضاؤ قدر کی تھی بارگاہ — فرش اس کا عرش حاجب و دربان جلال و جاہ
زیبِ زمین خیمۂ شبیرؑ ہو گئے
آپس میں عرش و فرش بغلگیر ہو گئے

۲۶
مہمان کس زمیں کے ہوئے تھے شہِ زماں — خیمہ تھا اپنی چوب سے انگشت در دہاں
گویا زبانِ چوب سے کرتا تھا وہ بیاں — ظلم یزید سے تہ و بالا ہیں دو جہاں
سو بیچ میں زمین و فلک کے پڑاہوں میں
دیکھو برائے صلح دو عالم کھڑا ہوں میں

۲۷
وہ دیدۂ زمیں تھا وہ یا خیمۂ حسین — پلکوں کی طرح گرد طنابوں کی زیب و زین
اس چشم کو خُدا نے دیا نور مشرقین — پتلی تھی اُس کی فاطمہ زہرا کا نورِ عین
بنیاد کفر میں خلل اُس وقت پڑ گئے
ہر جا ستون دین کے میخوں سے گڑ گئے

۲۸
باندھیں لگائیں غازیوں نے نیزہ گاڑ کر　　اور فرش زین پوش کئے گرد جھاڑ کر
جنگل بسایا چرخ نے بستی اُجاڑ کر　　بولو علیؑ کفن کا گریباں پھاڑ کر
جنگل میں اہلبیت رسالت کا گھر ہوا
آخر مرے حسین کا پہلا سفر ہوا

۲۹
وہ وقت صبح اور وہ بیابان کی ہوا　　وہ چھاؤنی حسین کے لشکر کی جا بجا
وہ مرکبوں کے بولنے کی چار سو صدا　　وہ خیمہ وہ سراچہ وہ بے چوبہ خوشنما
اُڑنا پھریروں کا وہ چمکنا نشان کا
وہ ابر ڈھال کا وہ مہِ نو کمان کا

۳۰
بستر پہ کوئی آیا کوئی سیر کو گیا　　کوئی سپر کو زیر بغل رکھ کے سو گیا
مصروف اِک تلاوت قرآن میں ہو گیا　　آ کر فرات پر کوئی مُنہ ہاتھ دھو گیا
عبّاس سبز پوش کھڑے تھے فرات پر
جس طرح خضر چشمۂ آب فرات پر

۳۱
کہتے تھے دل شگفتہ یہاں غنچہ دار ہے　　دریا رواں اُدھر تو اِدھر سبزہ زار ہے
گر بیچ میں ہو قبر مری تو بہار ہے　　دریا میں شور تھا یہی تیرا مزار ہے
صحرا میں لوح قبر شہِ نیک ذات ہے
عباس آبرو مری اب تیرے ہاتھ ہے

۳۲
مدّاح کربلا تھے رفیقانِ شاہ دیں　　کہتے تھے کیا لطیف ہے واللہ یہ زمیں
مطلق ملال قطع منازل کا اب نہیں　　آب و ہوا ہے کوثر و فردوس کی نہیں
صحرا ہے یا کہ قدرتِ ربِ غیور ہے
ہر خار باغ خلد ہے ہر ذرہ حور ہے

۳۳
مرقوم ہے کہ اک شجر سدرہ تھا وہاں　　شاخ اِس کی اِک رفیق نے کی قطع ناگہاں
شاخِ بریدہ سے ہوا تازہ لہو رواں　　سب نے کہا یہ تو پکارے شہِ زماں

خوں حاجیوں کا جمعہ کو اعدا بہائیں گے
تیغوں سے نونہال علی کاٹے جائیں گے

۳۴
کب اس زمیں نے پائے تھے یہ لعل یہ گہر　　یہ پھول یہ ستارہ یہ خورشید یہ قمر
آئے سب اہل قریہ زیارت کو یک دگر　　نکلیں گھروں سے بیبیاں برقع سنبھال کر
بولا کوئی کہ نام خدا کیا سپاہ ہے
اک نے کہا کہ واہ عجب بادشاہ ہے

۳۵
یہ ہے عزیز مصر کہ کنعاں کا تاجدار　　یہ خسروِ عرب کہ عجم کا ہے شہریار
کیوں نکلا ایسی دھوپ میں گھر سے یہ بیدیار　　ہر سو فساد فتنہ ہے اور قحط کی پکار
ہے ہے یہ ننھے بچوں سے کس جا مکیں ہوا
آباد اس زمین پہ کوئی نہیں ہوا

۳۶
مولا کے اک رفیق نے بڑھ کر یہ دی ندا　　تم کس کا کلمہ پڑھتے ہو بولے رسول کا
اس نے کہا کہ ان کا نواسہ ہے لاڈلا　　بیرحمیٔ یزید سے ترک وطن کیا
جاری تمھاری بستیوں میں یہ جو نہر ہے
یہ نہر اس عرب کی مادر کا مہر ہے

۳۷
آواز دورباش کا ناگاہ غل اُٹھا　　اور خیمہ میں اُترنے لگے آل مصطفےٰ
ڈیوڑھی سے پر کجاوہ زینب جو نہیں لگا　　خود اہتمام کرنے لگے شاہ کربلا
روکی قنات اکبر و قاسم نے آن کر
عباس گرد پھرنے لگے نیزہ تان کر

۳۸
دربان عصا اُٹھا کے بڑھے جانب یسار　　دہنی طرف نقیب گئے باندھ کر قطار
آ آ کے در پہ لونڈیاں چلائیں بار بار　　آئے ادھر سے اب نہ کوئی جائے ہوشیار
آواز غیر سُن کے وہ اندیشہ کرتی ہے
آہستہ بولو دختر زہرا اُترتی ہے

۳۹
عفت کے جتنے مرتبے خیر النسا نے پائے　　وہ ماں کے بعد دختر مشکلکشا نے پائے
ہاں ہاں مسافرو نہ کوئی غل مچانے پائے　　ناقہ پہ بیٹھ کر نہ ادھر کوئی آنے پائے
حسنِ ادب یہی ہے کہ حق کو پسند ہو
وہ بیٹھ جائے جس کا کہ قامت بلند ہو

۴۰
القصہ اُتری ناقہ سے بنتِ شہِ عرب　　اور ہاتھوں ہاتھ لے گئے آلِ رسول سب
اس قاعدہ کو بھول گیا چرخ پُر غضب　　غرہ تلک یہ پردہ تھا زینب کا یہ ادب
دسویں کو بال کھولے ہوئے ننگے سر پھری
رن میں گری رسن سے بندھی دربدر پھری

۴۱
مسند پہ یاں بٹھا کے بہن کو شہِ ہدا　　کرسی بچھا کے بیٹھے قریب حرم سرا
تھے دست بستہ گرد جواناں مہ لقا　　لے لے کے نذریں آئے زمیندار کربلا
استادہ فرطِ خلق سے شبیر ہو گئے
نذروں پہ ہاتھ رکھ کے بغلگیر ہو گئے

۴۲
بٹھلا کے پہلوؤں میں انھیں یوں کیا بیاں　　اے کربلائیوں میں تمھارا ہوں میہماں
ظالم مجھے ستاتے ہیں جاتا ہوں میں جہاں　　بیچو جو یہ زمین تو چندے رہوں یہاں
اب خاک تم عزیز کرو اس غریب کی
سیّد کی بے وطن کی مصیبت نصیب کی

۴۳
سودا رضا کے ساتھ ہے جور و جفا نہیں　　جبراً درست شرع میں بیع و شرا نہیں
پر اب سوا یہاں کے ٹھکانا مرا نہیں　　بیچو تو بیچو ورنہ مجھے کچھ گلا نہیں
رہنے سے یاں ہمارے سب آرام پائیں گے
خاکِ شفا تمھاری زمیں کو بنائیں گے

۴۴
سب نے کہا کہ عذر نہیں کیا ہے یا امام　　حاضر غریب خانہ ہے واں کیجئے مقام
پر کربلا کی بیع میں ہے خوف لا کلام　　آزار پاتے آئے ہیں یاں انبیا تمام

ابنِ ابوتراب سے پیاری زمیں نہیں
۷۵ پر یہ زمین لائقِ سلطانِ دیں نہیں

پاؤں پہ صدمہ سنگ کا آدم اُٹھا گیا
گر کر خلیل ناقہ سے یاں تھرتھرا گیا
کشتی پہ نوح کی یہاں طوفان آگیا
پر سُنتے ہیں کہ آپ کا بابا بچا گیا
شہ بولے سرنوشت میں کب فرق ہوئے گا
۷۶ اب یاں جہاز آلِ نبیؐ غرق ہوئے گا

افضل زمین کعبہ سے ہے میری کربلا
میں جانتا ہوں اس کا شرف یا مرا خدا
بننے تو دو مزار حسینِ شہید کا
پھر دیکھنا یہ خاک ہے یا نور کربلا
یوسف نہ ہوگا پر یہاں بازار ہوئے گا
۷۷ زوّار آئیں گے مرا دربار ہوئے گا

دیکھو مرے محبّوں کو تم چین دیجیو
مہمان تین دن مرے زائر کو کیجیو
گر کچھ قصور اُن سے ہو بدلا نہ لیجیو
پیاسوں کو میرے روئیو جب پانی پیجیو
پانی ابھی تو ملتا ہے زہرا کے جانی کو
۷۸ پر ساتویں سے تڑپیں گے معصوم پانی کو

دینار دے کے ساٹھ ہزار اُن کو یہ کہا
میں نے تمھیں یہ بخشی زمیں تم کرو ہبا
شبّیر کے معاملے پر سب نے رو دیا
کہنے لگے قبالہ زمیندار کربلا
غُل پڑ گیا حسین وطن کو نہ جائیں گے
۷۹ لو مول لی زمین یہیں بستی بسائیں گے

مرقوم ہو رہا تھا قبالہ کہ ناگہاں
خیمہ سے اک زنِ عربیہ ہوئی عیاں
سرتا قدم نقاب سے سارا بدن نہاں
پر اس پہ بھی حیا سے لرزتے تھے استخواں
بیتاب ہو کے اُلفتِ اکبر سے آتی تھی
راوی نے یہ لکھا ہے کہ زہرا کی جائی تھی

۵۰ لے کر بلائیں کان میں بھائی سے کچھ کہا — اور جلد یوں پھری کہ نہ سایہ نظر پڑا
کرسی سے یاں تڑپ کے گرے شاہ کربلا — عباس نے اُٹھا کے کہا ہائے کیا ہوا
کیا کہہ گئی نواسی جناب رسول کی
مولا بتا قسم تجھے شیرِ بتول کی

۵۱ شہ بولے آہ مجھ سے یہ زینب کا تھا کلام — بھیّا قبالہ میں مرے اکبر کا ہووے نام
یعنی کہ اُس کے ملک میں ہو یہ زمیں تمام — عباس جاؤ کہدو کہ مجبور ہے امام
اٹھارہ سال کے یہ زمانے سے جائیں گے
اِک قبر کی جگہ علی اکبر بھی پائیں گے

۵۲ پر مجکو اُس کی دل شکنی کا خیال ہے — کہیو بہن مجھے تری خاطر کمال ہے
نادم ہوں اور عفو کا تجھ سے سوال ہے — اکبر کے نام کا یہ قبالہ محال ہے
قبضہ کریں غلام ترے اِس مقام پر
کی وقف یہ زمیں ترے شیعوں کے نام پر

۵۳ عباس خیمہ گہ میں گئے کہنے کو یہ پیام — زینب نے دیکھتے ہی اُنھیں یہ کیا کلام
کیوں بھائی میری بات پہ راضی ہوئے امام — لکھا گیا قبالہ میں اکبر کا میرے نام
دولھا بناؤں گی میں دولھن بیاہ لاؤنگی
اکبر کے نام کی یہاں بستی بساؤں گی

۵۴ یوسف سے ملک مصر ہے منسوب جا بجا — نگر ہے مرتضیٰ کا مدینہ رسول کا
مشہور ہو یونہیں مرے اکبر کی کربلا — آواز دی قضا نے رہو راضیِ رضا
جب سے بنائے کرسی و عرشِ مجید ہے
مشہور کربلائے حسینِ شہید ہے

۵۵ عباس روئے حسرتِ زینب پہ زار زار — وہ صابرہ بھی رونے لگی ہو کے بیقرار
عباس کی بلائیں لیں گھبرا کے بے قرار — پوچھا میں صدقے جاؤں کہو کیا ہے روبکار

میں جانتی تھی خوشخبری لے کے آئے ہو
تم ہاتھ دل پہ رکھے ہو گردن جھکائے ہو

۵۴ شاید مرا سخن ہوا بھائی کو ناگوار جیتے رہیں حسین کے جتنے ہیں ورثہ دار
عابد پہ بھی میں صدقے ہوں اصغر پہ بھی نثار اکبر کا پالنے سے زیادہ ہے جاہ و پیار
اکبر کے نام پر یہ سند کس کو شاق ہے
فضلِ خدا سے بھائیوں میں اتفاق ہے

۵۵ عباس بولے اس کا تو واں ذکر کچھ نہیں ہر عرض ہے حضور کی مقبول شاہ دیں
شہ نے کہا کہ آپ کے شیعوں پہ یہ زمیں پر کیجیو سفارش اکبر نہ اب کہیں
بھائی مرے کریم ہیں شرما کے روئیں گے
اکبر تو اس زمین کے پیوند ہوئیں گے

۵۶ یہ سُن کے روئے یوں حرمِ شاہ محترم گویا اُسی گھڑی سرِ اکبر ہوا قلم
خوف و رجا میں روزِ دہم تک رہے حرم عاشورے کو شہید ہوئے قطع یک قلم
باغِ رسول و باغِ علی باغِ فاطمہؑ
ایسا ہوا کہ ہو گیا تا عصر خاتمہ

مطلع

۵۷ جس دم کلید مہر سے قفلِ سحر کھُلا اور روئے اہلِ بیت پہ ماتم کا در کھُلا
اشکِ رواں کا تار بندھا اور سر کھُلا قائم ہوئی نشانِ سپاہِ عمر کھُلا
دربارِ حق کو خیمہ سے شاہِ زمن چلے
سر لیکے نذر ہاتھ میں سترہ وتن چلے

۵۸ روشن ہوا حسینیوں کے نور سے جو رن چشمِ جہاں میں خار ہوئی مہر کی کرن
انجم کی انجمن تھی و یا فوجِ پنجتن پر دو پہر تلک تھی یہ صحبت یہ انجمن
گلدستہ کی طرح تو بہم یہ جواں ہوئے
اور لوٹنے کے واسطے باغی رواں ہوئے

۶۱

فوجِ ستم بڑھی کہ خزاں کی ہوا چلی　　گلزارِ اہلبیت کی توڑی کلی کلی
چلائی بال کھول کے زہرا کی لاڈلی　　فریاد یا رسولِ خدا داد یا علی
رخصت سفید لیکے سرِ دست آئی صبح
رنڈسالہ نذرِ بانوے شپّیر لائی صبح

۶۲

تنہا تھا سروِ فاطمہ کوئی ثمر نہ تھا　　بازو تھے دونوں قوتِ بازو مگر نہ تھا
باقی تھی آنکھ رونے کو نورِ نظر نہ تھا　　دردِ جگر تھا پر کوئی لختِ جگر نہ تھا
سب فوج الوداع شہِ دیں سے کہہ گئی
مظلومی و غریبی و تنہائی رہ گئی

۶۳

ناگاہ ابرِ گردِ رہِ کوفہ سے اُٹھا　　اور برچھیوں کی بجلیاں چمکیں جدا جدا
پیدا ہوا سوار زرہ پوش بر ملا　　بھالے لئے جلو میں ملازم پیادہ پا
ٹیڑھی کلاہ ترچھی نگہ نیمچا لئے
دیکھا اُسے لعینوں نے اور سر جُھکا لئے

۶۴

طوفاں تھا وہ سوار سمند رتھا راہوار　　کشتی کی چال خانۂ زیں سے تھی آشکار
پہنچا جو وہ قریب تو بولے جفا شعار　　بھاگو ہوئی وہ مرگِ مفاجات آشکار
چہرہ ہے یا بلا ہے نگہ ہے کہ زہر ہے
گر یہ محبِ حسین کا نکلا تو قہر ہے

۶۵

اس وقت درپہ خیمہ کے زینب تھی بیقرار　　بھائی سے نا اُمید ملا کی اُمیدوار
پایا جو یک بیک صفِ دشمن میں اضطرار　　آواز دی کہ سیّد بیکس ترے نثار
اعدا نے دفعتًا جو سر اپنا جھکایا ہے
کیا اس گھڑی یمن سے کوئی شیعہ آیا ہے

۶۶

تنہا ہے یا کر ساتھ ہیں دو چار ہمسفر　　اللہ فوجِ شام پہ بخشے اُسے ظفر
چھ تھے برس نہ بابی سکینہ ہو بے پدر　　بھابھی مری پھرے نہ ضعیفی میں ننگے سر

پر آہ خیریت نہیں معلوم ہوتی ہے
آنے سے اُس کے فاطمہ کی روح روتی ہے

۶۷
حضرتِ نے مسکرا کے کہا صبر کر بہن یہ کربلا کجا و کجا شیعۂ یمن
کوئی حسین کا نہیں جُز رب ذوالمنن لڑنے کو ہم سے آیا ہے اک مرد فیل تن
کیونکر نہ روئے خیر النسا شور و شین سے
ناطاقتی سے دیکھئے کیا ہو حسین سے

۶۸
زینب زمیں پہ لوٹ کے چلائی ہے ستم بیداد کرنے کے لئے یہ فوج کیا ہے کم
رن میں وہ پہلوان سیہ دل زبوں شیم آیا عمر کے سامنے با شوکت و حشم
مجرا کیا غرور سے نیزہ سنبھال کر
شقہ دیا عمر کو کمر سے نکال کر

۶۹
بولا کہ بندہ بصرہ سے کوفہ میں پہنچا کل حاکم نے بھیجا یاں کے کہ عقدہ کروں میں حل
لائی ہے واں سے یاں مجھے شبیر کی اجل ابنِ زیاد کے تو نوشتہ پہ کر عمل
ہاں سب سے کہدے کھولیں کمر بیٹھیں چین سے
اب پہلوان بصرہ لڑے گا حسین سے

۷۰
وہ بد ریغ بولا کہ بسم اللہ اے جواں ہمراہیوں کو لے کے وہ کافر ہوا عیاں
نیزہ ہلاتا آیا حضورِ شہِ زماں پڑھنے لگا رجز کہ ہوں بصرہ کا پہلوان
القاب بولہب ہے میں آتش مزاج ہوں
میں فخر زال و رستم و سہراب آج ہوں

۷۱
سابق میں سر اُٹھایا تھا دارا و سام نے آئے نہ خواب میں بھی مگر میرے سامنے
رونق یہ پہلوانی کو دی میرے نام نے بصرہ میں مجھکو باج دیا خاص و عام نے
قارون کو جب میں چاہوں بلاؤں زمین سے
مثلِ سپر پہاڑ اٹھا لوں زمین سے

۳۲ وہ چہرۂ جلال خدا مرتضیٰ کا لال
قہر و جلال سے ہوا یعقوب دار لال
فرمایا لعل لب سے کہ بس بس زباں سنبھال
یہ کبر یہ غرور زباں ہوئے تیری لال
یہ زخم باندھ لوں میں ردائے بتول سے
پھر کچھ کہوں زبان خدا و رسول سے

۳۳ پھر جلد جلد باندھ لئے زخم دست و پا
پر دل میں زخم مرگ پسر کا نہ بندھ سکا
اور چپکے چپکے خالق عالم سے یہ کہا
لکنت زباں کو پیاس سے ہے جو تری رضا
آئی ندائے غیب کدھر تیرا دھیان ہے
اے افصح العرب تو خدا کی زبان ہے

۳۴ یوں مصحفِ رجز شہِ دیں نے کیا شروع
ہاں پہلوان بصرہ سماعت میں ہو رجوع
جب سے نجوم شمس خدا نے کئے طلوع
جب سے بشر پہ فرض ہوا سجدہ و رکوع
کیا کیا ہوا ہے اور ابھی کیا کیا نہ ہوئے گا
لیکن حسینؑ اب کوئی پیدا نہ ہوئے گا

۳۵ روشن ہے رتبہ نانا کا ماہی سے تا بماہ
قدرت پہ اُن کی چاند کے دو ٹکڑے دو گواہ
جرم قمر کے بیچ میں یوں ہے خطِ سیاہ
کلمہ لکھا ہے حق نے کہ قدسی کریں نگاہ
کلمہ میں نام احمد و اسم علیؑ لکھا
ان کو رسول اپنا اور اُن کو وصی لکھا

۳۶ پشتِ نبی کی میں سپرِ استوار ہوں
تیغِ نیامِ قدرتِ پروردگار ہوں
میں شیر بیشۂ شہِ دلدل سوار ہوں
قبضہ میں کائنات ہے پر بے دیار ہوں
تو شک ہے میں یقین تو گنہ میں ثواب ہوں
تو بولہب ہے میں خلفِ بوتراب ہوں

۳۷ ایماں کا کلمہ کفر کو ہم نے پڑھایا ہے
قرآں ہمارے واسطے دنیا میں آیا ہے
پردے کے اک فرشتہ کو بھی بخشوایا ہے
جھولا ملائکہ نے ہمارا جھولایا ہے

نام ونشاں ہے تا بہ قیامت حسین کا
گھر ہے نبوت اور امامت حسین کا

بولا وہ بد دماغ یہ تحریر ہے مگر — شمشیر و تیر و نیزہ کا جوہر ہے معتبر
شہ نے کہا کہ سب ہیں مرا امتحان کر — ہٹ کر شقی نے نیزہ کو گردش دی گرد سر
بھالا سنبھالا شہ نے تو غل بر محل اٹھا
جانوں کی خیر ہو کہ وہ دستِ اجل اٹھا

لیتے ہی نیزہ لینے لگا ناچ راہوار — صرصر سے جست رعد سے غُل برق سے شرار
جلنے لگے زمیں پہ ذرے سپند وار — دودِ سیہ اٹھا عوض گرد بے شمار
پر ذوالجناح صاف دھوئیں سے نکل گیا
ہاروت تھا کہ اُڑ کے کنوئیں سے نکل گیا

نیزہ کو اُس کے لے گیا یوں نیزۂ جناب — جنگل میں جیسے داب لے کنجشک کو عقاب
زہ اُس نے کی کمان کیا نے بصد شتاب — لیکن کمان سہمی کہ مجھ پر نہ ہو عتاب
جان اُس کی ساتھ تیر کے سن سے نکل گئی
اِک سانس تھی یہی کہ دہن سے نکل گئی

۸۱
حمزہ صفت بڑھا پسرِ ضیغمِ صمد — کھینچا الف خدنگ کا دے کر کماں کی مد
قربان ہو کے بولی کماں یا علی مدد — اور تیر نے نشانہ کیا دیدۂ حسد
نیزہ نگہ کی طرح چلا تند خشم میں
بینٹی کی ڈھال توڑ کے جا پہنچا چشم میں

۸۲
چشمِ عدو کی تیر سے نام آوری ہوئی — انگشتِ تیر شہ کے وہ انگشتری ہوئی
پر تیر کے پروں سے پلک تھی بھری ہوئی — مردم پکارے بند قفس میں پری ہوئی
باقی رکھا نہ ابروئے کج کے نشان کو
چلائے سب وہ تیر نے توڑا کمان کو

۴۳
پھینکی زمیں پہ اُس نے کماں سوئے شرمسار — کورانہ تیغ کھینچ کے بڑھ کر لگایا وار
نکلی شبِ نیام سے یاں صبح ذوالفقار — بصری تو بھاگا کوفی و شامی ہوئے فرار
آئی ندا فلک سے اُٹھا غُل زمین سے
دیکھو وہ نکلا دست قضا آستین سے

۴۴
اللہ رے حلم اُس سے مخاطب ہوئے امام — آخر تھا ایک طعن سناں ہی میں تیرا کام
پر وقفہ اس لئے دیا او نطفۂ حرام — تا حرب گاہ میں ترے حربے چلیں تمام
اب زندگی بخیر کہ یہ ذوالفقار ہے
اک وار میں تو قعر جہنم کے پار ہے

۴۵
جلدی سے بولہب نے لیا گرز گاؤ سر — خیر البشر کا لال ادھر وہ شقی اُدھر
اور بیچ میں وہ گرز گراں بار الحذر — جس طرح واوٴ عطف کا مابین خیر و شر
ظالم ارادۂ سرِ مولا کئے ہوئے
اک گرز دونوں ہاتھوں کے اندر لئے ہوئے

۴۶
سو سو طرح سے گرز وہ لایا قریب تر — لیکن حسینؑ کو نہ ذرا بھی ہوا ضرر
شہ نے دو انگلیوں پہ سرِ گرز تھام کر — جھٹکا دیا کہ بولہب آیا زمین پر
ہاتھ اُس کے دونوں ٹوٹ گئے رنگ فق ہوا
تبت یدا ابی لہب کا سبق ہوا

۴۷
دُنیا کی حب ہوئی اُسے حمالۃ الحطب — اور نار قہر گرمی تیغ شہ عرب
جل کر یہ بولہب بھی گیا پیش بولہب — ہمراہیوں پہ اُس کے بڑھے شاہ تشنہ لب
پھر فرد فرد کا سر اُمید پست تھا
تقویم سر نوشت میں خط شکست تھا

۴۸
جنگل سپر کے پھولوں سے گلزار بن گیا — سر کٹ کے یہ گرے کہ وہ کہسار بن گیا
چار آئینوں سے شیشہ کا بازار بن گیا — جب تیغ یہ چمکی وہ کرہ نار بن گیا

سب خوف تیغ شہ سے پریشان پھرتے تھے
پاؤں تو پیچھے ہٹتے تھے سر آگے گرتے تھے

۸۹
حکمِ خدا سے ایک فرشتے نے دی ندا ۔ اِن فاقوں میں یہ زور ہے سیّد ترے فدا
پر یہ بشر ہیں اور تو ہے قدرتِ خُدا ۔ بس لڑ چکے نماز شہادت کرو ادا
یہ سُن کے خوف سے گہر اشک گر گئے
قبلہ کو مثل قبلہ نما جلد پھر گئے

۹۰
اُس دم عمر نے جمع کیا سب کو ایک جا ۔ روحِ معاویہ کی قسم دے کے یہ کہا
تیغیں اُٹھاؤ اب نہ تامل کرو ذرا ۔ ہے سوئے قبلہ صرف دعا شاہ کربلا
حملہ کرو حسینؑ پہ نیزے سنبھال لو
تو کون سے برچھیوں کی کلیجہ نکال لو

۹۱
تیغیں پکڑ پکڑ کے جو بیرحم آتے تھے ۔ حضرت یہاں جوان پسر کو بُلاتے تھے
اکبرؑ وہاں گئے تھے کہ آنے نہ پاتے تھے ۔ عباسؑ کو پکارنے دریا پہ جاتے تھے
اُمت کے واسطے نہ بدن کا دریغ تھا
سینہ حضور نیزہ تھا سر پیش تیغ تھا

۹۲
کوفہ سے ایک ناقہ سوار آیا ناگہاں ۔ اِک خط عمر کو دے کے یہ اُس نے کیا بیان
ابنِ زیاد نے یہ کہا ہے کہ اے جواں ۔ سیّد کے سر کا کب سے ہوں میں منتظر یہاں
سر کاٹنے میں آج نہ تاخیر کیجیو
کیسی ہی وہ قسم دے تو مہلت نہ دیجیو

۹۳
تیری بہادری سے تعجب کا ہے مقام ۔ غرّہ سے اب تلک نہ مٹا فاطمہ کا نام
آراستہ ہیں کوچہ و بازاریاں تمام ۔ کیا عید ہو جو آئے تو لے کر سرِ امام
جب تیرے ہاتھ سے سرِ شبیر لیں گے ہم
سیدانیوں کی لوٹ کو پھر بخشش دیں گے ہم

۹۴
سنتے ہی یہ سپاہ کو ظالم نے دی ندا | تم نے سنا کہ جو شتر اسوار نے کہا
باگیں اٹھالو اب نہ تامل کرو ذرا | تاخیر میں عتاب ہے تعجیل میں شرا
کوفے سے حکم آیا ہے سلطان شام کا
سر کاٹ لو حسین علیہ السلام کا

۹۵
ناگاہ چار لاکھ نے مل کر یورش کیا | چاروں طرف سے برچھیوں میں آکر بسا
قرآں کو رحل زیں سے زمین پر گرا دیا | نوحہ کیا زمیں نے کہ فریاد کبریا
لاشے لرز لرز گئے سارے زمین پر
گر گر کے تڑپے سات ستارے زمین پر

۹۶
جلاد آستین چڑھاتا ہوا چلا | خنجر کو انگلیوں پہ پھراتا ہوا چلا
بلوے کو راس وچپ سے ہٹاتا ہوا چلا | ارکان عرش حق کو ہلاتا ہوا چلا
اب کیا کہوں کہ پاؤں رکھا کس مقام پر
پھٹتا ہے سینہ حال جناب امام پر

۹۷
چلائے مصطفیٰ ارے جلاد رحم کر | یہ سینہ میرا سینہ ہے یہ سر ہے میرا سر
یہ دل ہے میرا دل یہ جگر ہے مرا جگر | زہراؑ ہے میری بیٹی یہ زہرا کا ہے پسر
بیٹھا ہے تو حسین دلاور کے سینہ پر
جو لوٹتا تھا تیرے پیمبر کے سینہ پر

۹۸
زہراؑ پکارہی عرش الٰہی ہلاؤں گی | اے شمر تجھ پہ آہ کی بجلی گراؤں گی
اس کو نہ مارے گا تو دعا دیتی جاؤں گی | محشر میں حُر سے پہلے تجھے بخشواؤں گی
اس نوحہ پر بھی عرش کو اس نے ہلا دیا
خنجر کو بوسہ گاہ نبیؐ سے ملا دیا

۹۹
غل پڑ گیا حسین نے سر کو فدا کیا | اعدا نے جشن فتح کا ساماں بپا کیا
رخ شمر نے سوئے حرم مصطفیٰ کیا | اک نیزہ پر علم سر شاہ ہدیٰ کیا

پردہ اُٹھائے دیکھتی تھی خواہرِ حسین
برچھی پہ اُس کے آگے چڑھایا سرِ حسین

۱۰۰
زینب نے ہائے بھائی کہا اور نکل پڑی — بانوؑ نے پھینکی سر سے ردا اور نکل پڑی
کبریٰ پکاری وا ابتا اور نکل پڑی — چلّائی فضّہ ہائے خدا اور نکل پڑی
آگے تو بے حواس حرم روتے جاتے تھے
پیچھے پکارتے ہوئے سب بچے آتے تھے

۱۰۱
سیدانیوں سے بڑھ کے یہ اِک شخص نے کہا — دیکھو تمھارے بچے تڑپتے ہیں جابجا
کیوں ان سے بے خبر ہوا ابھی انکا سن ہے کیا — بیویں پکاری قہر ہوا وا مصیبتا
دُنیا میں ہم نہیں ہیں جہاں سے گذر گئے
گھر کس کا بچے کس کے کہ شبیرؑ مر گئے

۱۰۲
ناگاہ شہ کا لاشۂ بے سر نظر پڑا — سرتاج اہلبیت زمیں پر نظر پڑا
گویا گلوِ بریدہ پیمبر نظر پڑا — زینب کو غرقِ خوں جو برادر نظر پڑا
رکھ کر کٹے گلے پہ گلا یوں لپٹ گئی
جانا یہ اہلبیت نے دُنیا اُلٹ گئی

۱۰۳
گہہ رو کے بین کرتی تھی گہہ راس کے بیان — گہہ واحسینؑ کہتی تھی گاہے حسینِ جان
گاہے بلائیں لے کے یہ کرتی تھی وہ فغان — بھیا مٹا گئے مرے ماں باپ کا نشان
زہرا کے سید سندی تو نے کیا کیا
امت نے کس گنہ پہ ترا سر جُدا کیا

۱۰۴
اے مومنوں کی پشت و پناہ آہ اے حسینؑ — اے سیدوں کے تاج و کلاہ آہ اے حسین
اے خسروِ قلیل سپاہ آہ اے حسینؑ — بیچارۂ غریب و تباہ آہ اے حسین
ہے ہے اخی تو جان سے اپنی گذر گیا
میں آج مر گئی مرا سب کنبہ مر گیا

۱۰۵ پھر آپ کی سواری نہ سوئے وطن گئی — کیوں ساتھ آپ کے نہ عدم کو بہن گئی
اس کربلا کے بن میں یہ کیا تجھ پہ بن گئی — نیزوں سے دل تو چھن گیا چھاتی بھی چھن گئی
مر جاؤں گی تڑپ کے دلاسا شتاب دو
بھیا کس آسرے سے جیوں میں جواب دو

۱۰۶ بیمار تم نہیں کہ شفا کی رکھوں میں آس — جاتے اگر سفر میں تو پھر آتے میرے پاس
زخمی نہیں کہ زخم سیوں دھو کے سب لباس — قیدی نہیں کہ تم کو چھڑاؤں میں بے حواس
لاؤں کہاں سے فاتحِ بدر و حنین کو
ہوتے علیؑ تو کہتی جلا دو حسینؑ کو

۱۰۷ سو اب تو یہ بخیر کہ دُنیا میں پھر تم آؤ — زینب کی وارثی کرو اور پردے میں بٹھاؤ
آخر کہاں رہوں میں ٹھکانا مرا بتاؤ — آئی ندا کہ در بدری کے قلق اُٹھاؤ
زینب اُمیدوار نزولِ بلا رہو
جب تک میں بے کفن رہوں تم بے ردا رہو

۱۰۸ اب وقت ہے دعا کا کہ ہے شدّتِ بُکا — آمین کہیں دبیر محبانِ مرتضیٰ
یارب ہیں جتنے شیعۂ سلطانِ لافتیٰ — مطلب ادا ہوں سب کے مع بانیٔ عزا
یارب نہ کوئی غم ہو انھیں جز غمِ حسینؑ
یہ سب محب ہیں جلوہ وہ ماتمِ حسینؑ

URDU LITERATURE SERIES.

	Rs. nP.
ABEY-HAYAT by Maulana Mohammad Husain Azad.	7.00
ASHAR MEER. by A. Manan. M.A.	0.75
BAGHO BAHAR or CHAHAR DARWESH by Meer Amman.	1.00
BAKAMALON KE DARSHAN by Munshi Prem Chand.	1.25
DIWAN DAGH by Mirza Dagh.	1.00
DIWAN GHALIB by Mirza Ghalib *with critical Introduction.*	1.50
DIWAN-E-HALI by Maulana Hali.	2.50
FISANA-E-AJAIB by Mirza Rajab Ali Beg *with introduction and notes* by Saiyed Makhmoor Akbarabadi.	4.00
HUMAYUN NAMA by Molvi Riyaz Bari.	0.50
IBNUL WAQT by Dr. Nazeer Ahmad.	3.00
IQBAL by Akhtar Orinavi.	0.75
INTIKHAB MARASI-E-MEER ZAMIR *with critical introduction.*	1.25
INTIKHAB MARASI-E-MIRZA SAUDA *with critical introduction*	1.25
INTIKHAB MARASI-E-ANIS *with critical introduction.*	1.50
INTIKHAB MARASI-E-DABIR *with critical introduction.*	1.50
MAWAZNA ANIS WA DABIR by Maulana Shibli Nomani.	3.00
MASNAWI SAHERUL BAYAN WA MIR HASAN *with introduction and notes* by Dr. Rafiq Husain.	1.50
MASNAWI GULZAR NASEEM *with introduction and notes* by Dr. Rafiq Husain.	1.50
MUQADMAI-SHER-O-SHAIRI by Maulana Hali.	2.50
MUSADDAS HALI by Maulana Hali.	0.50
MURAQQAI LAILA MAJNOO Dr. Mirza Ruswa.	0.7
MIR KE NASHTAR by Masudur Rahman Khan Nadir	0.37
MAKTOOBAT MASHAHEER by Molvi Latif Ahmad.	1.55
NAYE ASHAR by Sultan Shaheeda Naqvi. M.A.	1.20
NAYE FASANE by Syed Akhtar Ahamad orinavi. M.A.	1.50
NAIRANG KHYAL PART I by Maulana Azad.	1.00
OOD-E-HINDI by Mirza Ghalib.	1.25
SHAREEF-ZADA by Dr. Mirza Ruswa.	1.25
SAU BARAS KI ZINDGI by Munshi Ram Prasad.	0.50
SIKWAI HIND by Maulana Hali.	0.12
TANWIR ADAB by Saghir Ahmad Jan	2.50
TARIKH ADAB Hindi by Syed Zahir Uddin Ahmad Alvi. M.A.	4.00
TAUBATUN NASUH by Dr. Nazeer Ahmad *with notes & Glossary.*	1.25
TAZKIRA NAIRAN SAUDA by M. Abdul Rafi.	0.75
URDU-E-MUALLA by Mirza Ghalib *with notes and glossary.*	2.50
URDU GHAZAL KI NASHO NUMA by Dr. Rafiq Husain M.A.	6.00

RAM NARAIN LAL BENI MADHO
PUBLISHERS
2, KATRA ROAD, ALLAHABAD.